U39965 19-12-09.

Title - HOORAM MAQSOORAAT YA ISLAM MEIN TALEEM YAFTA MASTOORAAT.

Creator - Sayyed Iftikhar Alam Azad.

Publisher - Matba ul Uloom (Aligarh).

Date - N.A.

Pages - 188.

Subject - Taleem Niswaan; Tazkira Khawateen; Khawateen - Tazkira

بخدمت شریف مولوی [illegible] صاحب — ہدیہ افتخار عالم

فِيهِنَّ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ

حور مقصورات

یا

اسلام میں تعلیم یافتہ مستورات

جسکو بپاس خاطر

باعث افتخار امرات الہند عفت مآب عصمت پناہ علم دوست جنابہ سیدۃ النساء بیگم صاحبہ مخلصہ

حقیقی ہمشیرہ عالیہ جناب حکیم مولوی خواجہ جعفر حسین صاحب جعفر ظہور بادت ایجوکیشنل انبالہ

حضرت مصطفیٰ کی محبی جناب عمی سید افتخار عالم صاحب آزاد نے صرف اپنی دینی بہنوں کے لیے
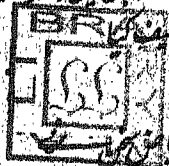
نہایت کوشش اور جانفشانی سے تالیف کیا

اور جسکو

خاکسار سید علی احسن احسن مارہروی منیجر یا [illegible]

اپنے اہتمام سے

مطبع العلوم علیگڈہ میں چھپوایا

محمد مبارک اللہ کاپی نویس مصور مارہروی
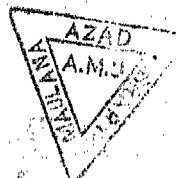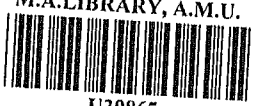
اللہ اکبر

تعلیم نسوان

حمد لا الہ الا اللہ نعت محمد رسول اللہ

آجکل مسئلہ تعلیم نسوان ہرایک روشن دماغ اور متوجہ دل کے سامنے پیش ہے۔ اوراب زمانہ ہرایک سمجھدار شخص کو یہ سمجھا رہا ہے کہ اگراپنی حالت درست کرنا مقصود ہے تو اس مسئلہ کیطرف توجہ کرو اور اپنی قوم یا ملک کے اوس حصہ کو جسکے ہاتھ مین قوم یا ملک کے بچون کی تربیت اور پرداخت ہے اس قابل کرنیکی کوشش کرو کہ وہ اپنے اس بڑے فرض اور منصب کو ادا کرنیکے قابل ہو۔ عورتون کی تعلیم کا مسئلہ اب وہ مسئلہ ہے کہ وہ ٹالے نہین ٹل سکتا۔ نئی تعلیم نے

جن مردونکے دماغون کو روشن اور دلون کو فراخ کر دیا ہے وہ اب مستعدی کے ساتھ اس مسئلے کے حل کرنے مین ساعی ہین۔ اور ہوتے جاتے ہین۔ لیکن انکو ابھی بہت سی دقتون کا سامنا کرنا ہے۔ علم کا دشمن ہمیشہ سے جہل رہا ہے۔ اس امر مین بھی یہی منحوس سد راہ ہے۔ عورتون کو تعلیم دینے کی خلاف طرح طرح کے خیالات پھیلے ہوئے ہین۔ کوئی کہتا ہے کہ تعلیم سے عورتونکے اخلاق خراب ہو جائینگے۔ کوئی ڈرتا ہے کہ تعلیم یافتہ ہونیکے بعد عورتین آزاد ہو کر مردون سے باغی ہو جائینگی۔ کوئی اس اندیشے مین ہے کہ تعلیم پانے کے بعد عورتین اپنے خانہ داری کے کامون کو چھوڑ دینگی۔ غرض کہ جس شخص کا جسقدر اس مسئلے کے متعلق جہل بڑھا ہوا ہے اوسیقدر بڑی بڑی ہولناک صورتونمین تعلیم النسوان کے نتائج اوسکے سامنے آتے ہین۔ لیکن جو علم کی حقیقت کو سمجھتے ہین اور اوسکے فوائد سے آگاہ ہین وہ بجائے ڈرنے کے تعلیم النسوان کو انسانی ترقی کا منبع اور حقیقی بہبودی کا ذریعہ

سمجھتے ہین تعلیم کا سب سے بڑا اثر یہ ہوتا ہے کہ جسکو وہ
نصیب ہو اوسمین بھلے اور برے مین تمیز کرنیکی قوت بڑھجاتی
ہے - اور اپنے حقیقی نفع و ضرر کو وہ اچھی طرح سمجھنے لگتا ہے
جو حالتین ہمکو اس زندگی مین پیش آتی ہین وہ پہلے لوگونکو بے انتہا
آچکی ہین تعلیم کے ذریعہ سے ہم گذشتہ لوگون کی تحریرونسے
آگاہ اور اونکے افعال کے نتائج سے واقف ہو جاتی ہین -
بداخلاقی کے جو بری نتائج ہوتے ہین اونسے جسقدر ایک
تعلیم یافتہ شخص واقف ہوگا ہرگز ایک جاہل نہین ہو سکتا -
ظاہر ہے کہ وہ شخص جسکو ایک خاص فعل کے برے نتائج
معلوم ہین اوس سے زیادہ پرہیز کریگا بہ نسبت اوس
شخص کے جو اونسے ناواقف ہے - یہ تجربے سے ثابت ہے
کہ تعلیم یافتہ لوگ بہ نسبت جہلا کے کم جرائم کے مرتکب ہوتے
ہین - تاریخ اور تجربے سے یہ بھی ثابت ہے کہ جسقدر تعلیم بڑھتی ہے
اوسیقدر ارتکاب جرائم مین کمی ہوتی ہے - یعنی مردون کی
عام اخلاقی حالت مین بہتری کی طرف ترقی ہوتی ہے -

علم انسانون کو بتاتا ہے کہ انکا کس چیز مین اصلی نفع ہے۔
اور اوسی کے ساتھ اوس چیز کے حاصل کرنے کی اونمین قوت
پیدا کرتا ہے۔ اس سے شاید کسیکو اختلاف نہو کہ اپنے ذاتی
نفع و نقصان کو عورتین بھی ایسا ہی سمجھتی ہین جیسے کہ مرد۔
عزت کے۔ صحت کے۔ اور دولت کے جسقدر مرد خواہان
ہین اوسیقدر اپنی حالت کے لحاظ سے عورتین بھی ہین۔
پھر کیا وجہہ کہ جو چیز مردون کے لئے ایک حقیقی رہبر ہو وہ
عورتون کے لئے قائم مقام شیطان ہو۔ اگر علم کی بدولت
مردون کو اپنی خداداد قوتون کو ترقی دیکر اور کام مین لاکر
عزت حاصل کرنیکی ذرایع نصیب ہوسکتے ہون تو کیا
عورتون کے لئے علم ایسی ہی مفید چیز ثابت نہوگا۔ اگر
علم کی بدولت مرد اپنی اور اورونکی صحت کو قائم رکھ سکتے
ہین تو کیا عورتین علم سے اسی قسم کا فائدہ نہین اوٹھا
سکتی ہین۔ کیا لیڈی ڈاکٹرون سے مخلوق کو فائدہ نہین
پہونچتا۔ کیا تعلیم یافتہ دائیان جاہل دائیونکی برابر ہوتی ہین

اگر علم کے زور سے مرد خدا کی پیدا کی ہوئی چیزونکو ترکیب دیکر
دولت پیدا کرتے ہین تو کیا عورتین اوسی قوت کے حاصل ہوجانے
پر ویسا ہی نتیجہ پیدا نہین کرسکتین - ان صاف اور سچی باتونسے
انکار کرنا محض اپنی لاعلمی تنگدلی اور کوتہ اندیشی کا اظہار کرنا ہے
ہان یہ بحث دوسری ہے کہ موجودہ حالت کے لحاظ سے
ہندوستانمین عورتونکو کسقدر تعلیم دی جاسکتی ہی یا دینا
مناسب ہے - ابھی ہمارا مقصود انکو بی - اے - اور ام - اے -
پاس کرانا نہین ہے - لیکن اتنی تعلیم تو ضرور ہو جاے کہ
مائین اپنے بچونکی ضروری تربیت کرسکین - اور بی بیان
اپنے خاوندونکے مزاج کو پہچان کر اونکو خوش کرنیکے قابل
ہون - اتنی تعلیم تو ہوجاے کہ مائین اپنے بچونکے حقیقی نفع
اور نقصان کو سمجھنے لگین - اور خیالی خوشیون اور لغو رسوم
کے پیرایہ مین اپنی اولاد کی اور اپنی زندگی کی خرابی اور بربادی
نکرین - مدرسہ کی فیس کو منگنی اور ختنہ کے تقاریب کے صرف
پر ترجیح دینے لگین - کتابونکے خرچ کو گوٹہ اور کناری کے

خرچ سے بہتر سمجھنے لگیں - اولاد کی آیندہ ترقی کیلئے احمقانہ محبت کو ضبط کرنیکی اونمیں قوت پیدا ہو جائے - اور وہ اپنے بچونکو اپنے سے علیحدہ کرکے تعلیم کیلئے کچھ فاصلے پر اور کچھ مدت کیلئے بھیج سکیں - کتنے ہونہار قوم کے بچے ایسے ہیں جو بحالت عمدہ تعلیم اور تربیت ہونے کے اعلیٰ عہدونپر ممتاز اور اعلیٰ درجونکو حاصل کرسکتے تھے - لیکن محض ماں کی احمقانہ محبت کیوجہ سے بازار کے بالاخانونمیں شکار ہوتے ہیں - قوم کے نوجوانونمیں کتنے خاوند ایسے ہیں - جو بوجہ بیوی کے نالایق ہونیکے بازاری دوزخونمیں اپنی زندگی کو خراب کرتے ہیں - خوب سمجھ لینا چاہئیے کہ قوم کی بربادی کے یہ حقیقی اسباب ہیں - اگر مردون کو تعلیم دینا ہے تو عورتونکو بھی دینا لازمی ہے - مردونکی تعلیم پوری ہو ہی نہیں سکتی جب تک کہ عورتون کو تعلیم نہو - کیونکہ مرد کا اول اوستاد عورت ہے یعنی ماں - اور جب اوستاد ہی جاہل ہوگا تو شاگرد کیسے اوس جہل کے اثر سے محفوظ رہ سکتا ہے - اول سانچا جسمیں ہماری عملی اور اخلاقی زندگی

ڈھلتی ہے وہ پیمانہ ہے مان کے علم و اخلاق کا حقیقت یہ ہے
کہ اس قسم کے مسائل مین راے قائم کرتے وقت اکثر لوگ
اپنے آپکو رسم کی بیڑی سے آزاد کرکے دل و دماغ کو کام مین
نہین لاتے جسطرح ہوتا چلا آیا ہے خواہ اوس سے کتنا ہی
نقصان ہوتا ہو لیکن اوسمین تبدیلی ہونا نہین چاہیے جب
اس مسئلے کے متعلق کوئی تحریک کیجاتی ہے تو یہ خیال کیا
جاتا ہے کہ نئی بات کیلئے کوشش کیجاتی ہے گویا اسلام
کی بیٹیو نمین تعلیم کبھی تھی ہی نہین۔ حالانکہ یہ محض ناواقفیت
کا نتیجہ ہے۔ اسلام جبکہ اسلام تھا ہمیشہ اوسکی خواتین تعلیم
یافتہ رہین اور اوھنون نے علوم مین بڑے بڑے درجے حاصل
کئے۔ وہ حضرات جو ہر ایک کام کے لئے خواہ کیسا ہی عمدہ
کیون نہو باپ دادا کے نظیر کے طلبگار ہوتے ہین اونکو
چاہیے کہ وہ اس کتاب کا جسکو ہمنے عصمت مآب سیدالنسا
بیگم صاحبہ اہلیہ حکیم خواجہ جعفر حسن صاحب پانی پتی کی
خاطر لکھا ہے۔ ملاحظہ کرین۔ اور دیکھین کہ اسلام مین

ہمیشہ سے کیسی تعلیم یافتہ عورتین ہوتی آئی ہین - اگر اب یہ خواہش کیجاتی ہے کہ اب بھی عورتون کو تعلیم ہو تو یہ کوئی نئی رسم قائم کرنا مقصود نہین ہے - بلکہ پرانی رسم کو پھر زندہ کرنا ہے - اسی غرض سے اس کتاب مین اون خواتین کے حالات درج کئے گئے ہین کہ جنھون نے کسی نہ کسی علم مین اعلی درجہ حاصل کیا - اور مردون کے اس خیال کو کہ عورتون کے لئے تعلیم مفید نہین ہو سکتی بالکل بے بنیاد ثابت کیا ہے - امید کیجاتی ہے کہ جس نیت سے یہ کام کیا گیا ہے خداوند تعالی اوسمین کامیابی عطا فرمائے گا - آمین -

قوم کا خادم
سید افتخار عالم - آزاد
ساکن مارہرہ ضلع ایٹہ
ممالک مغربی و شمالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

آمنہ بنت وہب - مکہ معظمہ مین پیدا ہوئین - خاندان قریشی سے تہین - وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر کی لڑکی تہین - بہائی کا نام قصے بن کلاب تہا جو بنی ہاشم کے جد تھے - آپکے فرزند حضرت نبی اکرم صلعم تھے - مان کا نام برّہ دختر عبد العزی بن عثمان بن عبد الدار بن قصے تھا - شوہر کا نام حضرت عبد اللہ تہا جو پیغمبر اسلام کے والد ماجد تھے -

رسول خدا کی ولادت کے چھہ برس بعد انتقال ہوا یعنی ۴۷ سنہ قبل از ہجرت اس دار فانی کو قطع کر کے راہی دار بقا ہوئین - طبیعت مین خدا نے وہ پاکی عنایت فرمائی تہی جسکو اس زمانے کے لوگ خوب جانتے تھے - نہایت نیک طینت اور صاحب فراست تہین - آپنے اعلی درجہ کی تعلیم بہی حاصل کی تہی - صاحب کتاب مواہب لدنیہ لکھتے ہین کہ حضرت آمنہ نے اپنے فرزند یعنی حضرت محمد مجتبے صلعم کے جمال مبارک مین یہ اشعار کہے ہین - جن کے دیکھنے سے تعلیم کا اندازہ معلوم ہو سکتا ہے -

اشعار

بارک فیک اللّٰہ من غلام	یابن الذی من حومۃ الحمام
نجا بعون الملک المنعام	فودی غداۃ الضرب بالسہام
بمائۃ من ابل سوام	ان صح ما ابصرت فی المنام
فانت مبعوث الی الانام	تبعث فی الحل و فی الحرام
تبعث فی التحقیق والاسلام	دین ابیک البر ابراھام
فاللّٰہ انہاک عن الاصنام	ان لا توالیھا مع الاقوام

جسوقت آپ رحلت فرمانے لگیں اوسوقت آپ کی زبان سے یہ کلمہ نکلا اور اوسکے بعد دار فانی کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا۔ وہ آخری فقرہ یہ تہا "کل حی میت وکل جدید بال و کل کبیر یفنے وانا میتۃ و ذکری باق وقد ترکت خیرا و ولدت طھرا" یعنی کل زندہ مرینگے۔ کل نئی چیز پرانی ہوگی۔ بزرگ فنا ہوگا۔ میرا ذکر باقی رہجائیگا اور مین فنا ہوجاؤنگی مین خیر و نیکی کو چھوڑتی ہون کیونکہ مینے ایک طاہر لڑکے کو جنا ہے۔

اپنے شوہر یا حضرت رسول خدا صلعم کے پدر بزرگوار کی شان مین جو مرثیہ حضرت آمنہ نے لکہا ہے اوسکے چند اشعار یہ ہین "

عفا جانب البطحاء من ال ھاشم	وجاور لحدا خارجا فی الغمام
دعتہ المنایا دعوۃ فاجابھا	وما ترکت فی الناس مثل ابن ھاشم
عشیۃ راحو یحملون سریرہ	تعاورہ اصحابہ فی التزاحم
فان تک غالتہ المنون و ریبھا	فقد کان معطاء کثیر التراحم

انہا۔ مرزا عبد الکریم بن مرزا عبد الوہاب معتمد الدولہ کی لڑکی تھی۔ اسکا نسب فتح علی شاہ شاہ ایران سے ملتا تہا۔ اعلیٰ درجہ کی تعلیم یافتہ تہی۔ فارسی کے علاوہ (جو اسکی مادری زبان تھی) عربی مین کامل دستگاہ حاصل تہی۔ اسکی لڑکی کا نام آغا کوچک تہا۔ اسکی طبیعت بہی

خداداد موزون پیدا ہوئی تھی - آغا بنت میرزا عبدالکریم کا تخلص نشاط تھا - اوس کی یہ رباعی مشہور ہے ؎

گویند بہشت و حور و کوثر باقی ہست		در روز جزا دوزخ و محشر باقی است	
دوزخ چہ لود بغض علی و آتش		جنت بہ محبت پیمبر باقی است	

آغا باجی - شاہ فتح علی شاہ والی ایران کی بی بی اور ابراہیم خان جوانشیر شوشی کی بہن تھی - حرم خاقانی کے تمامی خدام نہایت ادب کے ساتھ اسکی عزت و حرمت کیا کرتے تھے - اسکی تعلیم اعلے درجے کی ہوئی تھی - اسکی پاک طبیعت مین موزونیت نے ایک اچھا خاصا فصیح گھر بنا لیا تھا - نثر کا فرش بھی جبین ذرا سلوٹ نہ تھی اوسکے دل مین اور دماغ مین نہایت سجاوٹ سے فطرتی طور پر بچھا ہوا تھا - ذیل کے اشعار اسکی تصنیف سے ہین ؎

خرم آن کو بسر کوی تو جائے دارد		کہ سر کوی تو خوش آب ہوائے دارد	
بسفر رفت و دلم شد جرس ناقۂ او		رسم این ست کہ ہر ناقہ درائے دارد	

ولہا

سوختم از آتش غم ناصحا تا کے زمنع		میزنی بر آتشم دامن برو خاموش باش	

ولہا

تا حشر نویسند اگر می نشود سطرے		از دفتر حسن تو نہ طومار ز اقسم	

آفاقی - یہ عورت فارس کی رہنے والی تھی - عاشق چلپی اپنے تذکرہ مین لکھتے ہین کہ آفاقی نہایت طبیعت دار عورت تھی - اسکا شمار فصحا و بلغا مین ہوتا تھا - لیکن افسوس اوس کا کلام نہین ملا -

آمنہ - ایک عربی مشہور و معروف شاعر عبداللہ بن علیہ اللہ کی پیاری بی بی تھی - ان میان بی بی دونون مین ایک خداداد محبت تھی - آمنہ کی طبیعت مین غضب کا چلبلا پن تھا - طبیعت کی شوخی اکثر اسکو ایسا بے چین کر دیتی تھی کہ جسکا حد و پایان نہین بلا مین جمہ

وہ نہایت مہذب تہی۔ کیونکہ اوسکو کسی ایسے لائق اوستاد نے تعلیم دی تہی جسکی وجہ سے وہ باسلیقہ اور ہوشیار ثابت ہوئی۔ علم نے اسکے دل مین اپنا گہر کرلیا تہا۔ فصاحت و بلاغت کا سکہ تمامی عرب مین بٹہا دیا تہا۔ اکثر اوقات اپنے پیارے شوہر سے اثناء گفتگو مین شاعرانہ محاورات استعمال کیا کرتی تہی اور چہیڑا کرتی تہی۔ اوسکی پاک طبیعت کی تصنیف ہم نذر ناظرین کرتے ہین۔

اشعار

وانت الذی خلقتنی ما وعدتنی ۔۔۔ واشمت لی من کان فیک یلوم

وابرزتنی للناس ثم ترکتنی ۔۔۔ لھم غرضاً ادمی وانت سلیم

فلو کان قول یکلم الجسم قد بدا ۔۔۔ بجسمی من قول الوشاد کلوم

صاحب کتاب آغانی اور صاحب تزیین الاسواق نے اس عورت کے بہت سے اشعار لکہے ہین منجملہ اوسکے چند اشعار یہ ہین۔

اشعار

تمیاھلت عنے حین لا حت عمائے ۔۔۔ فمد حرمت الجلیل اذنا البصر

ولی من قوی الجیل الذی قد قطعہ ۔۔۔ نصیب ولی رای وعقل موفر

ولکنما اذنت بالقوم بقتہم ۔۔۔ ولست علی مثل الذی جئت قدر

اقا بیگم ۔ یہ عورت ہرات کی رہنے والی تہی۔ اسکا خاندان بڑا معزز اور شاہی تہا۔ اگرچہ اسنے اعلی تعلیم حاصل نہین کی تہی مگر اوسکے تہوڑے علم نے اوسکی طبیعت کو نہایت موزون بنا دیا تہا۔ اوسکا کلام فصیح ہوتا تہا۔ کم گو بہت تہی مگر جو کچہہ کہتی تہی وہ سانچے مین ڈہلا ہوتا تہا۔ وہ کہتی ہے ؎

آہ ازان واسے کہ دارد رشتہ جان تاب زد ۔۔۔ وامے ازان لعلے کہ ہردم نیچ رو خوتاب زد

آمنہ یہ لایق وفایق محدثہ شرف الدین موسیٰ بن احمد بن احمد بن محمد بن محمد الانصاری الدسوجی المحلی کی دختر نیک اختر تہین۔ انکے والد بزرگوار اپنے زمانے کے مشہور و معروف عالمون مین سے تھے۔ اور یہ بہی اپنے عہد مین نامی گرامی محدثین مین تہین۔ امام سیوطی نے علم حدیث مین انسے بہت سے سبق حاصل کئے تہے۔ آمنہ نے وہ اعلے درجہ کی تعلیم حاصل کی تہی کہ علم حدیث مین امام سیوطی جیسے بڑے عالم کی معلمہ تہین۔ امام سیوطی آمنہ کی بہت قدر کیا کرتے تھے۔ اور اپنی معلمہ پر اونکو بہت ناز تہا۔ اور اکثر فخر کے ساتہہ اون کا تذکرہ کیا کرتے تہے بلاد مصر کا ایک محلہ جہان جلال الدین محلی پیدا ہوئے تھے انہین لایق خاتون کے نام سے مشہور ہے

آسیہ یہ محدث عورت جار اللہ بن صالح بن ابی المنصور کی لڑکی تہین جو ۸۹۷ھ مین مکہ معظمہ مین پیدا ہوئین تہین امام سیوطی نے علم حدیث کی فضیلت کی پگڑی انہین کے پاک ہاتہون سے اپنے سر پر باندہی تہی۔ آمنہ خاتون دختر شرف الدین مذکورہ سے امام سیوطی نے چند علم حدیث کے سبق حاصل کئے تہے مگر ان سے کامل محدث بنے تہے۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ "اچھی مان کے پیٹ سے اچہا ہی لڑکا پیدا ہوتا ہے"۔ دیکہو قاضی مکہ جمال محمد ابن الضیا انہین لایق محدثہ کے فرزند ارجمند تھے۔

آمنہ بنت علی ۔ اس محدث عورت کے باپ علی بن عبد العزیز دمشقی تھے۔ وہ اسمار بنت صفران۔ عبد اللہ ابن الثایب اور دوسرے محدثین کی جلسون مین حاضر رہتی تہین اور علم حدیث پڑہا کرتی تہین۔ اور خود بہی علم حدیث کی تعلیم دیتی تہین۔ ابن حجر نے اپنی تصنیفات کتاب انبا والغمر وانبا العمر مین اس محدثہ کا ذکر کیا ہے ۸۹۸ھ ہجری مین اس عورت کا انتقال ہوگیا۔ اور اپنے بعد اپنا ایسا ہمعصر کوئی نہچھوڑا۔

آنا ملک ۔ یہ لایق محدثہ ابراہیم ابن خلیل ابن محمود کی لڑکی اور شیخ جمال الدین ابن الشرجی کی مشہور و معروف بہن تہین یہ فاضل عورت ابن حجر عسقلانی کی ہمعصر تہین۔ جنکے پاس

وہ اکثر ملاقات کے لئے آتی جاتی اور علم حدیث مین بڑے شد و مد کے ساتھہ مباحثہ کرتی تہین- اِن کا سال ممات ۵۴۸ھ ہے ــ

اخت المزنی - یہ محدث عورت ابوابراہیم المزنی کی بہن ہین- جو اصحاب شافعی مین تھے کتاب مختصر طبقات سبکی مین لکہا ہے کہ اسی نام کی بہت سی عورتین علم فقہ مین کامل گذری ہین- اور اون مین سے اخت المزنی بہی ہین- یہ وہ عورت لایق و فایق ہین جنہون نے زکات معدن کے مسئلہ مین امام شافعی کے فتوی کی اصلاح کی تہی- اور اوسمین ایک شرط اور بڑہائی تہی- یہ محدث عورت اکثر امام شافعی کی مجلس مین حاضر ہوتی تہین-

آنی فاطمہ خانم - دارالسعادۃ اسلامبول کی رہنے والی تہی- نہایت مشہور و معروف خاندان کی جزو تہی- خواجہ سعد الدین حسن جانی صاحب تاج التواریخ کی اولاد مین ہے- اسکی شادی امیر آغا کے ساتھہ ہوئی تہی- جو اسلامبول کا ایک شہزادہ تہا- اسکا انتقال ۱۱۲۲ ہجری مین ہوا- اسکا ایک لڑکا آغا امیرزادہ تہا- آنی فاطمہ خانم ایک تعلیم یافتہ عورت تہی- ترکی زبان مین اسکا ایک کامل دیوان مسمی عثمانی موجود ہے-

ابنۃ عقیل - حضرت علی کے بڑے بہائی جنکا نام عقیل تہا اونکی بیٹی تہین- خاتونان بنی ہاشم مین انکی فصاحت کا ڈنکا بجتا تہا- حضرت سید الشہداء نے جسوقت شام کے سفر سے مدینہ منورہ مین معاودت فرمائی تہی اوسوقت خاتون مذکورہ معہ ایک جماعت کے آپ کے استقبال کیواسطے آئین اور کچھہ نوحہ وزاری کرکے ذیل کے اشعار پڑہے ہے- جس سے فصاحت اور بلاغت کا پورا پورا حال معلوم ہوتا ہے- یہ اشعار اونہین کے خاص تصنیف سے ہین-

اشعار

ماذا تقولون اذ قال النبی لکم	ماذا فعلتم وانتم آخر الامم
بعترتی وباہلی بعد مفتقدی	منہم اساری ومنہم ضرجوا بدم
ما کان ہذا جزائی اذ نصحت لکم	ان تخلفونی بسوء فی ذوی رحمی

ابن کثیر و کتاب مختصر و تتمۃ المختصر اور دوسری مشہور و معتبر کتابون مین ذیل کا ایک شعر بہی
انہین کیطرف منسوب کیا جاتا ہے لیکن صاحب تاریخ طبری نے اس شعر کو حضرت ام کلثوم زوجہ
حضرت فاروق اعظم کی طرف منسوب کیا ہے - صاحب طبقات شعرانی نے حضرت زینب
کیطرف نسبت کی ہے - اور بعض حضرت سکینہ کا مشہور کرتے ہین -

وهو هذا

اترجو امة قتلت حسينا	شفاعة جده يوم الحساب

اسماء بنت محمد - یہ جلیل القدر محدثہ محمد بن صصری کی دختر نیک اختر تہین - جو اعیان
دمشق سے تہے - آخر ۶۳۱ھ مین وہ پیدا ہوئی تہین اونہون نے برکی ابن ملان
محدث سے حدیث کی کئی ایک کتابین پڑہی تہین - اور بعد ازان کئی ایکبار اونکا درس
بہی دیا تہا - انہون نے مدت تک اپنی شادی نہین کی - اس خدا کی پاک بندی کے
وجود باجود سے دنیا کو جو فیض اور برکتین حاصل ہوئی تہین وہ تعداد مین بہت ہین - وہ
خیرات بہت کرتی تہین - بارہا زیارت خانہ خدا سے مشرف ہوئی تہین - انہین کے بطن
شریف سے محمد ابن اسماء جو اپنے زمانہ کے ایک مشہور و معروف بزرگ ہین پیدا ہوئے تہے
انکے بہائی قاضی القضاۃ مولینا نجم الدین شافعی تہے جنہون نے انکی ممات سے دس
سال قبل قضا کی - ان عالمہ عورت کے زمانے مین مشاہیر روات حدیث سے کوئی بہی ان
سے زیادہ معمر نہ تہا - ابن وردی مشہور و معروف عربی شاعر نے اسماء بنت محمد کی جو مدح
کتاب تتمۃ المختصر مین لکہی ہے اوسکے دو شعر نذر ناظرین کئے جاتے ہین - انکا انتقال
۷۳۳ھ ذیحجہ مین ہوا -

اشعار

کذالک فلتکن اخت ابن صصری	تفوق علی النساء حجی و شیماء
طراز القوم انثی مثل هذا	وما انثی یفت لاسم الشمس عیباء

امتہ الخالق - اس لایق عورت کے والد بزرگوار عبد اللطیف ابن صدقہ ابن عوض المنادی العقبی ہین - انکے سنہ ولادت سنہ ۸۱۳ھ بیان کئے جاتے ہین - مشہور و معروف محدثین مین انکا شمار کیا جاتا تہا - یہ مجلس درس مولانا جمال الدین حنبلی مین حاضر رہتی تہین اور مسند احمدی اور معجم صغیر طبرانی کو پڑہتی تہین - سیرۂ ابن ہشام سے بہی علم حاصل کیا تہا - اکثر محدثین نے انکو فتوے کی اجازت دی تہی - کتاب القعیہ بن مالک اور منہاج العابدین انکو ازبر یاد تہی - انہین کتابون کو اونہون نے خود لکہا بہی تہا - اکثر اساتذہ محدثین نے انہین سے روایتین نقل کی ہین - انکی عمر ایکسو سات برس کی تہی سنہ ۹۲۰ھ ماہ ذیقعدہ مین اس لایق محدثہ نے اس جہان فانی سے رحلت کی - امتہ الخالق کی سب سے زیادہ بزرگی یہ تہی کہ وہ امام سیوطی کی اوستاد تہین اور ان سے اونہون نے علم حدیث حاصل کیا تہا امام صاحب نے انکا ذکر کتاب معجم مین کیا ہے -

ام الخیر البغدادیہ - یہ یکتاء عصر محدثہ جو جمال النساء کے نام سے زیادہ مشہور ہین بغداد کی رہنے والی تہین - انہون نے اپنے زمانے کے متبحر اور مشہور و معروف عالمون سے جو علم و فضل مین کمال رکہتے تہے اور جو تدریس و تعلیم سے طالبعلمون کو فائدہ پہونچاتے تہے ابن البطی - وابو المظفر الکاغذی - اور شجاع الحربی کو دیکہا تہا - اور اون سے علم حدیث حاصل کیا تہا - اسکے بعد اونہون نے خود بہی تعلیم و اشاعت حدیث مین سعی بلیغ کی تہی - اکابر محدثین مثلاً اسمعیل بن عساکر - قاضی تقی الدین سلیمان ابن سعدہ - ابن شحنہ - فاطمہ بنت سلیمان اور دیگر علماء متبحرین نے اس عورت سے اجازہ حاصل کیا تہا - علم و فضل کے علاوہ ان مین اعلی درجے کا زہد و ورع بہی تہا - وہ کئی بار حج کو مکہ معظمہ گئی تہین سنہ ۶۴۰ھ مین وہ راہی سفر آخرت ہوئین -

ام الفتح - یہ مشہور و معروف محدثہ احمد بن کامل خلف بن شجرۃ بن منظور الشجری البغدادی کی لڑکی تہین - علم حدیث مین انکو اسقدر شہرت حاصل ہوئی کہ انکا لقب ابنتہ السلام پڑگیا

حدیث کی تعلیم سے انہون نے ایکزمانہ دراز تک خلق اللہ کو فائدہ پہونچایا۔ بہت سن رسیدہ ہونیکے بعد وہ ۸۰۶ھ مین راہی ملک بقا ہوئین۔

ام کحہؓ - یہ محدثہ عورت اوس بن ثابت انصاری کی بی بی تہین۔ جنکو آنحضرت کی صحبت کا فخر حاصل تہا۔ اور وہ خود بہی صحابیہ مین تہین۔ جب اونکے شوہر اوس غزوہ احد مین فوت ہوئے صرف یہ اور انکی دو لڑکیان باقی رہین تو اسکے عمزادون نے حسب رسم وعادت ایام جاہلیت یہ چاہا کہ انکا تمام مال واسباب ضبط کر لیا جائے اور ام کحہؓ اور اسکی دونون بیٹیان ترکے سے محروم رہین۔ ایام جاہلیت کی یہ رسم تہی کہ شوہر کے مال مین زوجہ اور باپ کے ترکہ مین بیٹیون کا کوئی حق نہ تہا۔ اور انہین کوئی میراث نہین دیجاتی تہی۔ اسی مطلب پر یہ آیہ شریفہ مبنی ہے کہ "تاکلون التراث اکلا لما" اور اسی وقت قرآن مجید کی یہ آیت بہی نازل ہوئی کہ "للنساء نصیب" سید انام علیہ الصلواۃ والسلام نے اوسکے عمزادون کو ام کحہؓ کے مال مین دست اندازی کرنے سے ممانعت کی بعدازان یہ آیت کریمہ "یوصیکم اللہ" وارثون کو حصہ دینے کے لئے نازل ہوئی۔ اسی آیہ کی بنیاد پر ام کحہؓ کو آٹھوان حصہ اور اونکی لڑکیون کو تیسرا حصہ دیا گیا اور باقیماندہ مال اوسکے عمزادون کی حوالے کر دیا۔

ام ہانی بنت فہد - اس لایق محدثہ کے باپ حافظ تقی الدین بن محمد بن فہد الہاشمی تہے۔ انکو علم حدیث مین اسقدر کمال حاصل تہا کہ علامہ سیوطی انکی شاگردی کو اپنا فخر سمجہتے رہے۔ ذیقعدہ ۸۵۰ھ مین پنجشنبہ کے روز وہ پیدا ہوئی تہین۔ انتقال کا حال معلوم نہین ہے۔

ام ہانی مریم - یہ مشہور ومعروف محدثہ شیخ نور الدین بن ابو الحسن علی بن قاضی القضاۃ تقی الدین عبد الرحمن بن عبد المومن الہوریني الشافعی کی لڑکی تہین۔ انکا ایک لڑکا تہا جو اپنے وقت کا علامہ تہا۔ اوسکا نام علامہ سیف الدین حنفی تہا۔ شعبان کے مہینے ۷۷۸ھ مین پیدا ہوئی تہین اور (۹۳) برس زندہ رہکر شب شنبہ سلخ ماہ صفر ۸۷۱ھ کو انتقال کیا۔ اس ذہین عورت نے فرقان مجید۔ کتاب ملحہ منظومہ جو نحو مین ہے اور فقہ شافعی

کی کتاب مختصر ابی شجاع کو حفظ یاد کیا تھا۔ انکے نانا فخر الدین القایاتی نے انکو ساتھ برس کے سن سے علم تحصیل کرایا تھا۔ اونہون نے اپنے زمانہ کے مشاہیر محدثین سے احادیث اور مسائل فقہ سماعت کی تہی۔ پہر اونہون نے امام سیوطی کو علم حدیث کی تعلیم دی تہی۔ امام سیوطی نے ام ہانی مریم۔ ام ہانی قہدہ اور ام ہانی بنت ابوالفوارس کا ذکر اپنی کتاب المنجم فی المعجم مین کیا ہے۔

الجلیتہ السلطانیہ۔ یہ محدثہ سلطان عادل ابی بکر بن ایوب فرمانرواے مصر وشام کی دختر نیک اختر تھین۔ گو انکا اصلی نام تو مولنسہ تھا مگر علم وفضل کی جلالت اور قدر سے الجلیتہ السلطانیہ مشہور ہوئین۔

اروی بنت الحارث۔ حارث بن عبدالمطلب کی لڑکی تھین۔ انکے لڑکے کا نام مطلب بن ابی وراعتہ اسہمی تھا۔ حضرت رسول صلعم کی چچازاد اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حقیقی بہن تہین۔ صحابیہ مین انکا شمار ہے۔ مان کا نام غزیہ دختر قیس بن طریف از نسل حارث بن فہر بن مالک تھا۔ جواہر الملتقطہ کے مصنف لبیب افندی نے ایک مقام پر اروی کی ایک نقل لکھی ہے کہ امیر معاویہ کا شاہانہ دربار گرم تھا۔ اتفاق سے اروی کو چھہ ہزار دینار کی ضرورت پیش آئی۔ اروی امیر کے دربار مین گئی اور چھہ ہزار دینار کی درخواست کی۔ امیر معاویہ نے فوراً چھہ ہزار دینار منگوا کر دیئے۔ دینے کے بعد امیر نے اروی کو مخاطب کرکے کہا کہ اگر تیرے چچا کے لڑکے حضرت علی میری جگہ ہوتے تو یہ عطیہ تجہکو کبھی نہ دیتے۔ اروی ان کلمات کو سنکر نہایت آبدیدہ ہوئی اور ابوالاسود الدئلی کے مرثیہ کے وہ اشعار جو حضرت علی ابن ابی طالب کی شان مین لکھے تھے پڑھے۔

اشعار

الا یا عین ویحک اسعدینا	الا تبکی امیر المومنینا

تبکی امّ کلثوم علیه ۔۔۔ بعبرتها وقدرت الیقینا
الاقل للخوارج حیث کانوا ۔۔۔ فلا قرت عیون الشامتینا
افی الشهر الحرام فجعتمونا ۔۔۔ بخیر الناس طرا اجمعینا
قتلتم خیر من رکب المطایا ۔۔۔ فذللها ومن رکب السفینا
ومن لبس النعال ومن حذاها ۔۔۔ ومن قرء المثانی والمبینا
وکل مناقب الخیرات فیهم ۔۔۔ وحب رسول رب العالمینا
لقد علمت قریش حیث کانوا ۔۔۔ بانک خیرها حسبا ودینا
اذا استقبلت وجهه ابی الحسین ۔۔۔ رایت البدر راق الناظرینا
وکنا قبل مقتلهم بخیر ۔۔۔ نری مولی رسول الله فینا
یقیم الحق لا یرتاب فیهم ۔۔۔ ویعدل فی العدا والاقربینا
ولیس بکاتم علما لدیهم ۔۔۔ ولم یخلق (مخلوق) من المتجبرینا
کان الناس اذ فقدوا علیّا ۔۔۔ نعام حار فی بلد سنینا
فلا تشمت معاویه بن حرب ۔۔۔ فان بقیه الخلفاء فینا

امیر معاویہ نے یہ اشعار سنکر اپنی گردن جھکالی۔ اور کہا اے اروی مین قسم کہاتا ہون کہ تو نے جو اسوقت پڑہا اوس سے حضرت علی افضل تر ہین۔ اوسکے بعد اوس نے اور بہت کچھہ دیا اور اروی رخصت ہوئی۔ بعض مورخین مذکورالصدر اشعار کو اروی بنت الحارث ہی کی طرف منسوب کرتے ہین۔

اروی بنت عبدالمطلب۔ حضرت عبدالمطلب حضرت رسولؐ خدا کے جد کی لڑکی تہین۔ یہ اعلی درجے کی تعلیم یافتہ شمار کی جاتی ہین۔ انہون نے اپنے پدر بزرگوار کے چند مرثیے لکھے ہین۔ جنکے بعض اشعار لکھے جاتے ہین **اشعار**

بکت عینی وحق لها البکاء ۔۔۔ علی سمح سجیتہ الحیاء

علی سہل الخلیقة ابطحی ‎ ‎ کریم الخیم نیتہ العلاء
علی الفیاض شیبة ذی المعالی ‎ ‎ ابیک الخیر لیس لہ کفاء
طویل الباع املس شیظمی ‎ ‎ اغر کان غرتہ ضیاء
اقب الکشح اروع ذی فضول ‎ ‎ لہ المجد المقدم والثناء
ابی الضیم ابلج ہبرزی ‎ ‎ قدیم المجد لیس بہ خفاء
ومعقل مالک وربیع فہر ‎ ‎ وفاصلہا اذا التمس القضاء
وکان ہو الفتی کرما وجودا ‎ ‎ وباسا حین تنسکب الدماء
اذا ہاب الکماة الموت حتی ‎ ‎ کان قلوب اکثرہم ہواء
مضی قدما بذی رای حسیب ‎ ‎ علیہ حین تبصرہ البہاء

سیرۃ ابن ہشام اور مضامرات محی الدین مین لکہا ہے کہ مسطور الصدر مرثیہ اروی نے قبل اپنے باپ کے انتقال کے لکہا تہا جناب عبد المطلب نے اپنی بیٹیون اروی و ام حکیم البیضا و امیمہ و برہ و صفیہ اور عاتکہ کو اپنے مرض موت کی حالت مین بلایا اور کہا کہ جو مرثیے تم میرے مرنے کے بعد کہتین وہ قبل میرے مرنے کے کہو۔ خدا نے ان سب کو وہ طبیعت اور ذہن عطا کیا تہا جسکے باعث یہ عورتین بہت مشہور و معروف ہوگئین۔ حضرت عبد المطلب کی لڑکیون نے اپنے باپ کی وصیت اوسی وقت پوری کی اور تمام لڑکیون نے ایک ایک مرثیہ لکہا۔

اسماء بنت عبد اللہ۔ یہ عورت قبیلہ بنی عذرہ مین تہی۔ یہ نہایت فصیحہ تہی اسکی ایک کہی ہوئی مثل تمامی عرب مین مشہور ہے اسکی دو شادیان ہوئی تہین۔ اوس کے اول شوہر کا نام "عروس" تہا وہ بہی قبیلہ بنی عذرہ سے تہا۔ یہ شخص نہایت خوبصورت تہا۔ لیکن عمر نے وفا نکی اور تہوڑے ہی عرصہ مین اوس نے اپنی پیاری بی بی کو ہمیشہ کیواسطے چہوڑ دیا۔ اور راہی ملک بقا ہوا۔ اسماء بنت عبد اللہ نے وہ تہوڑا عرصہ

گزارسکے جسکو ہمارے پاک اسلام نے عدت کے ساتھ تعبیر کیا ہے دوسرے نکاح پر آمادہ ہوئی قسمت سے اسکا دوسرا شوہر ایسا کریہ منظر اور بدشکل تھا کہ وہ اوس سے نہایت ناخوش رہا کرتی تھی۔ یہ بیعیب شوہر جب اسماء مذکورہ کو اپنے گھر لیے چلا تو اوسکی بی بی نے کہا کہ مجھکو اپنے مرحوم شوہر کی قبر پہ گریہ وزاری کرنے کی اجازت دے۔ جب اوسکے شوہر نے اجازت دی تو اوس نے اپنے پہلے شوہر عروس کی قبر پہ اسطرح گریہ وزاری شروع کی کہ سننے والون کے دل ہلجاتے تھے۔ اوسوقت اوس نے یہ فقرے اپنی زبان سے نکالے

فقرے

ابکیک یا عروس الاعراس یا ثعلبا فی اهله واسدا عند الناس
مع اشیا لا تعلمها الناس

یعنی مین تجھہ پہ گریہ وزاری کرتی ہون اے عروس عروسون کے۔ اے وہ شخص کہ تو رحم کرنے کیوقت مین نہایت نرم دل۔ حلیم۔ اور بردبار تھا۔ اور لڑائی کیوقت مین تیری شباہت مثل شیر کے تھی۔ اور تجھہ مین ایک ایسی صفت تھی کہ دوسرے لوگ اوس سے محروم تھے۔

اوسکا شوہر جو ایک طرف کھڑا ہوا تھا اس آخری کلمہ پہ چونک اوٹھا۔ اور اپنی بی بی سے کہنے لگا کہ عروس مین وہ کون کونسی ایسی صفتیں موجود تھین جنکو دوسرون مین نہین دیکھتی۔ اس رونے والی نے کہا شعر

کان عن الهمة غیر نعاس ویعمل السیف صبیحات البأس

یعنی وقت پڑنے پر ذرا بھی تسامح اور تغافل نہین کرتا تھا۔ بلکہ شمشیر اوسکے ہاتھہ مین ہوتی تھی اور وہ اپنے دشمن کے مقابلہ سے نہین ہٹتا تھا۔ ابہ تھوڑی دیر کے بعد اسماء نے اپنے پیارے مغفور عروس کی مدح مین یہ فقرے پڑھے

یا عروس الاغر الازهر الطیب الخیم الکریم المحضر

معر اشیاء لہ لا تذکر

یعنی اے میرے پیارے عروس تیری پیشانی نہایت درخشان تہی - تیرا خلق نہایت پاکیزہ تہا - اور تجہہ مین وہ محاسن حمیدہ تہے کہ جسکو مین اپنی زبان سے ادا نہین کر سکتی اسکے موجودہ شوہر نے اس سے پہر دریافت کیا کہ عروس کے اون صفات کو بیان کر جو خاص اسمین موجود تہے - لیکن زبان پر نہین آ سکتے - اسماء نے اسکے جواب مین یہ کلمے زبان سے نکالے۔

کان عیوفا للخنا و المنکر الیسی غنیرا عسر | طیب النکہتہ غیر الجنر

یعنی عروس مرحوم بُرے افعال سے بہت پرہیز کرتا تہا - اوسکے جسم سے نہایت عمدہ خوشبو آتی تہی - اوسکے دہن سے وہ بدبو نہین آتی تہی جو دوسرون کے مونہہ سے آتی ہے - اوسکا موجودہ شوہر سمجہہ گیا کہ آخری فقرہ میرے اوپر حملہ کر رہا ہے کیونکہ خود بدگندہ دہن تہا - اب دونون میان بی بی یہان سے روانہ ہوئے - مگر اسماء نے اپنا عطردان یہین چہوڑ دیا - شوہر نے اسماء سے اسکا سبب دریافت کیا کہ تو نے اپنا عطردان یہان کیون چہوڑ دیا - اسماء نے اسکا جواب دیا کہ لا عطر بعد عروس یعنی عروس کے بعد کوئی دوسرا عطر نہین استعمال کرنا چاہئے - یہ عربی کا فقرہ تمامی عرب مین ایک مثل ہو گیا اور اب اسطرح سے استعمال ہوتا ہے "لا مخباء لعطر بعد عروس" نہین ہے قدر عطر کی بعد عروسی کے -

اسماء بنت یزید الانصاریہ - اس عورت کے باپ کا نام یزید بن السکن الاشہلی تہا یہ حضرت صحابہ مین شمار کئے جاتے ہین - یہ عورت بہی صحابیہ مین سے تہی - اسکی فصاحت کی تمامی عربستان مین شہرت تہی ایک مرتبہ خود آنحضرت صلعم نے اسکی فصاحت پر تعجب کیا تہا - ایک مرتبہ یہ عورت پیغمبر اسلام کے پاس حاضر ہوئی او خدمت

بابرکت مین یہ عرض کیا کہ مین اپنے تمامی ہمجنسون کی طرف سے آپکی خدمت مین حاضر ہوئی ہون۔ اس عورت نے اپنی عرض کو اسطرح سے شروع کیا "بابی انت وامی یارسول اللہ انا وافدۃ النساء الیک ان اللہ عزوجل بعثک الی الرجال و النساء کافۃ فامنابک وبہ الھک وانا معشر النساء محصورات مقصورات قواعد بیوتکم ومقضی شھواتکم وحاملات اولادکم وانکم معشر الرجال فضلتم علینا بالجمع والجماعات وعیادۃ المرضی وشھود الجنائز والحج بعد الحج وافضل من ذلک الجھاد فی سبیل اللہ عزوجل وان الرجل اذا خرج حاجا او معتمرا ومجاہدا حفظنا لکم اموالکم وغزلنا اثوابکم وربینا لکم اولادکم فما نشارککم فی ھذا الاجر والخیر؟"

یعنی اے پیغمبر آپ کے اوپر سے ہمارے مان اور باپ فدا ہون مین اپنے ہمجنس عورتون کی طرف سے آپکی خدمت مین حاضر ہوئی ہون۔ آپکو خدائے عزوجل نے تمام عورتون اور مردون پر مبعوث کیا ہے۔ اور ہم سب آپکی رسالت اور خدا کی وحدانیت پر اسلام لائے ہین۔ اے پیغمبر ہم سب عورتین اپنے اپنے شوہرون کے ساتھ اپنے اپنے گھرون مین رہتے ہین۔ ہم سے لڑکے بالے پیدا ہوتے ہین۔ اور آپ لوگ مسجدون مین جاکر نمازین پڑھتے ہین۔ بیمارون کی عیادت کرتے ہین۔ بار بار حج کرتے ہین۔ خدا کی راہ مین جہاد کرتے ہین اگر آپ لوگ یہ کام کرتے ہین تو ہم آپکے اموال کی حفاظت کرتے ہین۔ آپ کے لباس کیواسطے سوت کاتا کرتے ہین لڑکون بالون کی نگہداشت اور تربیت کرتے ہین۔ اس صورت مین ہم لوگ بھی آپ لوگون کے ساتھ عمل خیر کی جزا مین شریک ہین یا نہین۔ حضرت رسول خدا صلعم نے یہ سنکر صحابہ سے فرمایا تم لوگون نے کبھی ایسی عمدہ فصیح گفتگو کسی شخص کی سنی ہے۔ صحابہ نے جوابدیا کہ ہم نے کبھی ایسی گفتگو کسی عورت کی نہین سنی۔ اسکے بعد رسول خدا نے اسماء کے جواب مین ارشاد فرمایا کہ "اے عورت تو اپنے ہمجنسون سے کہدے کہ اگر تم لوگ اپنے شوہرون کو خوش

رکھو گی تو تمکو تمام اعمال خیر کی جزا ملیگی جنکو تو نے اپنی زبان سے ابھی بیان کیا ہے۔
اسماء بنت شمس الدین - اسکا باپ بہت بڑا محدث گزرا ہے - اسکے لڑکے کا نام
شیخ تقی الدین تہا - ابن حجر عسقلانی کے پانچ سال قبل پیدا ہوئی تہی - یعنی ۷۴۲ھ مین -
اسکے پہلے شوہر کا نام ربلی تہا - اوسکے مرنے کے بعد علاؤ الدین مقریزی کے ساتہہ نکاح
کیا - یہ عورت فاضل اجل اور صاحب تقوی تھی - اسکی ایک بہن تھی جسکا نام امۃ الرحیم تھا -
اسماء العامریہ - اندلس کے ایک شہر اشبیلیہ کی رہنے والی تہی - اسکے قبیلہ کا نام
آل بنی عامر تہا - یہ عورت کامل التعلیم یافتہ تھی - خوشنویس اعلے درجہ کی تہی نظم و نثر دونون
کا پایہ بڑہا ہوا تھا - اس نے ایک بہت لمبا چوڑا قصیدہ اپنے گہر کی خانہ داری مین لکہا
ہے کہ وہ کیونکر اپنے مال و اسباب اور گہر کی نگہبانی کیا کرتی تہی اوسکے قصیدہ سے دو شعر
ہم بہی نقل کئے دیتے ہین - سیر الموحد بن عبد المومن علی نے بہی اوسکے دو شعر بہی لکہے ہین

اشعار

عرفنا النصر والفتح المبینا	لسیدنا امیر المومنینا
اذا کان الحدیث عن المعالی	رایت حدیثکم فیہا شجونا

قصیدہ کے آخری شعرون مین اسنے اپنا حسب و نسب بہت اچہی طرح سے ظاہر کیا ہے -
اسماء عبرت - یہ عورت اسلامبول کی رہنے والی تھی - اسکے باپ کا نام احمد آقا تھا
اسکے شوہر کا نام محمود جلال الدین تہا جو خوشنویسی مین مشہور و معروف ہے - اسماء عبرت
نے خطاطی مین اپنے شوہر سے زیادہ مہارت حاصل کی تہی - اس نے خود اپنے شوہر سے
اس فن کو سیکہا تہا - جلال الدین نے بہی خطاطی کے تمام نکات اسکو سکہا دئے تھے -
جلال الدین اپنے نام کے ساتہہ اپنی بی بی کا نام بہی لکہا کرتا تہا - خطوط ممتاز مین اسکے ہاتھ کے
بہت سے خط لکہے ہوئے ہین - ابن کثیر نے اسی طرح کی گیارہ عورتین گنائی ہین -
اعتماد - یہ عورت معتمد بن عباد سلطان اشبیلیہ کی بی بی تہی - اسکی لڑکی نام بثینہ تھا -

علم ادب مین اسکو کامل دستگاہ حاصل تھی۔

اعرابیہ شیخ محی الدین اپنے مسامرات مین لکھتے ہین کہ یہ عورت بادیہ نجد سے تھی اور اپنے وقت کی نامی شاعرہ تھی۔ اسکے مزاج مین حد درجے کی صفائی اور شایستگی تھی۔

خدیجہ بنت عبدالوہاب نے ایک حکایت لکھی ہے کہ خلفاے بنی عباس مین سے ایک شخص اعرابیہ پر عاشق ہوا۔ چند مہینون کے بعد خلیفہ کا اعرابیہ کے ساتھ نکاح ہوگیا خلیفہ اپنی بی بی کو دارالخلافت مین لے آیا۔ وہان کی آب و ہوا اعرابیہ کو ناموافق ہوئی۔ اور بجاے بشاشت اور بشاشت کے اوسکی حالت روز بروز غیر ہوتی گئی۔ اگرچہ اس کا شوہر ایک خلیفہ وقت تھا۔ تمام آرام و آسایش کی چیزین مہیا تھین۔ مگر اوسکے خادمون مین اسکی لیاقت نہین تھی کہ وہ مکان کو اوسکے فرنیچر سے آراستہ کرتے۔ اعرابیہ کا دل اس مقام سے نہایت پریشان ہوا۔ کھانا پینا بالکل ترک کردیا۔ اوسکے چہرے پر اداسی چھائی رہتی تھی۔ دل تنگ ہوگیا تھا۔ وحشت ہر وقت دامنگیر رہا کرتی تھی۔ اوسکے شوہر خلیفہ نے ایک دن اوس سے پوچھا کہ جب سے تو یہان آئی ہے مین نے تجھکو ہنستے بولتے نہین دیکھا۔ تیرے چہرے پر نہ بشاشت معلوم ہوتی ہے۔ نہ کھانا اچھی طرح کھاتی ہے۔ آخر اسکا سبب تو کچھ بتا کہ جسکا علاج کیا جائے۔

اعرابیہ نے خلیفہ کو جواب دیا کہ مجھکو جنگل کی ہوا خوشگوار معلوم ہوتی ہے۔ جنگل کے نصب شدہ خیمے مجھکو بہشت کا مزا دیتے ہین۔ جنمین جنگل کی ہوائین چارون طرف سے آتی ہون نہرین بہہ رہی ہون۔ آبشار چل رہے ہون۔

ان بہتے ہوئی نہرون اور آبشارون کی آوازین جسوقت میرے کان مین پڑتی ہین اُس وقت میرا دل باغ باغ ہوجاتا ہے۔ خلیفہ نے دجلہ کے کنارے پر ایک نہایت پُرفضا کوٹھی تیار کراکے اعرابیہ کو اوسمین بھیجدیا۔ دجلہ کے کنارے پر خلیفہ نے کوٹھی یہ سمجھکر بنوائی کہ اعرابیہ کو اپنا وطن نجد یاد آتا ہے اس کوٹھی کا نام معشوق رکھا تھا۔ نجد ایک

بہت بڑا جنگل ہے۔ جہان قبیلہ بنی عامر کا فرودگاہ اور مسکن تہا۔ مجنون عامری نے اپنے رہنے کے لئے یہی جگہہ پسند کی تہی۔ یہان ریگستانی ٹیلے بہت تھے۔ بہت سی نہرین بہتی ہوئی نظر آتی تہین۔ اسی سبب سے جب اعرابیہ نے اس کوٹہی مین قدم رکہا تو اسکو وادی نجد کا گمان ہو گیا۔ یہ دیکہکر اوسکا دل اور بے چین ہو گیا اور پہلے سے زیادہ محزون رہنے لگی۔ ایک روز اوسکا شوہر خلیفہ خفیہ طور سے اوس کوٹہی مین آیا اور اعرابیہ کو گریہ وزاری کرتے سنا۔ جو اپنے خاص تصنیفی اشعار مین سرود کر رہی تھی۔

اشعار

وما ذنب اعرابیۃ قذفت بھا	صروف النوی من حیث لم تک ظنت
تمنت احالیب الرعاۃ وخیمۃ	بنجد فلا یقضے لھا ما تمنت
اذا ذکرت ماء العذیب وطیبہ	وبرد حصاہ آخر اللیل انت
لھا انۃ عند العشاء واٰنۃ	سحیرا ولولا اناتاہ لجنت

بعض لوگ لکہتے ہین کہ قیس عامری کے دیوان مین اول تین شعر کچہہ خیری تغیر کے ساتہہ دیوان مذکور مین لکہے ہین اور تیسرا شعر اعرابیہ نے کہا ہے۔ خلیفہ نے جب پوشیدہ طور سے اعرابیہ کی گریہ وزاری سنی تو بہت پریشان ہوا اور خیال کیا کہ اسکو نجد مین بہیجدینا مناسب ہے۔ آخرکار اعرابیہ سے کہا کہ مین تجہکو تیرے وطن مین بہیجے دیتا ہون مین معشوق محل سے تیرے پاس شکار کے بہانے آیا کرونگا۔ اور وہان تجہسے ملاقات کیا کرونگا۔

امامہ بنت خزوج۔ یہ ایک عربی عورت تہی۔ اسکی طبیعت نہایت موزون واقع ہوئی تہی۔ اسکی فصاحت عرب مین مشہور ہے اسود بن قنان جو عرب کے بہت بڑے جوانمردون مین شمار کیا جاتا تہا۔ اوسکی مدح مین امامہ نے ایک قصیدہ لکہا ہے جس کے تین شعر یہان لکہے جاتے ہین۔

اشعار

اذ شئت ان تلقی فتی لو وزنته ۔۔۔ بکل معنی وکل بیان
وفی بها فضلا وجودا وسوددا ۔۔۔ وزنا فذاک الاسود بن فنان
فتی لایری فی ساحة الارض مثله ۔۔۔ لیوم ضراب او لیوم طعان

امامة المریدیہ - اسکے نام مین کچھ اختلاف ہے بعض اسکو اسامہ کے نام سے پکارتے ہین اور بعض امامہ کے نام سے - یہ عورت صحابیہ مین شمار کی جاتی ہے - اوسکا قبیلہ مرید کے نام سے مشہور تہا - یہ عورت نہایت قابل اور لایق تہی - ایک شخص ابو عفک یہودی آنحضرت سے جانی دشمنی رکہتا تہا - اپنی خبث طبیعت اور بد باطنی کیوجہ سے ہمیشہ ایذا رسانی کی فکر مین رہا کرتا تہا - جسوقت اوسکو اوس کے کسی دشمن نے قتل کر ڈالا اور اسکے قتل کی خبر امامہ کو ملی تو اوسنے ابو عفک یہودی کے حال مین چند شعر لکہے - دو شعر یہان بہی لکہے جاتے ہین -

اشعار

تکذب دین الله والمرء احمدا ۔۔۔ لعمر الذی امناک اذ بئس ما یمنی
حباک حنیف آخر الدهر طعنة ۔۔۔ ابا عفک خذها علی کبر السن

امة الله - یہ ایک اسلامبولی عورت تہی - ادب مین اسکو کامل دستگاہ حاصل تہی آلہیات مین اسکو پورا دخل تہا - سنہ ۱۰۵۲ ہجری کے قریب اسکی پیدایش کا سال بیان کیا جاتا ہے - کیونکہ سلطان محمد خان رابع کی ہمعصر تہی اسکے باپ کا نام قامتی زادہ تھا - اسکی عمر (۶۳) سال کی تہی یعنی سنہ ۱۱۱۵ ہجری مین اسکا انتقال ہوا تہا - ترکی زبان مین اسکا ایک پورا دیوان تیار ہے جو صدقی امة الله کے نام سے مشہور رہا ہے - صدقی تخلص کرتے تہے

امة الخالق - عبد اللطیف بن صدقہ بن عوض المنادی العقبی کی لڑکی تہی - یہ عورت اپنے زمانہ مین محدثہ شمار کیجاتی تہی - سنہ ۸۱۳ ہجری مین پیدا ہوئی تہی - جمال الدین حنبلی کی

مجلس مین حاضر ہوکر مسند احمدی و معجم صغیر طبرانی کے سبق لیا کرتی تھی۔ سیرۃ ابن ہشام ہر وقت اوسکے پیش نظر رہا کرتی تھی۔ اس کتاب سے اس نے بہت سے فوائد حاصل کئے تھے۔ محدثین وقت نے اسکی قابلیت اور لیاقت دیکھکر اسکو اجازت دی تھی۔ الفیہ بن مالک اور منہاج العابدین کو اسنے خود لکھا تھا اور یہ دونون کتابین اس کو ازبر یاد تھین بعض محدثین نے اوس سے بہت سی روایتین نقل کی ہین ٩٢٠ھ ہجری مین اوسکا انتقال ہوگیا۔ یہ عورت بہت مسن تھی۔ امام سیوطی نے اپنی کتاب معجم مین اسکا ذکر کرکے اوسکے یہ شعر لکھے ہین۔

اشعار

هي المقادير تقضي او قدر ۔۔۔ ان كنت اخطات فما اخطا القدر
اذا اراد الله امرا بامرئ ۔۔۔ وكان ذا عقل وسمع وبصر
اصم اذنيه واعما قلبه ۔۔۔ وسله من عقله سل الشعر
حتى اذا انفذ فيه حكمه ۔۔۔ رد اليه عقله ليعتبر

امۃ العزیز شریفیہ۔ اندلس کی رہنے والی تھی۔ شعرگوئی اور ادب مین اوس کو بہت دخل تھا۔ صاحب نفح الطیب نے یہ دو شعر اوسکی طرف منسوب کئے ہین۔ اس مین ایک خاص لطف اور ہے جسکو ناظرین پڑھکر خود سمجھ لینگے۔

اشعار

لحاظكم تجرحنا في الحشا ۔۔۔ ولحظنا يجرحكم في الخدود
جرح بجرح فاجعلوا ذا بذا ۔۔۔ فما الذي اوجب جرح الصدود

ام حکیم البیضاء حضرت عبدالمطلب کی صاحبزادی تھین۔ آپ کا بدن نہایت چمکیلا اور سڈول تھا۔ عرب کے لوگ آپکے جسم کو بیضاء اور رقبیہ الدیباج کہا کرتے تھے۔ آپکی طبیعت نہایت ناظم واقعہ ہوئی تھی۔ اور نہایت قادر الکلام تھین۔ اپنے باپکے مرثیے

مین جو اونھون نے اشعار لکھے ہین اونمین سے چند یہان لکھے جاتے ہین:۔

اشعار

الا یا عین جودی و استھلے	وبکی ذا الندی و المکرمات
الا یا عین ویحک اسعدینی	بدمع من دموع ھاطلات
وبکی خیر من رکب المطایا	اباک الخیر تیار الفرات
طویل الباع شیبۃ ذی المعالی	کریم الخیم محمود الحسیات
وصولا للقرابۃ ھبرزیا	وغیثا فی المنین الممحلات
ولیثا حین تشتجر العوالی	تروق لہ عیون الناظرات
عقیل بنی کنانۃ والمرجی	اذا ما الدھر اقبل بالھنات
ومفزعھا اذا ما ھاج ھیج	بداھیۃ خصم المعضلات
فبکیہ ولا تسمی لحزن	وابکی ما بقیت الباکیات

ام الدرداء نبی اکرم صلعم سے اس عورت نے بہت سی حدیثین سنی تہین اور نیز اپنے شوہر سے جسکا نام عمیر تہا۔ (یہ شخص بہت بڑا حکیم تہا) حضرت رسول خدا فرمایا کرتے تہے کہ عمیر ہماری امت کا حکیم ہے۔ ابن کثیر لکھتے ہین کہ ام الدرداء بڑی فاصلہ و قابلہ تہی

ام رعلتہ القشیریہ - یہ عورت نہایت فصیح اور موزون طبیعت کی تہی۔ خوش بیانی اوسکی مشہور ہے۔ امام مستغفری نے اسکو صحابیہ مین لکھا ہے۔ حضرت نبوی کی رحلت کے بعد یہ عورت حسنین علیہما السلام کو گود مین لئے مدینہ کی گلیون مین پہرا کرتی تہی اور بہت رویا کرتی تہی۔ ایک دفعہ ان دونون بچون کو گود مین لئے ہوئے حضرت فاطمہ ع کے گہر مین داخل ہوئی اور یہ شعر جو اوسکی خاص تصنیف تہی پڑہا۔

یا دار فاطمہ المعمور ساحتھا	ھیجت لی حزنا حییت من دار

ام عقیل - حضرت عقیل بن ابیطالب کی مان تہین۔ نحوی کتابون مین جو کان کے

باب یہ شعر درج ہے انہین کا ہے ؎

انت تکون مساجد بنبیل	اذا ھب شمال بلیل

جسوقت عقیل رویا کرتے تھے اُس وقت اُنکی مان یہ شعر پڑہا کرتی تہین۔

ام العلا - خاص اندلس کا ایک بڑا تاجر تہا جسکی بیٹی تھی - تاجر کا نام یوسف تہا۔ یہ عورت صاحب طبع تھی - ادبیات مین عالم مانی گئی ہے - سنہ ۵۰۰ ہجری مین یہ عورت زندہ تھی - وادی الحجارہ مین پیدا ہوئی تھی اسکی فطانت اور فصاحت بہت مشہور ہے - صاحب نفح الطیب مین اوسکے یہ اشعار لکہے ہوئے ہین -

اشعار

کل ما یصدر عنکم حسن	وبعلیاکم تحلی الزمن
تعطف العین علی منظرکم	وبذکراکم تلذ الاذن
من یعیش دونکم فی عمرہ	فھو فی نیل الامانی یغبن

ام النساء - عبد المومن جو ایک بہت بڑا تاجر تہا اوسکی لڑکی تھی - فارس مین اسکی تجارت کا مال بہت جاتا تہا - ام النساء کی طبیعت نہایت موزون واقع ہوئی تھی - اسکے کلام مین نہایت آبداری اور فصاحت تھی - مسامرات محی الدین مین اسکا پورا قصیدہ لکہا ہے - غالبًا کسی کی فتح یا غلبہ مین یہ قصیدہ لکھا گیا ہے - کیونکہ ممدوح کی مدح اور شجاعت کا حال بہت کچھ لکہا ہے - تین شعر یہان بھی نقل کئے جاتے ہین

اشعار

جاء البشیر بوعد کان منتظر	فاصبح الخلق ما فی صفوۃ کدر
من خیر ھاد غدا بالھدی یامرنا	وفی وامرہ التسدید والنظر
لیث اذا اقتحم الابطال حومۃ	یغنی الکتاب لایبقی ولایذر

امام سیوطی لکہتے ہین کہ مین نے جمال الدین یوسف حفید حافظ ابن حجر عسقلانی کے خط

مین دیکھا ہے کہ اس شعر کو ام ہانی مریم نے چند شعر مین شرح کے ساتھ لکھا ہے شعر

اذا کنت لا تدری وغیرک لا یدری	اذا جن لیل هل تعیش الی الفجر

یہ اشعار ام ہانی کے ہین -

اشعار

فکن حامد الله شاکر فضله	علی سائر الاحوال فی السر والجهر
وکن ساجد الله مادامت دائما	لعلک تحظی بالسیادة والفخر
فیا ایها الانسان لا تک جاهلا	واعلم بان الله هو الکاشف الضر
حلیم کریم خالق الخلق کلهم	ورازقهم من غیر مل ولا فجر
وصل علی المختار اشرف خلقه	علیه سلام الله فی اللیل والفجر

ام الهناء - قاضی ابو محمد عبد الحق بن عطیه اندلسی کی لڑکی تھی - طبیعت مین بلا کا زور تھا - فی البدیہہ بہت کہا کرتی تھی - ادبیات سے ماہر تھی - ایک نقل فی البدیہہ شعر کہنے کی مشہور ہے - اسکے باپ قاضی ابو محمد جسوقت کسی عہدہ پر مامور ہوئے اور جس شہر مین مامور ہو کر جانے کو تھے وہ وطن سے بہت دور تھا - اپنے اہل عیال کو وطن ہی مین چھوڑنے کا ارادہ تھا اسوجہ سے گریہ کنان گھر مین داخل ہوئے - ام الهناء نے یہ حالت اپنے پدر بزرگوار کی دیکھی اور فوراً یہ شعر موزون کیا شعر

یا عین صار الدمع عندک عادة	تبکین فی فرح وفی احزان

صاحب نفح الطیب نے اس حکایت کو لکھا ہے -

ام الهیثم - ابن حجر عسقلانی - اصابہ مین لکھتے ہین کہ یہ عورت صحابیہ مین سے تھی اپنی شوخ اور چلبلی طبیعت کیوجہ سے نہایت فصیح شعر کہا کرتی تھی اس نے امامہ بنت ابی العاص کے دوسرے شوہر مغیرہ بن نوفل کے مرثیے مین یہ دو شعر لکھے ہین اشعار

اشاب ذوابتی واذل رکنی	امامة حین فارقت القرینا

تطیف بہ کما جتمعا البطر   ولما استیاست فوت ربنیا

امیمہ بنت عبد المطلب - یہ اونہین عورتون مین سے ایک عورت ہے جنہون نے اپنے باپ کی فرمایش سے قبل اوسکی موت کے مرثیے کہے تہے - فی البدیہ اشعار کے لکہنے نے اسکو بہت مشہور کر دیا تہا - اسنے بہی فوراً اپنے باپ کا مرثیہ اُس کے جیتے جی اوسیکی فرمایش سے تیار کیا تہا وہ لکہتی ہے -

اشعار

الاهلك الراعی العشیرة ذوا لفقد   وساقی الحجیج والمحامی عن المجد

ومن یالف الضیف الغریب بیوتہ   ذا ما سماء الناس تبخل بالرعد

کسبت ولید الخیر ما یکسب الفتی   فلم تنفك تزداد باشیبة الحمد

ابو الحارث الفیاض خلی مكانہ   ولا یبعدن فكل حی الی بعد

فانی لباك ما لقیت وموجع   وكان لہ اهلا لما كان من وجد

سقاك ولی الناس فی القبر ممطر   وسوف ابكیہ وان كان فی اللحد

فقد كان زینا للعشیرة كلها   وكان حمیدا حیثما كان من حمد

اغا بیگم - یہ عورت بہت بڑی شاعرہ تہی - اسکا حسب نسب مشہور ہے - اسمین جلالت اور اقتدار بہت پایا جاتا تہا - شاعرون پر نہایت مہربانی کیا کرتی تہی - بہت سے شاعر اسکے یہان نوکر تہے - انکو انعام واکرام سے سرفراز کیا کرتی تہی - اس عورت کا یہ شعر مشہور ہے ؎

آہ ازآن دامی کہ دارد رشتہ جان تاب ازو   وای ازآن لعلی کہ ہردم میخورم خوناب ازو

آغا بیگم - محمد خان ترکمانی کی دختر نیک اختر تہی - اسکی طبیعت بہی نہایت موزون واقع ہوئی تہی - اسکا یہ شعر مشہور ہے ؎

ہشیاران عالم ہر کرا دیدم غمی دارد   دلا دیوانہ شو دیوانگی ہم عالمی دارد

آغا دوست۔ یہ عورت ادب مین کامل تھی۔ اسکی طبیعت مین بھی ایک قسم کی موزونیت تھی۔ اسکا یہ شعر مشہور ہے ؎

ہر کجا آن مہ باین زلف پریشان بگذرد ⁂ ہر کہ بیند کفر زلف اوز ایمان بگذرد

آرزوی۔ یہ عورت سمرقند کی رہنے والی تھی۔ اسکا کلام نہایت دلپسند ہے اسکی یادگار اوسکے یہ دو مطلع ہین ؎

شندیم خناک بہت گر بدرد ماربی ⁂ چنان رویم کہ دیگر بگرد ما نرسی

ولہ

ماند داغ عشق او بر جانم از ہر آرزو ⁂ آرزو سوز است عشق من سراسر آرزو

آغا دوست ثانی۔ درویش قیام کی لڑکی تھی۔ علم عروض مین اسکو پوری دستگاہ حاصل تھی۔ اسکے یہ چند اشعار مشہور ہین۔

اشعار

ہر کجا آن مہ بآن زلف پریشان بگذرد ⁂ ہر کہ کفر زلف او بیند ز ایمان بگذرد

اے محبان بوالعجب دردیست درد عاشقی ⁂ ہر کہ دامنگیر داین درد شد ز درمان بگذرد

ہر کہ عاشق شد از دیگر سر و سامان مجو ⁂ زانکہ عاشق ترک سر گوید ز سامان بگذرد

در فراقش دوستی گیرد چو ابر نوبہار ⁂ گریۂ زارش چو بیند ابر گریان بگذرد

ام زینب فاطمہ۔ عباس کی لڑکی۔ بغداد اسکا وطن تھا۔ علم فقہ مین کامل دستگاہ رکھتی تھی۔ یہ اپنے وعظ و پند سے لوگون کو مستفید کیا کرتی تھی۔ نہایت عابدہ اور زاہدہ تھی۔ مصری اور دمشقی عورتین اس سے استفادہ حاصل کرنے کو حاضر ہا کرتی تھین۔ سنہ ۱۴۱ ہجری مین اوسکا انتقال خاص بغداد مین ہوا۔

اقبال بیگم۔ یہ عورت حیدرآباد کی رہنے والی ہے۔ بڑی صاحب لیاقت معلوم ہوتی ہے۔ اسکی تعلیم کا حال اور اندازہ اسکے ایک مضمون سے جو ۷۔ نومبر ۹۶ء کے پیسہ اخبار

مین شایع ہوا تھا معلوم ہو سکتا ہے اور وہ مضمون پردہ کی فضیلت پر لکھا تھا جو ناظرین
کے سامنے پیش کیا جاتا ہے -

پردہ کی فضیلت

اخلاقی مضامین - تمدنی داستانین تعلیم نسوان کے رسالے بہت لکھے گئے اور لکھے
جائینگے - مین چاہتی ہون کہ ایسا مضمون لکھا جاوے جو میری بہنون کیواسطے ایک
دستور العمل سمجھا جاوے - مین اس مضمون مین صرف خیالات ہی نہین ظاہر کرونگی
بلکہ حکماے بالغ نظر کے اقوال ونصایح کو جو میری نظرون سے گذرے ہین - بہ تفصیل
کے طور پر بیان کرونگی - مین آجکل اخبارون مین پردے کی نسبت مضامین وغیرہ
دیکھتی ہون - مناسب یہ سمجھا گیا کہ پردے کی نسبت کچھ لکھا جاوے - میری راے
ناقص مین اسلامی بہنون کیواسطے پردے کا ہونا عین رحمت الٰہی ہے - بعض
آزادی پسند اور نئی روشنی والون نے جو یہ راے قایم کی ہے کہ موجودہ پردہ شرعی
پردہ نہین ہے - محض غلط ہے - ہمارے ہادی کامل اور ناموس اکبر نے اسلام کی
مستورات کیواسطے پردے کی نسبت جسطرح حکم فرمایا ہے وہ عین مصلحت ہے -
"فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ"
ہمارے شافع محشر پیغمبر عرب کو جو کچھ اپنی امت سے محبت تھی وہ بیان کی محتاج نہین -
مین نہین خیال کرسکتی کہ انھون نے اپنی پیاری امت کی دوسری قومون کیطرح بے پردگی
کو پردہ تجویز کیا ہو - دوسری قومون کی عورات کی آزادی کے نتیجے جو روز بروز ظاہر
ہو رہے ہین وہی غیرت مندون کو تازیانہ کا کام دیسکتے ہین - اور بجاے ایک
تمدنی حالت کی مثال ہی بیان کرتی ہون جو ایک صاحبدل یا کسی نامہ سفر کا قول ہے
اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ بزرگان دین نے پردے کو مستورات اسلام کیواسطے
رحمت الٰہی خیال کیا ہے - اور یہ ممکن نہین کہ ہادیان بالغ نظر اس مخبر صادق ... [illegible]

کے احکام کے قدم بقدم نہ چلتے ہون - اور وہ قول یہ ہے ؎

نعمہ کہ سرپوش نہ بروے بود	از مگس و موران مان کے بود
شب چو نہ بندی سر دیگ نعیم	گربہ و سگ را ز ملامت چہ بیم

یعنی ایک خوان مین طرح طرح کی نعمتین ہین - اگر اوسکے اوپر سرپوش نہو تو ممکن نہین کہ مکھیون اور چینٹیون سے وہ کسی طرح محفوظ رہ سکے - اور اگر رات کو ایک دیگ زردہ یا پلاؤ کی پکا کر یونہی غفلت سے رکھدیجاوے - اوسکا منہہ نہ ڈھانپا جاوے یعنے اوسکی حفاظت نہ کیجاوے تو کتا اور بلی وغیرہ قابل ملامت نہین ٹہیر سکتے - ملامت کے قابل وہی شخص ہوسکتا ہے جس نے اوس دیگ کو حفاظت سے نہین رکھا -

یہی تمثیل پردے کی نسبت صادق آتی ہے - اسلام کے سواے دوسری قومون کی عورات کے خوان عصمت پر ہوس کے سگ و گربہ کی دست اندازیان اظہر من الشمس ہین - دراصل قانون فطرت بہی اسی کا مقتضی ہے کہ مرد باہر پہر کے کما کر بیوی کے پاس لاوے - اور بیوی گھر مین خانہ داری کے انتظام مین مصروف رہے - ہان اگر بیوی بہی خاوند کی طرح باہر ہی پہرتی رہے گی تو گھر کے انتظام کا حال ناگفتہ بہ ہے - ایک عالی دماغ فلاسفر نے کیسا اچہا لکھا ہے ؎

زن ز شوہر چو خزن قرون باشد	حال سامان خانہ چون باشد
زن کہ در کوچہ ہا بہ تگ باشد	زن نباشد کہ مادہ سگ باشد

اے میری بہنو - مین تمہارے سمجہنے کیواسطے ایک آسان تمثیل لاتی ہون جس سے تمہاری سمجہہ مین بخوبی آجائیگا - کہ عورتون کا گھر مین بٹہنا ہی راحت و آسایش کا باعث ہے اور مردون کا باہر پہرنا اور کاروبار مین مصروف رہنا ہی قانون قدرت کے مطابق ہے - دیکہو اگر چکی کے دونون تپہر جنبش کرین تو آٹا کیسے پیسا جائیگا - اسی طرح اگر عورت مرد دونون باہر پہرتے ہین تو گھر کا انتظام کیونکر ہوگا ؎

مرد شتابان بہ وزن باد رنگ | آمد تخیز دچو بجنبید چو سنگ

اے میری بہنو - تم اچھی طرح جانتی ہو کہ سرمہ آنکھون کیواسطے بنا ہے اور سفیدہ[1]
ہمارے منہ کیواسطے اگر اسکے برعکس ان دونون چیزون کا استعمال کیا جاوے -
یعنی سرمہ منہہ پر ملا جاوے اور سفیدہ آنکھون مین لگایا جاوے تو ہم کو کیا کہا جاویگا
خود ظاہر ہے کہ سرمہ منہہ پر ملا تو منہہ کالا ہوا - سفیدہ آنکھون کے استعمال مین لایا گیا
تو آنکھین اندہی ہوگئین - پس ہمکو بمقتضائے عصمت اوس حکیم کی نصیحت کو سننا
عصمت کے بارے مین تمثیل کے طور پر اپنی پیاری بچیون [illegible] کیا جاتا ہے - وہ
نظم کے پیرایہ مین نصیحت یہ ہے ؎

درخور آن زن کہ درش گوشہ نشیم | سر او بہ وابستہ ز نقیبہ چو چشم

اے میری بہنو - میرا یہ مدعا نہین ہے کہ محض گہر کے اندر ہی بیٹھے رہنے اور والدین یا
خاوند کی پاسبانی سے ہی عصمت قایم رہ سکتی ہے - نہین نہین ہرگز میرا یہ خیال نہین
ہے - بلکہ مین یہ کہتی ہون کہ پردے کے ساتھہ عورت کو خود اپنی عصمت قایم رکھنے کا
اختیار ہے - اگر وہ چاہے تو گوشہ مین بہی گنجینہ عصمت کو رایگان کہو سکتی ہے مثلاً
ایک بکری بکریون کے گلے سے نکلکر خود بہیڑیے کے پاس آجاوے تو اوس گلے کا
کیا قصور ہے جو اوس گلہ کی پاسبانی کر رہا ہے اسی مضمون کو ایک پاک خیال حکیم نے
نظم کیا ہے وہ یہ ہے ؎

بزچو خود آید سوی گرگ از شبان | سگ چہ کند گرچہ بود پاسبان

اے میری بہنو - بادام کی آنکہہ جب بے پردہ ہوگئی تو اوس کا مغز ہر ایک منہہ کا لقمہ
ہوگیا اور جب تک غنچون کی گرہ نہین کہلی اوسکے گریبان مین ہوا نہین جا سکتی -

[1] غالباً غازہ یعنی پوڈر سے مراد ہے -

عقلمندون کے واسطے یہی ایک تمثیل پردے کی نسبت کافی ہے۔
العاقل تکفیہ الاشارہ

اقبال بیگم ترک
تخلص پردہ نشین
مقیم حیدرآباد دکن۔

حرف الباء

بثینہ۔ قبیلہ عذرہ مین سے تہی۔ اسکی مان کا نام حیا تھا اور اسکے باپ کا نام ثعلبہ تہا۔ یہی شعر گوئی مین کامل دستگاہ حاصل تہی۔ تزیین الاسواق مین داود انطاکی نے لکہا ہے کہ اسکے ایک دوست کا نام جمیل تہا۔ جو نہایت خوش رو اور صاحب علم تہا۔ بثینہ کو جسوقت اسکے انتقال کی خبر پہونچی تو اوسوقت وہ بہت آبدیدہ ہوئی اور دو شعر کہے جو لکہے جاتے ہین۔

اشعار

وان سلوی عن جمیل لساعتہ	من الدہر ما حانت ولا حان حینہا
سواء علینا یا جمیل بن معمر	اذا مت باساء الحیاۃ ولینہا

یہ دونون شعر کہکر زمین پر گر پڑی اور دیر تک اوس پر غشی کی حالت طاری رہی۔
بثینہ۔ اسکے باپ کا نام معتمد تھا اور مان کا نام رمیکیہ تہا اور کبہی کبہی اعتماد کے نام سے بہی پکاری جاتی تہی۔ اس کے خاندان مین بہتیری فاضل اور ظریف گذرے ہین۔ اسکے دادا کا نام عباد المعتضد اور نانا کا نام ابو القاسم قاضی محمد تہا۔ اسکے اس کے تین بہائی تہے جنکا نام رشید۔ مامون۔ اور راضی تہا۔ بثینہ ایک مرتبہ

قید کردی گئی - قید کی حالت مین اوس نے اپنے مان باپ کے نام ایک منظوم خط لکھا جو یہان نقل کیا جاتا ہے -

اشعار

اسمع کلامی واستمع لمقالتی — فہی السلوک بدت من الاجیاد
لاتنکروا انی سبیت وا ننی — بنت الملک من بنی عباد
ملک عظیم قد تولی عصرہ — وکذا الزمان یاول للافساد
لما اراد اللہ فرقۃ شملنا — واذاقنا طعم الاسی من زاد
قام النفاق علی ابی فی ملکہ — قد نی الفراق ولم یکن بمراد
فخرجت ھاربۃ فحازنی امرء — لم یات فی اجمالہ لسداد
اذباعنی بیع العبید فضمنی — من صاننی الامن الانکاد
وارادنی لنکاح نجل طاھر — حسن الخلائق من بنی الانجاد
ومضی الیک یسوم رایک فی الرضا — ولانت تنظر فی طریق رشاد
فعساک یا ابتی تعرفنی بہ — ان کان ممن یرتجی لوداد
وعسی رمیکیۃ الملوک بفضلھا — تدعو لنا بالیمن والاسعاد

اسکے والدین نے جسوقت یہ خط پایا تو خدا کا شکر ادا کیا - اور اس خط کے جواب مین معتمد نے جو خط لکھا تہا اوس مین ایک شعر نصیحت آمیز بہی تہا جو یہ ہے ؎

بنتی کونی بہ برۃ — فقد قضی الدہر باسعافہ

بدویہ - اسکے شوہر کا نام آمر باحکام اللہ تہا - جو خلفاے فاطمی مین سے تہا اور مصر مین سلطنت کرتا تہا - اسکے شوہر نے ایک عالیشان قصر جسکا نام ہودج تہا رودنیل پر تیار کرایا تہا - کیونکہ اسکی طبیعت تنگ مکانات سے نفرت کرتی تہی - ہمیشہ فراخی اور وسعت پسند طبیعت یہ چاہا کرتی تہی کہ کہلا ہوا میدان ہوا اور اوسمین ایک عالیشان

عورت جسکو اشعار و اشعار جار و ظرافت سے گہرے ہوئے ہون۔ چونکہ قدرتی طور پر صباحت اور ملاحت کا حصہ اوسمین موجود تہا۔ اسوجہ سے اوسنے رودیل کے قصر مین جو ہو صبح کے نام سے موسوم تہا رہنا اختیار کیا۔ چونکہ بدویہ تعلیم یافتہ بہی تہی اسلئے فصاحت اور بلاغت مین بہی اوسکو حصہ ملا تہا۔ شعر خوب کہتی تہی۔

برہ۔ بنت عبد المطلب۔ اسکی بہن کا نام اروی تہا۔ یہ وہی عورت ہی جسنے اپنے باپ کے انتقال کے قبل مگر اوسکے حکم سے مرثیہ کہا تہا۔ جسکے چند شعر یہان لکھے جاتے ہین

اشعار

اعینی جودا بدمع درر	علی طیب الخیم والمعتصر
علی ماجد الجد داری الزناد	جمیل المحیا عظیم الخطر
علی شیبة الحمد ذی المکرمات	وذی المجد والعز والمفتخر
وذی الحلم والفضل فی النائبات	کثیر المکارم جم الفخر
له فضل مجد علی قومه	منیر یلوح کضوء القمر
اتته المنایا فلم تشوه	بصرف اللیالی وریب القدر

بنان۔ ابن ظافر لکہتا ہے کہ بنان اور فضل الشاعرہ خلیفہ متوکل کے زمانہ مین تہین ایک مرتبہ خلیفہ متوکل نے ان دونون عورتون کے بازو پکڑکے یہ شعر پڑہا ؎

تعلمت اسباب الرضا خوف سخطه	وعلمه حبی له کیف یغضب

اور کہا کہ تم دونون ایک ایک شعر کہو جو میرے شعر سے مناسبت رکہتے ہون۔ فضل نے فی البدیہہ یہ شعر کہا ؎

یصد وادلو بالمودة جاهدا	ویبعد عنی بالوصال واقرب

بنان نے بہی فوراً یہ شعر تصنیف کرکے سنایا ؎

وعندی له العتبی علی کل حالة	فما منه لی بد ولا عنه مذهب

ناظرین ان اشعار کی مناسبت کو خود ملاحظہ کر سکتے ہین۔

بی بی بیدلی ۔ شیخ عبد اللہ دیوانہ کی حقیقی بہن تھی۔ ہرات اسکا وطن تھا۔ علی حزین نے اسکا ذکر کیا ہے اسکا علم و فضل اگرچہ کامل نہ تھا۔ مگر کتب بینی کی بہت شوقین ہوئی تھی۔ اسکا یہ شعر مشہور ہے ؎

روم بباغ و ز نرگس و دیدہ وام کنم	کہ تا نظارۂ آن سرو خوش خرام کنم

بجارۃ الہلالیہ ۔ یہ عورت فصاحت مین مشہور ہے۔ اسکے دو شعر درج ہین۔

اشعار

یا ذیب دونک فاحتفر مزدارنا	سیفا حسام ما فی التراب دفینا
قد کنت ذخرا لیوم کریہۃ	فالیوم ابرزہ الزمان مصونا

حرف التاء

تقیہ الارمنازیہ ۔ سنہ ۵۰۵ھ ہجری مین پیدا ہوئی تھی۔ دمشق اسکا خاص وطن تھا اسکے باپ کا نام ابو الفرج تھا جسکا انتقال ۵۰۹ھ ہجری مین ہوا تھا۔ اسکے دادا کا نام السلام تھا۔ اسکے لڑکے کا نام ابو الحسن علی تھا اسکا انتقال صفر کے مہینے مین ۶۰۳ھ ہجری مین بمقام اسکندریہ ہوا۔ یہ عورت نہایت قابل تھی علم و فضل میں کامل تھی۔ اسکی فصاحت کی بہت شہرت تھی۔ تقیہ نے ابو الطاہر السلفی کی جو اسکندریہ کا رہنے والا تھا نوکری کر لی تھی۔ ابو طاہر کے پاؤن مین ایک مرتبہ چوٹ لگ گئی۔ اور اوسکی چھوٹی بہن نے اپنے دوپٹہ مین سے تھوڑا کپڑا پھاڑ کر ابو طاہر کے پاؤن مین باندھ دیا۔ تقیہ نے اسکے پاؤن کو دیکھکر فورًا یہ دو شعر کہے ؎

لو وجدت لہ سبیلا جدت بخدی	عوضا عن خمار تلک الولیدہ
کیف لی ان اقبل الیوم رجلا	سلکت دہرہا الطریق الحمیدہ

قاضی شمس الدین بن خلکان نے بیان کیا ہے کہ تقیہ نے ان شعرون کے مضمون کو ہرون بن یحیی المنجم سے اقتباس کیا ہے۔ ہرون کے شعر یہ ہین۔

اشعار

کیف نال العثار من لم یزل	منه مقیما فی کل خطب جسیم
او ترقی الا ذی الی قدم لم	تخط الا [illegible] مقاح کریم

تقیہ کے قصائد اور قطعات بہت کثرت سے [illegible]ب آبدار فصیح ہین حافظ زکی الدین ابو محمد عبد العظیم المنذری نے [illegible] کیا ہے کہ تقیہ نے ایک قصیدہ خمریہ کے نام سے ملک مظفر تقی الدین عمر برادر زادہ سلطان صلاح الدین ایوبی کی شان مین لکھا تھا۔ جسمین اوسکی بزم کی آرائش کا حال نہایت [illegible] اسلوبی سے بیان کیا تھا شراب کا دور۔ لہو و لعب۔ شوکت و جلال بزم ان سب کا ذکر نہایت مبالغہ سے کیا تھا۔ ملک تقی الدین نے سنکر کہا کہ یہ سب باتین لڑکین کی تھین جو بالکل ترک کر دی گئین۔ تقیہ نے تقی کی ان باتون کو سنا اور ایک دوسرا قصیدہ رزمیہ کہا۔ جسمین دقائق امور حربیہ کو نہایت واضح طور سے بیان کیا تھا۔ نکات شعری اور سخن سرائی اعلے درجے کی خرچ کی تھی۔ جس سے اوسکے ماہر فن ہونے کا پورا اندازہ ہوسکتا ہے۔ ابو طاہر السلفی (جسکے پاس تقیہ نے نوکری کرلی تھی) سے ابو الحجاج صاحب کتاب الف باجسکا عرف ابو الحسن علی بن حمدون تھا اور جو اسی عورت کا لڑکا تھا اسنے تحصیل علم کیا تھا۔ اس لڑکے نے اپنی ماں کی فرمائش سے اوسکا یعنی اپنی ماں کا مصنفہ دیوان) دیوان جمع کیا تھا۔ اور ماں نے یہہ حکم دیا تھا کہ تم اسکو پڑھا کرو۔ ہم اوسکے چند اشعار نذر ناظرین کرتے ہیں جنکو تقیہ نے ایک قصیدہ مین لکھا ہے۔

اشعار

اعوامنا قد اشرقت ایامها — وعلا علی ظهر السماک خیامها

والروض مبتسم بنور اقاحه — لما بکی مزحا علیه غمامها

والمزن حین لعض الذی احداقه — ترنو فیفهم ما تقول خزامها

والورد یحکی وجنة محمرة — اخجل من فرط الحیاء لثامها

وشقائق النعمان وجنات — خالات مسک خالها رقامها

ذیل کے اشعار حافظ سلفی کی مدح مین ہین

یا صاح قم لسعادة قد اقبلت — وتنبهت بعد الکری نوامها

لما تجرد للقریض حسامها — فخر الائمة شیخها وهمامها

ارض العراق بفضله وشآمها — یا صاح قم لسعادة قد اقبلت

واجهم خواطرنا بحلی فکرنا — مدح الامام علی الانام فریضة

الحافظ الحبر الذی شهدت له — ارض العراق بفضله وشآمها

تصویر مرشدآبادیہ ہے — صوبۂ بنگال کے مشہور شہر مرشدآباد کی رہنے والی تھی اسکا اصلی نام بلقیس خانم تھا۔ تعلیم علوم سے آراستہ و پیراستہ تھی طبیعت مین سوز و نیت خداداد تھی۔ فارسی اور اردو دونون قسم کا کلام پایا جاتا ہے یہان ایک شعر ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔ شعر

فتنۂ زالی ست شناختہ ام — بہ بلائی نشست شناختہ ام

سید حشمت عظیم آبادی بیان کرتے ہین کہ ایک مرتبہ تصویر اپنی شیرخوارہ لڑکی کو کندھے پر ڈالے ہوئے انگنائی مین لیے کھڑی تھی۔ کہ اتنے مین سید عشقی جو اوسکے شوہر تھے باہر سے آگئے۔ لڑکے کو کندھے پر پڑا ہوا دیکھکر فورًا یہ مصرعہ پڑھا۔ ع دیدم بدوشش آمد طفلے پری نژادے۔ تصویر اوسکی بی بی نے بھی فی البدیہہ یہ مصرعہ پڑھا۔ ع چون مصرعے کہ باشد پیوند بستر اوسے

تحفہ عربیہ: یہہ عورت عارف اللہ تھیں اور ہمیشہ عشق حقیقی میں بیخود رہا کرتی تھیں۔ نفحات الانس میں اس عورت کا کچھہ ذکر ہوا ہے۔ یہہ عورت اپنے عشق حقیقی کی بیخودی میں آہ و زاری کیا کرتی تھی۔ کھانا پینا بالکل ترک کر دیا تھا۔ اسکے گھر کے لوگ اکثر اس سے بیزار اور پریشان رہا کرتے تھے۔ آخر کار اسکو مجنون سمجھکر پاگل خانہ میں بھیجدیا۔ سری سقطی جو ایک بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں۔ اونہوں نے پاگل خانے سے اس عورت کو نکلوایا۔ یہہ عورت اعلےٰ درجے کی تعلیم یافتہ تھی۔ اسکی وہ نظم جسکو اوسنے پاگل خانے میں تصنیف کیا تھا ہدیہ ناظرین کیجاتی ہے۔

اشعار

معشر الناس ما جننت ولكن	انا سكرانة وقلبي صاحي
أغللتم يدي ولم آت ذنبا	غير جهدي في حبه وافتضاحي
انا مفتونة بحب حبيب	لست أبغي عن بابه من براح
فصلاحي الذي زعمتم فسادي	وفسادي الذي زعمتم صلاحي
ما على من احب مولى الموالي	وارتضاه لنفسه من جناح

حرف الثاء

ثریا: یہہ عورت اعلےٰ درجے کی تعلیم یافتہ تھی۔ اسکے باپ کا نام عبد اللہ بن الحرث بن امیۃ الاصغر ہے۔ اسکے شوہر کا نام عبد العزیز تھا۔ ایک مرتبہ عمر بن ابی ربیعۃ المخزومی نے جو مشہور متقدمین شعراے اسلام سے تھا ذیل کے چند شعر ثریا کے پاس لکھکر بھیجے۔

اشعار

كتبت اليك من بلدي	كتاب مولّه كمد

کئیب و اکف العینین بالحسرات منفرد
یورقہ لہیب الشوق بین النحر و الکبد
فیمسک قلبہ بید و یمسح عینہ بید

ثریا نے جب مذکورہ ابیات کو دیکھا اور پڑھا بہت روئی اور یہہ شعر پڑھ کے چار شعروں میں اوسکو جواب لکھہ بھیجا۔

شعر

بنفسی من لا یستقل بنفسہ و من ھو ان لم یحفظ اللہ ضائع

ثریا نے جو اشعار جواب میں لکھے وہ یہہ ہیں۔

اشعار

اتانی کتاب لم یر الناس مثلہ امد بکافور و مسک و عنبر
و قرطاس قوھیۃ و رباطہ بعقد من الیاقوت صاف و جوھر
و فی صدرہ منی الیک تحیۃ لقد طال تھیامی بکم و تفکری
و عنوانہ من مستھام فوادہ الی ھائم صب من الحزن مسعر

حرف الجیم

جانان بیگم عبدالرحیم خانخانان کی لڑکی تہی۔ علم و فضل میں اس عورت کو اعلے درجہ حاصل تہا۔ بہت سے علوم سے واقف تہی۔ اس نیکبخت اور سعادتمند عورت نے قرآن شریف کی تفسیر بہی لکہی ہے۔ جہانگیر نے اسکے ظاہری اور باطنی حسن کی شہرت سنکر اوس سے نکاح کی درخواست کی۔ اس باعصمت عورت نے اپنے گیسو کاٹ کے اور دانتوں کو توڑ کے جہانگیر کے پاس بہیجدیا۔ جہانگیر اوسکی اس حرکت کو عفت کی دلیل سمجہا اور بہت تعریف کی۔ اس عورت کا یہہ شعر مشہور ہے جو ہدیہ ناظرین ہے۔

شعر

عاشق ز خلق عشق تو پنہاں چسان کند | پیدا است از دو چشم ترش خون گریستن

جمیلہ:- ناصر الدولہ جو ملوک بنی حمدان سے تہا اوسکی دختر نیک اختر تہی۔ اس عورت کے جود و سخا کی بہت تعریف کیجاتی ہے ۳۶۶ھ میں جبکہ زیارت مکہ معظمہ کو گئی تہی اوسوقت اوسنے بہت سی نیکیاں اپنے لیے جمع کرلیں۔ سنہ مذکور میں جتنے حاجی تہے اونکو شربت پلایا۔ خانہ کعبہ کے لیے دو ہزار دینار نذر کیے۔ تین ہزار غلاموں کو آزاد کیا۔ اور پانسو پیادوں کو خلعے عطا کیے بہر حال اسقدر عطیات وافر عنایت کیے کہ ام جعفر زبیدہ کا سفر حج لوگ بھول گئے۔ اور زبیدہ کی جگہہ جود و سخا میں جمیلہ کا نام مشہور ہوگیا۔ یہہ عورت تعلیم یافتہ تو ضرور تہی۔ یہہ سب علم ہی کے کرشمے ہیں جو دکہلائے گئے۔ یہہ کچھہ ضروری امر نہیں ہے کہ پڑہا لکہا کچہہ تصنیف کیا کرے۔ خصوصاً اگلے زمانے کی عورات

جمیلہ اصفہانی:- یہہ عورت خوش سیرت خوبصورت خوش طبع اور نہایت شیریں زبان تہی۔ اسکے علاوہ اسنے ایک بہت بڑا یہہ کام کیا ہے کہ ہندوستان کی سیاحت نہایت اوق نظر سے کی تہی اور یہاں کے بہت سے حالات دریافت کیے تھے۔ علم سے آراستہ تہی اسکا یہہ شعر مشہور ہے۔

شعر

بجز خیال تو نیست زگلزار بخت ما | آن ہم خلید در جگر لخت لخت ما

جہان خانم:- یہہ عورت ناصر الدین شاہ قاچار کی مادر مکرمہ تہی اس خاتون نے اپنی مملکت میں جس حسن تدبیر سے بغیر کسی شمشیر اور معین کے انتظام کیا وہ قابل تعریف ہے اوسکی صائب رائی اور متانت فکر اور عقل کی تیزی نے سلطنت میں وہ قوت پیدا کردی تہی جیسی کہ چاہیے۔

اشعار

بنان و کلکش اندر قلم زده تحریر	دبیر بود نه منشی نه پس چه سلطان بود
سطور خامهٔ او بر بیاض صفحهٔ عدل	بخط ریحان منشور حکم و فرمان بود

اس خاتون کی نسبت ایک ایرانی کے قلم سے جو الفاظ نکلے ہیں اونکو ہم بجنسہ یہاں نقل کرتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ "فی الحقیقہ صفحات خط آن مخدرهٔ معظمه طاب ثراها که هر یک محض بذل عطیه و عطاهای وظیفه و اعانت ملهوفین و تامین خائفین و حمایت بضعفا و رعایت رعایا نگاشته شده تعالی ست که دارندگان سطری و سطری از آن را از عقد مروارید گرامی‌تر دارند و وسیلهٔ افتخار دودمان خود میشمارند و همین کلک و بنان و تقریر و بیان و رای صائب و هوش ثاقب بود که پس از ارتحال شهریار سپهر وقار ماضی محمد شاه غازی انار الله برهانه تفریق کلمه را از میان بزرگان و ارکان دولت ایران برداشت و بحکام ولایات و ایالات ممالک محروسه ارقام و احکام نگاشت و اعمال و عمال اقطار را در تحت نظم و انتظام گذاشت تا موکب منصور اعلیحضرت صاحبقران از دار السلطنه تبریز بدار الخلافه طهران تشریف ورود ارزانی فرمود و تخت کیان را بجلوس میمنت مانوس مزین نمود و تفصیل این اجمال که محتوی بر تسهیل هزار اشکال ست تاریخی مبسوط میباشد که مورخین این دولت ابدآیت نگاشته و برای طالبین خبر و حافظین سیر گذاشته و اگر ما بخواهیم بتکرار و شرح آن گرائیم باید که کتابی جداگانه تالیف نمائیم و آن از تناسب و وضع این دفتر خارج گردد و مثنوی هفتاد من کاغذ شود پس همین قدر گوئیم این ملکهٔ معظمهٔ ایران که روانش در غرقاب جنان مبتهج و شادان باد و دختر زادهٔ خاقان خلد آشیان فتحعلی شاه فرزند امیر کبیر محمد قاسم خان بن سلیمان خان اعتضاد الدوله قاجار و والدهٔ ماجدهٔ او خواهر بطنی حسین علی میرزای فرمان فرما و حسن علی میرزای شجاع السلطنه است در سال یکهزار و دویست

چهار هجری با—

شعر

محمد شد آن شاه درویش دوست	که شاهی سپاهی بکردار اوست

زینت مزاوجت حاصل نمود و در مهام ملکی با مراعلی بر نفوذ او امر دولت افزود و در هر مورد و موقع کمال کفایت و وفور درایت خود را ظاهر فرمود و در سال هزار و دویست و چهل و هفت در ششم ماه صفر المظفر وجود مسعود همایون اعلی حضرت خسرو صاحبقران ناصر الدین شاه دام ملکه از بطن طاهر او باطن و ظاهر جهان را آرایش داد و در تمام عصر شهریار مبرور و در یک قسمت از عهد معدلت مهد خسرو منصور آن معظمهٔ ملکی را به مهربانی مادر بلکه خلقی را بکفالت پدر بود از صنایع عالیه در خط و نقاشی مهارتی بکمال داشت و تفنن را گاهی گل دوزی میکرد که ارباب خبرت و سلیقه را بحیرت می آورد افسوس که در سال هزار و دویست و نود هجری روز دوشنبه ششم ماه ربیع الثانی در آنوقت که موکب مسعود خسرو والی در اقلیم اروپا خاطر بیضا مظاهر همایونی را بکشف دقایق مشغول میساخت ملکهٔ معظمه روح الله روحها لوای عزیمت بهشت افراخت طایر روحش در خلد برین سدره نشین شد و اگر تفقد اعلی حضرت شاهنشاه جمجاه که دوام عمر همایونش اسباب رفاهست مایهٔ تسلیت نبود گروهی انبوه بخاک سیاه می نشستند اما وزیر مرحومه مستر کبری و مهد علیا نور الله مضجعها مرحوم شاهزاده معظم علی قلی میرزا ابن خاقان المغفور فتحعلی شاه الملقب باعتضاد السلطنه بود که علم و فضل و فهم و عقل و تبحر و بصیرت و بزرگ منشی و خبرت او آفاق را گرفته و صیت آن باصقاع و اقطاع رفته است و از خصایص معظمهٔ مرحومه رضوان الله علیها آنکه عقلی کامل و ذوقی سلیم و طبعی موزون و استعدادی جامع بحد فی مفرط داشت و بر دانشمندان و کارآگاهان مملکت و حقی کامل میگذاشت طبقات مردم را حسب المراتب شناسا بود و در عواقب کلیهٔ امور بینا تا آنکه جزئیه ا

زیادہ از انکہ بشمار آید و ہوشمند اعداد آن را تعداد نماید نثرہا نوشتہ کہ بلآلی منثور مانا و نظمہا کہ جواہر بجای قلائد بر نحور فشاندہ از ان جملہ است - **بیت**

از مرد و زن آنکہ ہوشمند ست	اندر ہمہ حال سر بلند ست
بیدانش اگر زن ست اگر مرد	باشد بہ مثل چو خار بے ورد

اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ جہان خانم علاوہ ادب - خوشخطی - ہنر خانہ داری اور سینے پرونے کے علم سیاست مدن مین لائق اور رموز سلطنت سے بخوبی ماہر تھی - یہہ فارسی عبارت سنہ ۱۲۸۱ھ میں لکھی گئی تھی - جبکہ ناصر الدین شاہ حیات تھے -

جہان آرا بیگم - شاہ جہان بادشاہ کی تیسری بیٹی تھی - یکم ماہ صفر سنہ ۱۰۲۳ھ روز چہارشنبہ کو یہہ خاتون ارجمند بانو بیگم کے بطن سے پیدا ہوئی - ۲۷ محرم سنہ ۱۰۵۴ھ کو یکایک چراغ کی لو سے اسکے کپڑوں میں آگ لگ گئی - جسکی وجہ سے اسکے بدن کا بہت سا حصہ جل گیا - اس زمانے مین اسکا باپ دکن میں تھا - ڈاکٹر بوٹن صاحب جو نہایت قابل اور تجربہ کار حکیم تھا - اوسکو سورت سے بادشاہ نے طلب کیا اور جہان آرا کا معالجہ شروع کرایا - چند ہی روز میں اس خاتون کو آرام ہوگیا - اسکی عوض میں جیسے ساوے بادشاہ نے ڈاکٹر موصوف کی خواہش کے مطابق یہہ حکم دیا کہ بنگالے میں تجارت کی کوٹھیاں بنالے اور نہایت آزادی سے اپنی تجارت کو رونق دے - حاجی محمد خان قدسی نے جہان آرا کے جلنے میں ایک قصیدہ لکھا تھا - جسوقت وہ قصیدہ بادشاہ کی خدمت میں گذرا تو بادشاہ بہت خوش ہوا اور پانچہزار روپیہ اوس قصیدے کے صلے میں مرحمت کیا - اوس قصیدے کا ایک شعر یہہ ہے -

شعر

تا سر زدہ از شمع چنین بے ادبی	پروانہ ز عشق شمع را سوختہ است

مرزا محمد علی جسکا تخلص ماہر تھا اسنے ایک مختصر سی مثنوی جہان آرا کی شان مین لکھی تھی۔ یہہ مثنوی عنایت خان کے توسط سے جو جہان آرا کا علوم و فنون مین کامل اوستاد تھا جہان آرا کی خدمت مین پیش کی۔ جہان آرا نے اوسکو تمام و کمال دیکھا۔ تمام مثنوی مین جو شعر اوسکو سب سے اعلیٰ درجے کا معلوم ہوا اور جس سے خوش ہوکر مبلغ پانسو روپے اوسکو عنایت کیئے یہہ تھا۔

شعر

بذات او صفات کردگار ست	کہ خود پنہان و فیضش آشکار ست

۳۰ رمضان ۱۰۹۲ھ مین اس خاتون کا انتقال ہوا اور نظام الدین صاحب کے روضے کے صحن مین اس خاتون نے اپنی زندگی مین مقبرہ تیار کرایا۔ لوح مزار پر ایک یہہ شعر لکھا ہے۔

شعر

بغیر سبزہ نپوشد کسے مزار مرا	کہ قبر پوش غریبان ہمین گیاہ بس ست

اور یہہ نثر عبارت لکھی ہوئی ہے "ہو الحی القیوم"

جہان خاتون :۔ یہہ خاتون شیراز کی رہنے والی تھی اپنے ہمعصرون مین بڑی مالدار تھی۔ اپنے زمانے کے علوم و فنون سے بھی آراستہ و پیراستہ معلوم ہوتی ہے۔ عبید زاکانی اکثر اس خاتون کے مکان پر آیا کرتے تھے جنکا یہہ بہت احترام کیا کرتی تھی اسکے تمام کلام مین سے جو کچھہ ہمکو ملا ہے وہ یہہ ایک شعر ہے۔

شعر

بصنعتیست کہ صورت ز آب میسازد	ز ذرہ ذرہ خاک آفتاب میسازد

حرف الحا

حبابہ :- یہہ خاتون اپنے علم و فضل کی وجہ سے ایک بہت بڑے رتبے پر پہونچ گئی تھی یعنی محدثات مین اسکا شمار کیا گیا ہے ابو سلمہ التبوذکی جیسا لائق شخص اسی خاتون کا شاگرد رشید تھا۔

حبیبہ :- عبد العزی العور کی لڑکی تھی علم و فضل کے علاوہ طبیعت مین خدا داد سوز و نیت تھی چنانچہ اوسکے چند اشعار دیوان حماسہ سے نقل کرکے ہدیۂ ناظرین کیے جاتے ہین۔

اشعار

ألی الفتی بر تلکاہ ناقتی	أنی ورب الراقصات إلی منی
أولی علی ھلك الطعام ألیہ	وصی بها جدی وعلمنی ألی
حافظ حمیتك لا اباك واحتز	فکسامنا سمها النجیر الاسودی
بجنوب مکة ھدیھن مقلد	ابدا ولکنی أبین وانشد
نفض ألوعاء وکل زار ینفد	لا تخز قنہ فارة أوجل جـد

حبیبہ :- زین الدین عبد الرحمن ابن الامام جمال الدین ابی بکر محمد بن ابراہیم بن محمد بن عبد الرحمن بن اسمعیل بن المنصور المقدسی کی دختر نیک اختر تھین انکا شمار محدثات مین کیا گیا ہے کسی زمانے مین یہہ محدثہ خاتون ام عبد الرحمن حبیبہ کے نام سے مشہور تھین اسناد حدیث اور تعداد روات مین ید طولے تھا ذہانت کے ساتھہ حافظہ بھی عجیب و غریب تھا۔ شیخ تقی الدین عبد الرحمن بن ابی فہم الیلدانی اور خطیب مردان علم حدیث مین اس محدثہ کے اوستاد تھے اور مختلف علوم کو ابراہیم بن خلیل سے حاصل کیا تھا۔ سبط حافظ سلفی جو اسکندریہ کے مشہور اور معروف محدث تھے اور دیگر علما مثل ابراہیم ابی بکر الزبجی و فضل اللہ بن عبد الرزاق وغیرہ نے جو بغداد کے رہنے والے تھے علم حدیث کی اجازت دی تھی

عام طور سے یہہ خاتون تقدس عصمت اور عفت مین مشہور تھی ۷۴۱ھ کے ماہ شعبان مین یہہ محدثہ موت کے پنجے سے نہ بچ سکی۔ صلاح الدین صفدی نے جو ۷۶۴ھ مین ایک مورخ گذرا ہی مشار الیہا کا حال اوسکی اجازت سے اپنی کتاب عنوان النصر مین لکہا ہی۔

حبیبہ خانم :- اسکے باپ کا نام علی پاشا تھا- محمد ذہنی افندی لکھتے ہین کہ مین اور یہہ خاتون ۱۲۶۲ھ مین پیدا ہوا تہا اس عورت کی شادی محمد افندی جو اسلامبول کے معزز خاندانون مین سے ایک شخص تھا ہو ئی تھی تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے اسکا علم ادب بہت بڑہا ہوا تھا اور اسی وجہ سے اکثر اوقات نظم سے مشغلہ رکھتی تھی اوسکے چند شعر جو ترکی زبان مین ہین ہدیہ ناظرین کیے جاتے ہین۔

اشعار

جگر وہ تیغ غمک زخمی وار کن اتہ بیکانک — سیتر ای قاشی یای ارتق تیر و یرتیمہ مژکانک
نگاہ سنکہ جانا کہ شایان کور دک اغیاری — بینہ نو پارہ لر اچدی درونہ تیغ ہجرانک
او غافل بیخبر نادان عدویہ ہم او مشتین — وصالکدن بزی دور ایلدک وا آہ او لسون احسانک
امید مرحمت قلمق عبث درسندن ای بی فر — سنی بیدین و مشیلدی ای زلدن حق قدر ایمانک
حبیبہ بیدوادردن خاطرا المقدر مشکلدر — امیدا تیز اسیر دردا اولاطر غیری درمانک

حجابی :- یہہ خاتون ہلالی کی لڑکی تھی اسکا وطن استر آباد تھا بعضون نے اسکو خواجہ حاجی کی لڑکی لکہا ہے یہہ عورت نہایت خوش طبع تھی اسکا یہہ شعر مشہور ہے۔

شعر

مران بخواریم ای باغبان زگلشن خویش — کہ ہیچ روز دگر گل بخاک یکسان ست

حجناء۔ یہہ خاتون نصیب شاعر کی لڑکی تھی شاعری مین اپنے باپ کی ہم پلہ مشہور ہے یہہ دونون باپ بیٹی عباسیون کے زمانے مین موجود تھے خلیفہ مہدی تفریحًا اس خاتون کے محلہ مین جسکا نام علیی آباد تھا سیر کنان چلا گیا۔ حجناء اور اوسکے باپ نے خلیفہ کی آمد سنی اور دونون اوسکی خدمت مین حاضر ہوئے اور دونون نے ذیل کے اشعار پڑھے۔

اشعار

رب عيش ولذة ونعيم	وبها بمشرق الميد ان
بسط الله فيه الهي بساط	من بهار وزاهر الحوذان
ثم من ناضر من العشب الا	خضر يزهي شقائق النعمان
مدہ الله بالتحاسين حتى	قصرت دون طوله العينان
حففت حافتاه حيث تناهي	بجياه في العين كالطلمان
زينوا وسطها بطارمة مثل	الثريا يحفها النسران
ثم خشوا الخيام بيض كامثال	المهى في صرائم الكثبان
يتجارين في غناء مجيد	اسعد الني بالخليق حلوان
فبقصرالسلم من سلم الله	والبهي خليفة الرحمن
ولديه الغزلان بل هن	البهي عنده من سوار دالغزلان
ياله منظرا ويوم سرور	شهدت لذيته كل حصان

خلیفہ ان اشعار کو سنکر بہت خوش ہوا اور تحسین کی اور دونون کو ہزار درہم عنایت کیے۔ اسی زمانے مین حجناء خلیفہ مہدی کی لڑکی عباسہ کی خدمت مین حاضر ہوئی اور ذیل کے اشعار قحط کی شکایت مین سنائے۔

اشعار

أتيناك يا عباسة الخير لي حمى ... وقد عجفت أم المهاري وكلت
وما تركت منا السنون بقية ... سوى رمة ما من الجهد رمت
فقال لنا من يصحح الرأي نفسه ... وقد ولت الأموال عنا فقلت
عليك ابنة المهدي عوذي ببابها ... فإن محل الخير في حيث حلت

عباسہ نے ان اشعار کو سنکر خلعت اور چند قسم کے عطریات مع تین ہزار درہم کے اوسکو عنایت کیے حمدونہ نے اس عطیہ کی شکر گزاری مین ذیل کے اشعار اوسکو سنائے۔

اشعار

من ضرب تسعين وتسعين محلكه ... مثل المصابيح في الظلمات تلتهب
أما الحسود فقد أمسى تغيظه ... غما وكاد بريح الريق يختنق
وذو الصداقة مسرور لنا فرح ... بادي البشارة ضاح وجهه شرق

حسانة التميمية۔ مشہور اور معروف شاعر ابو الحسین کی لڑکی تھی جسکا وطن اندلس تھا اس خاتون کو ادبیات مین ید طولے حاصل تھا اسکا باپ ابو الحسین اسکی ناکتخدائی کے زمانے مین انتقال کر گیا اب اور یہہ عورت معاش کی طرف سے بہت پریشان ہوئی کیونکہ ابو الحسین کے بعد اوسکے خاندان کے کسی شخص نے اوسکی کفالت نہین کی لیکن اوسکے پاس ایک بہت بڑا الکفیل یعنی علم موجود تھا جو اسکو خلیفہ اندلس کے پاس ذیل کی نظم کے ذریعہ سے لے گیا۔

نظم

إني إليك أبا العاصي موجعة ... أبو الحسين سقته واكف الديم
قد كنت أرتع في نعماه عاكفة ... فاليوم آوي إلى نعماك يا حكم
أنت الإمام الذي انقاد الأنام له ... وملكته مقاليد النهى الأمم

لاشئ اخشے اذا ماکنت بی کنفا	اوی الیہ ولا یعرو لی العدم
لازالت بالعزۃ الفعساء مرتدیا	حتی تذل الیک العرب والعجم

خلیفہ اندلس نے اسکو بہت سا روپیہ عنایت کیا وہ خوش خوش اپنے گھر واپس آئی۔

حفصہ بنت الحاج الرکونیہ — یہہ عورت اہالی غرناطہ سے تھی اپنے جمال اور کمال مین بے مانند اور بے مثل تھی ادبیات مین اوسکو پوری واقفیت تھی جسکی وجہ سے اوسکی طبیعت کی موزونیت مین پوری جلا ہوگئی تھی اسی وجہ سے لوگ اوسکو شاعرۃ الاندلس کہا کرتے تھے اوسکے تین شعر جنکو اوسنے امیر الموحدین عبدالمومن بن علی کی شان مین فی البدیہہ نظم کیے تھے ذیل مین درج کیے جاتے ہین۔

اشعار

یا سید الناس یا من	یؤمل الناس رفد لا
امنن علی بطرس	یکون الدھر عدلا
تخطی و یمناک فیہ	الحمد للہ وحد لا

حفصہ بنت حمدون: یہہ عورت بھی اندلس کی رہنے والی تھی اور علم ادب مین کامل دستگاہ رکھتی تھی اوسنے اپنے ملازمون کی شکایت مین جو شعر نظم کیے ہین وہ ہدیۂ ناظرین کیے جاتے ہین۔

اشعار

یا رب انی من عبیدک علی	جمر الغضا ما فیھم من نجیب
اما جھول ابلہ متعب	او فطن من کیدہ لا یجیب

حکیمہ دمشقیہ:— اس بزرگ عورت کا شمار عارفہ مین کیا گیا ہے۔

شام اسکا وطن تھا رابعۂ شامیہ اس عورت کی مرید تھین-

حمدہ بنت واثق:- اسکا دوسرا نام حمدۃ الہیتینہ تھا قرن چہارم کے آخر زمانے مین موجود تھی بغداد اسکا خاص وطن تھا یہہ خاتون بہت بڑی واعظہ تھی صاحب کتاب الوافی بالوافیات کہتے ہین کہ حمدہ نے علم حدیث ابو بکر احمد بن علی بن بدران الحلوانی سے حاصل کیا تھا اور ابن سمعانی نے اس بزرگ عورت سے علم فقہ اور علم حدیث دونون حاصل کیے تھے-

حمدونہ:- اس عورت کا وطن بھی اندلس تھا ادب مین صاحب رتبہ اور شاعرِ غرا تھی اوسکے چند شعر درج ذیل ہین-

اشعار

ولما ابی الواشون الا فراقنا ... وما لهم عندي وعندك من ثار

وشنوا على اسماعنا كل غارة ... وقل حماتي عند ذاك وانصاري

غزوتهم من مقلتيك وادمعي ... ومن نفسي بالسيل والنار

حنیفہ بنت القمنی:- اس بزرگ عورت کے باپ کا نام عبد الرحمن بن احمد ابن عمر بن عرفاۃ القمنی تھا جو امام سیوطی کے خاندان مین سے تھی محدثہ مین اسکا شمار کیا گیا ہے- کمال بن حیر اور دوسرے علما نے مشار الیہا کو علم حدیث مین اجازت دی تھی-

حیاۃ خانم:- شاہ اسمعیل صفوی کی بی بی تھی اس عورت کی طبیعت مین خداداد موزونیت تھی- شاہ اسمعیل صفوی کی ایک دوسری بی بی بھی تھی جسکا نام جہان خانم تھا وہ بھی تعلیم یافتہ تھی دونون کی طبیعتین فی البدیہہ واقع ہوئی تھین جہان خانم نے شاہ کے سامنے ایک مرتبہ یہہ شعر پڑھا-

شعر

تو بادشاہِ جہانی جہان ز دست مدہ	کہ بادشاہِ جہان را جہان بکار آید

حیاۃ خانم نے یہہ شعر سنکر فی البدیہہ شعر پڑھا۔

شعر

ترکِ غمِ جہان بکن تا ز حیاۃ برخوری	ہر کہ غمِ جہان خورد کے ز حیاۃ برخورد

حیاتی :- یہہ خاتون نور علی شاہ کی بی بی تہی اور اوسکا عرف بی بی جانی تہا اس عورت کے دس ہزار شعر موجود ہین اور ان مین سے کچہہ یہان نقل کیے جاتے ہین۔

شعر

منع دلم از نالہ مکن در پئے محمل	کز نالہ کسے منع نکرد دست جرس را

ولہا

چارۂ دردِ منِ بیچارہ را	داند و عمداً تغافل میکند

ولہا

ایا طائرِ قدس عرش آشیان	بجو دانہ از دام این خاکدان

ولہا

قفس بشکن و بال و پر باز کن	بہ گلگشتِ گلزار پرواز کن

حاجیہ :- فتح علی شاہ شاہ ایران کی بی بی تہی۔ صاحب فضل و کمال تہی اسکا یہہ شعر مشہور ہے۔

شعر

طوافِ کعبہ مرا حاجیہ میسر شد	خدا زیارتِ اہلِ دلی نصیب کند

حرف الخا

خدیجہ بنت بدران:۔ اس عورت کا عرف ام سلمہ تھا۔ اس محدثہ کی والد بزرگوار مولانا شہاب الدین احمد بن خلف بدران تھے۔ خدیجہ [illegible] ہجری میں پیدا ہوئی تھی۔ [illegible] ہجری میں اسکو انکے والد بزرگوار نے مجلس تدریس محدثین کرام میں لیجا کر حاضر کیا۔ کیونکہ اوس زمانے میں علم حدیث کا بہت چرچا تھا اور لوگ اپنے بچون کو ابتدا سے عمر سے حدیث پڑھاتے تھے۔ یہہ محدثہ امام سیوطی کی استاد تھی اور امام موصوف کو علم حدیث میں اجازہ بھی دیا تھا۔

خدیجہ معروف بہ ام الفضل:۔ اس لائق محدثہ کے باپ ابو القاسم عبد الرحمن تھے۔ جو ابن الحارثیہ اپنی لائق ماں کے نسب سے مشہور تھے۔ اور اسیطرح ان کے دادا بھی اپنی ماں کے نام سے شہرت رکھتے تھے۔ یعنی ان کو عبد اللہ ابن القرشیہ کہتے تھے۔ اس خاندان کی تمام عورتین اور مرد جنکا حال سید مرتضے نے تاج العروس میں لکھا ہے لائق گذری ہیں۔ خدیجہ علم و فضل میں یکتائے روزگار اور صاحب فراست تھی۔ یہہ عورت قرن ششم کی مشہور و معروف محدث عورتون میں سے تھی۔ اور خاص مصر میں اس عورت کی بود و باش تھی۔

خدیجہ بنت القیم:۔ اس عورت کا لقب امۃ العزیز تھا۔ بغداد اسکا خاص وطن تھا اسکے باپ کا نام حمام تھا۔ اس کے باپ نے جب یہہ دیکھا کہ میری لڑکی کو تحصیل علم سے شوق ہے۔ تو اوس کے اسباب حمام نے نہایت خوبی سے فراہم کر دیے۔ صرف تحریر اور تجوید کا کام خود اپنے ذمہ لیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں خدیجہ نے تحصیل علم کر لیا۔ یہہ عورت اکثر عورتون کو جمع کر کے وعظ کہا کرتی تھی۔ ایک مدت دراز کے بعد ترک موعظہ کر کے عزلت نشینی اختیار کر لی تھی۔ خدیجہ نے بغداد میں ابن شیرازی سے تحصیل علوم کیا تھا۔ مصر میں علی بن المختار العامری اور ابن الخیری

سے کسب علم کیا تھا - دمشق اور تبوک مین علم حدیث حاصل کیا - ادبیات مین بشعر و شمار کیجاتی تھی - مقامات حریری کا اکثر درس دیا کرتی تھی - اوس زمانے کے لوگون نے اگرچہ علم تجوید یعنی قرات بھی اس سے حاصل کی تھی مگر اس مین ایسی کامل نہ تھی جیسی کہ ادبیات مین تھی - سنہ [illegible] ہجری مین اوسکی ولادت اور سنہ [illegible] ہجری مین وفات ہوئی -

خان زادہ :— میر بادگار تبریزی کی لڑکی تھی - اسکی طبیعت بھی نہایت موزون تھی - اسکا یہہ شعر مشہور ہے -

شعر

شبے در منزل ما میہمان خواہی شدن یا نہ	انیس خاطر این ناتوان خواہی شدن یا نہ

خدیجہ :— احمد بن الطنبا کی لڑکی تھی - اسکے زمانے کے لوگ اسکو فاضل متبحر خیال کرتے تھے اسکا عرف ابن الجنبلیہ تھا - اسکی لڑکی بھی محدثہ تھی - اس کے لڑکے کا نام زین الدین عمر الباسی تھا جو ابن حجر کا اوستاد تھا - اس عورت کا انتقال سنہ [illegible] ہجری میں ہوا -

خرنق بنت قحافہ :— شاعرہ عربیہ تھی - اسکے یہہ دو شعر مشہور ہین -

اشعار

اعاذلتي على رزء أفيقي	فقد أشرقتني بالعذل ريقي
فلا وابيك أسى بعد بشر	على حي يموت ولا صديق

خزانہ :— فتوح واقدی میں لکھا ہے کہ خزانہ خالد بن جعفر بن قرطہ کی لڑکی تھی - فتوحات عراق میں سعد بن ابی وقاص کے ساتھ تھی - اس لڑائی مین اول جو شخص شہید ہوا اوسکے مرثیہ مین یہہ شعر اوس نے کہے تھے -

اشعار

فيا عين جودي بالدموع السواجم	فقد شرعت فينا سيوف الاعاجم

وحزنا على سعد وعمرو ومالك	وسعد مبيد الحبشي مثل الغمائم
هم فتية الغر الوجوه اعزة	ليوث لدى الهيجاء شعثا جماجم

خولہ بنت الازور۔ ضرار بن الازور کی بہن تھی۔ اسکا شمار صحابیہ میں ہوا ہے۔ یہہ عورت اعلیٰ درجے کی تعلیم یافتہ تھی۔ شاعرہ غرا تھی۔ فتوحات مصر و شام میں یہہ عورت برابر حاضر رہتی تھی۔ اسکا بھائی ضرار جب جنگ انطاکیہ میں اسیر ہوا تو اوس وقت خولہ نے ابیات ذیل اوسکے حال میں لکھی تھیں۔

اشعار

الا مخبر ابعد الفراق يخبرنا	فمن ذا الذي يا قوم اشغلكم عنا
فلو كنت ادري انه اخر اللقا	لكنا وقفنا للوداع وودعنا
الا يا غراب البين هل انت مخبري	فهل بقدوم الغائبين تبشرنا
لقد كانت الايام تزهو بقربهم	وكنا بهم تزهو وكانوا كما كنا
الا قاتل الله النوى ما امره	واقبح ماذا يريد النوى منا
ذكرت ليالي الجمع كنا سوية	ففرقنا ريب الزما وشتتنا
لئن رجعوا يوما الى دار غيرهم	لتمنا خفافا للمطايا وقبلنا
ولم انس اذ قالوا ضرار مقيد	تركناه في دار العدو ويممنا
فما هذه الايام الا معارة	وما نحن الا مثل لفظ بلا معنى
ارى القلب لا يختار في الناس غيرهم	اذا ما ذكرهم ذاكر قلبي المعنى
سلام على الاحباب في كل ساعة	وان ابعدوا عنا وان منعوا منا

ذیل کے اشعار بھی ضرار کی گرفتاری میں کہے ہیں۔

اشعار

ابعد اخي يلذ الغمض عيني	فكيف ينام مقروح الجفون

سابکی ماحییت علی شقیقی — اعز علی من عین الیمین
فلو انی لحقت به قتیلا — لهان علی اذ غیر المهین
وکنت الی السلو اری طریقا — واعلق منه بالحبل المتین
وانا معشر من مات منا — فلیس یموت موت المستکین
وانی ان یقال مضی ضرارا — وکم فی الحرب یقصم الغضون
وقالوا کم بکاؤک قلت مهلا — اما ابکی وقد قطعوا وتینی

خزروعہ بنت عملوق جو فصحاے عرب سے تھی اوس نے جب خولہ کے اشعار مذکور الصدر سنے تو اپنے لڑکے ضرار بن اوس کے حال مین جو ضرار کے ساتھ جنگ لڑا کیہ مین گرفتار ہوگیا تھا ذیل کے اشعار کہے۔

اشعار

ایا ولدی قد زاد قلبی تلهبا — وقد احرقت منی الحشا والمدامع
وقد اضرمت نار المصیبة شعلة — وقد حمیت منا الحشا والاضالع
واسئال عنک الرکب کی یخبرونی — بحالک کیما استکن المدامع
فلم یک فیهم مخبر عنک صادقا — ولا منهم من قال انک راجع
فیا ولدی مذ غبت کدرت عیشتی — فقلبی مصدوع وطرفی دامع
وفکری مقسوم وعقلی موله — ودمعی مسفوح ودار بلاقع
فان تک حیا صمت لله حجه — وان تکن الاخری فما العبد صانع

عفیرہ بنت غفار - سلمہ بنت ذراع - لبنی بنت سوار - سلمی بنت النعمان ام ابان - ہند بنت عمرو اور زینب الانصاریہ - یہہ سب عورتین صاحب شجاعت گذری ہین - واقعات یرموک اور اجنادین مین یہہ سب عورتین خیمون کے ستونون سے بڑی جرأت کے ساتھ اپنے دشمنون

سے لڑی تھین۔

حرف الدال

دفرہ:۔ یہہ محدث عورت طبقۂ اول کے ثقہ تابعین مین سے تھی۔ بصرہ مین اکثر رہا کرتی تھی۔ محمد بن سیرین نے انھین سے حدیث کی روایت کی ہے۔ اصابہ مین ابن حجر عسقلانی لکھتے ہین کہ اصحاب کتب ستہ مین سے ایک شخص نے اپنی کتاب مین۔ دفرہ سے ایک حدیث ثبت اور استخراج کی جسکو اس لائق محدثہ نے حضرت عائشہ ام المومنین سے روایت کیا تہا۔

دلشاد:۔ فتح علی شاہ شاہ فارس کی بی بی تھی۔ یہ عورت بہت بڑی بلیغہ تھی۔ طبیعت مین کچھہ موزونیت بھی تھی۔ یہہ شعر اسکا مشہور ہے۔

شعر

طاعات منکران محبت قبول نیست	صد بار اگر بہ چشمۂ زمزم وضو کنند

دہناء:۔ اسکے باپ کا نام مسمی تھا جو کہ مالک بن سعد زید مناۃ کی اولاد مین تھا۔ اسکے شوہر کا نام عجاج تھا۔ لیکن عجاج کو اپنی بی بی سے کچھہ زیادہ الفت نہین تھی۔ دہناء کی طبیعت چونکہ موزون واقع ہوئی تھی اس سببسے دہناء نے اپنے باپکے والی مملکت یمامہ کے پاس اس امر کی شکایت لیگئی۔ چونکہ عجاج بھی اوسی مملکت کا رہنے والا تہا۔ عجاج نے نہایت شرمندہ ہو کر دہناء کو طلاق دیدی والی یمامہ نے کچھہ آراضی عجاج سے دہناء کو دلوادی۔ اور عجاج نے فوراً فی البدیہہ یہہ دو شعر پڑھے۔

اشعار

۲ظنت الدهنا وظن مسحل	ان الامیر بالقضاء یعجل
عن کسلاتي والحصان یکسل	عن السفاد وهو طرف هیكل

دہنا ر نے جب یہہ اشعار سنے او سنے بھی فی البدیہہ یہہ دو شعر کہے ۔

اشعار

واللہ لولا خشیۃ لا سیر	وخشیۃ الشرطی والمشیر
لحلت من شیخ بنی الفقیر	لکی لان صحبۃ عسیر

حجاج نے جب اپنا جواب سنا تو اوسکے جواب میں پھر یہہ دو شعر کہے ۔

اشعار

تاللہ لا تخدعنی بالضم	الیک والتقبیل بعد الشم
الا بہزھا زسیلی ھمتی	ینزعی عنی فتتی من کمی

حرف الذال

ذات النطاقین ۔ اس خاتون کا اصلی نام تو اسماء تھا جو جناب خلیفہ اوّل ابوبکر صدیق کی بڑی صاحبزادی تھیں ۔ اکثر لوگ انکو ذات النطاقین بھی کہا کرتے تھے ۔ اسکی وجہ یہہ ہے کہ نطاق عربی میں پٹکے کو کہتے ہیں ۔ زنانِ عرب اپنے بہت پر مضبوط کپڑے کی ایک پٹی باندھ لیا کرتی تھیں ۔ رسولِ عربی جس وقت مکہ سے ہجرت کرنے کے ارادے میں ابوبکر صدیق کے مکان پر آئے اور سامانِ ہجرت درست فرمانے لگے تو گٹھری وغیرہ باندھنے کے لیے کوئی چیز نہ تھی اسماء نے اپنا نطاق جسکو وہ کمر سے باندھے ہوئے تھیں دیدیا ۔ رسولِ خدا نے اوسکی طولاً دو پٹیاں کر لیں ۔ ایک سے توشکیزے کا دہانہ باندھا ۔ اور دوسرے سے وہ پوٹلی باندھی گئی جسمیں کھانا تھا ۔ آنحضرت نے اسماء کی ہمدردی سے خوش ہوکر فرمایا کہ اللہ جلشانہ اس ایک پٹکے کی عوض تمھیں دو پٹکے عنایت فرمائیگا ۔ پس اوسیوقت سے اسماء کا نام ذات النطاقین پڑگیا ۔ اسماء کی والدہ کا نام قتیلہ تھا جو عبد العزیٰ کی لڑکی تھیں

اسماءؓ کو سن تمیز پر پہونچنے کے بعد یہہ فخر حاصل ہوا کہ زبیر بن عوام ایسے جلیل القدر صحابی کی زوجہ ہوئیں۔ حضرت زبیر جنکا شمار عشرہ مبشرہ میں کیا جاتا ہے یہہ وہی زبیر ہیں۔ انکے صاحبزادے کا نام عبداللہ تھا جو انھیں معصومہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے اور جو اسلام کے مشہور ناموروں میں اور ایک عرصے تک مکہ میں خلافت کرتے رہے۔ یزید کے بعد عبدالملک بن مروان نے تاج سلطنت اپنے سر پر رکھا۔ جب اسکے مظالم حد سے گذرنے لگے تو اہل مکہ نے مجبور ہو کر مخالفت کی اور عبداللہ بن زبیر جو پیشتر سے والی مکہ تھے اونکو خلیفۂ برحق قرار دیا۔ اونھوں نے ۹ برس تک اطراف عرب میں حکومت کی اور آخر دمشق سے اونکے مقابلے کے لیے وہ ظالم شخص بھیجا گیا جسکا نام ظالموں کی فہرست میں سب سے زیادہ ابھرا ہوا اور خون کے حرفوں میں لکھا ہوا ہمیشہ نظر آئیگا۔ یعنی حجاج بن یوسف۔ حجاج نے مکہ معظمہ کا محاصرہ کر لیا۔ کوہ ابوقبیس اور بلند بونپر منجنیق لگا دیے گئے۔ اور خاص خانۂ خدا پر بھی پھول کے نشانہ بازی کی گئی۔ عبداللہ بن زبیر کے گرد اونکے اعزہ و اقارب اور نیز اہل فوج میں سے کل بارہ ہزار سپاہی تھے۔ اون لوگوں نے پہلے پہلے صبر و تحمل سے کام لیا۔ جب محاصرے کو سات مہینے گذر گئے اور لوگ بھوکوں مرنے لگے تو سب نے مجبور ہو کر حجاج سے پناہ مانگی اور ابن زبیر کو چھوڑ کے چلے گئے۔ آہ! انکی بیکسی اسقدر بے کو پہونچ گئی کہ خود اونکے دونوں لخت جگر گوشہ حمزہ اور خبیب اونکا ساتھ چھوڑ کے چلے گئے۔ عبداللہ بن زبیر ایسے ایسے نازک وقتوں میں کہ جب موت اور بدقسمتی انھیں آنکھوں سے نظر آتی تھی نہایت حیران ہوئے۔ اور کون تھا جس سے کچھ مشورہ کرتے۔ جناب اسماءؓ ذات النطاقین ابھی زندہ تھیں۔ ابن زبیر اونکی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ امان جان یاروں نے میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور بیوفائی کی۔ اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ خاص

بیٹوں میں سے بھی وہ اس سخت امتحان کے موقع پر ثابت قدم نہ رہ سکے۔ یہ جو چند لوگ باقی ہیں یہ بھی کب تک۔ چند ساعت میں ساتھ چھوڑ کے یہ بھی چلے جائیں گے۔ اگر میں اطاعت قبول کرلوں تو یقین ہے کہ حجاج اور اوسکے صلاح کار میری درخواست کو رد نکریں گے۔ آپ اس بارے میں کیا فرماتی ہیں۔ یہ سنکر اسماء نے کہا۔ بیٹا۔ اپنے واجبات اور اپنے فرائض کو تمھیں خوب سمجھ سکتے ہو اگر تمھارے دل میں کوئی تردد نہیں ہے اور تمکو یقین ہے کہ تم حق پر ہو اور لوگوں کو حق ہی کی جانب بُلاتے ہو تو حجاج سے مقابلہ کرو اور خدا کی مقرر کی ہوئی تقدیر پر شاکر رہو۔ اور یقین جانو کہ خدا تمھیں اور تمھارے دوستوں کو شہادت کے بعد بہت کچھ جزاے خیر عطا کریگا۔ واقعی اس صورت میں تم بنی امیہ سے نہ دبو۔ اور نہ اونکی اطاعت کرو۔ اگر تمھاری غرض اس حکومت سے دنیا طلبی ہے تو تم خدا کے بہت برے بندے ہو۔ اس لیے کہ صرف اپنے نفس کی خواہش پوری کرنے کے لیے کتنے ہزاروں بندگانِ خدا کا خون کرایا ہاں اگر تم یہ کہتے ہو کہ ہوں تو میں حق پر مگر بوجہ اس ضعف کے سوا سر اطاعت جھکانے کے کسیطرح مفر نہیں۔ تو سنو یہ جوانمردوں کا کام نہیں ہے۔ کب تک زندہ رہو گے۔ ایک دن مرنا ہی ہے۔ لہذا یہی مناسب ہے کہ آج ہی ناموری اور عزت کے ساتھ سفرِ آخرت کرو۔ اور دنیا کے فریبوں میں آکر نہ جاؤ۔ ابن زبیر نے کہا۔ اماں جان۔ میں ڈرتا ہوں کہ اہل شام مجھے طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کریں گے۔ اور میری لاش کو سولی پر چڑھائیں گے۔ اس کے جواب میں جناب ذات النطاقین نے نہایت صبر و تحمل سے کام لیکر کہا۔ بیٹا۔ جب بکری کو ذبح کر چکے اوسکے بعد اگر اوسکی کھال بھی کھینچ لیں تو اوسے صدمہ نہیں پہونچتا ہے۔ خدا سے مدد اور اعانت کی دعا کرو۔ اور اپنے ارادے میں ثابت

قائم رہو - یہ سنکر عبد اللہ بن زبیر نے کہا - اے والدہ میری بھی یہی نیت
ہے - اور الحمد للہ کہ میں ہمیشہ اسی ارادے پر قائم رہا - ابتداے عمر سے
آجتک میں نے کبھی اس زندگی ناپائدار کے فریبوں میں آکر دنیا پسندی نہیں
کی - میں خدا کو گواہ کرکے کہتا ہوں کہ میں نے بنی امیہ کی اگر مخالفت کی تو صرف
اسی غرض سے کہ کہیں ایسا نہو کہ وہ لوگ اپنے جور و تشدد سے خدا کی حرام
کی ہوئی باتوں کو حلال اور حلال چیزوں کو حرام کر دیں - پھر اس خوف سے
کہ کہیں ایسا نہو کہ وہ لوگ خدا کی محبت کو خود بھی چھوڑ دیں - اور دنیا سے
بھی چھوڑا دیں - آپنے میرے ارادے کو اور مضبوط کر دیا - اور میری تائید کی
آج میں ظالموں کے ہاتھ سے مارا جاؤں گا - آہ ! کہیں ایسا نہو کہ آپ کے
دل کو میرے مرنے سے صدمہ پہونچے - اماں جان - آپ اپنا معاملہ خدا کے
سپرد کر دیجیئے اور یقین جانیے کہ آپ کا بیٹا کسی گناہ کا مرتکب نہیں ہوا - بدکاری
اور برائی کی راہ نہیں چلا - احکام الٰہی کے جاری کرنے میں اور انصاف پسندی
کے حقوق ثابت کرنے میں اوسنے کبھی کوتاہی نہیں کی - آجتک جس کسی
سے عہد کیا اوس سے بیوفائی نہیں کی - دیدہ و دانستہ کبھی کسی مسلمان
یا معاہدی پر کسی قسم کا ظلم نہیں جائز رکھا - اپنے اعمال کو کبھی ظلم و ستم کی
اجازت نہیں دی - اور ہمیشہ میرے نزدیک کوئی چیز خدا کی مرضی سے زیادہ پسند
نہ تھی - خداوندا اس وقت جو کچھہ میری زبان سے نکلا اپنے نفس کو بڑھانے
اور غرور کے لیے یا اپنی تعریف کے طور پر نہ تھا - بلکہ اس سے صرف اسقدر
مقصود تھا کہ میں ان الفاظ سے اپنی مادر مشفقہ کے دل کو تسلی دے
سکوں - اسماء بولیں - بیٹا - انشاء اللہ تیرے معاملے میں میں صبر سے
کام لوں گی - اگر میرے سامنے تم مغلوب ہو کر دشمنوں کے ہاتھ سے

مارے گئے تو میں صبر کروں گی۔ اور خدا مجھے اس صبر کا اجر دے گا۔ اور اگر خدا نے
تم کو کامیاب کیا تو تمھیں دیکھکر میں اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرونگی۔ بس اب قدم بڑھاؤ
اور خدا کی راہ میں دل کو مضبوط کر کے نکلو۔ ابن زبیر نے کہا۔ اماں جان! اب میں
جاتا ہوں۔ اسوقت آپ مجھے بے دعا کے نہ بھیجئے۔ میرے حق میں دعا فرمائیے۔
اسماء بولیں۔ میں ہر وقت تمھارے لیے خداوند کریم کی درگاہ میں دعا کرتی رہونگی۔
اگر کسی اور بے دنیا طلبی اور حکومت کے شوق میں لڑائی کی تو تم نے ٹھیک ٹھیک
صرف خدا تعالے کی خوشی پوری کرنے کے لیے اسلحۂ جنگ ہاتھ میں لیے ہیں۔
یہہ کہکر اسماء نے دعا کے ہاتھ اوٹھائے۔ اور یہہ کلمات اپنی زبان سے
نکالے۔ خداوندا۔ عبداللہ کے دن کے روزوں اور اوسکی رات کی عبادتوں
کی عوض میں اور نیز اون تمام عبادتوں کی عوض میں جو مجھہ سے اور اوسکے باپ سے
ظہور میں آئیں۔ اپنی رحمت تو اوسکے شامل حال کر دے۔ اپنے اس فرزند کو
میں تیرے سپرد کرتی ہوں۔ اور تو نے جو کچھہ اسکی قسمت میں لکھا ہے اوس پر میں
راضی ہوں۔ بارالہا۔ اس حال میں مجھے شکر کرنیوالوں کا ثواب حاصل کر۔ ابن زبیر
نے یہہ کلمات سنتے ہی اپنی ماں کے ہاتھوں پر بوسہ دیا۔ اسماء فرمانے
لگیں۔ تو کیا بیٹا اب تم مجھہ سے رخصت ہوتے ہو۔ عبداللہ نے کہا۔ جی ہاں۔
میں رخصت ہونے ہی کی غرض سے حاضر ہوا ہوں اس لیے کہ مجھے آج سفر
آخرت کرنے کا کامل یقین ہے۔ اسماء نے یہہ فرمایا۔ دیکھو ہوشیاری سے
میدان میں نکلنا۔ مگر آؤ بیٹا میں تمھیں رخصت کر دوں۔ یہہ کہکر فرزند کو گلے
سے لگایا۔ اتفاقاً ذات النطاقین کا ہاتھہ زرہ پر پڑا جسکو عبداللہ
ابن زبیر پہنے ہوئے تھے۔ فرمانے لگیں۔ عبداللہ جن لوگوں
کو شہادت کی آرزو ہو اون کو جوشن و خفتان سے کیا کام۔

ابن زبیر کہنے لگے - اماں جان - میں نے صرف آپ کے دل کو تسلی دینے کے لیے یہہ زرہ گلے میں ڈال لی تھی - ورنہ حقیقت میں میں نے زندگی کی طمع میں اسے نہیں پہنا - اسماء بولیں - عبد اللہ - مجھے خدا پر بھروسا ہے - اس زرہ سے کیا ہو سکتا ہے - عبد اللہ نے یہہ سنکر زرہ اوتار ڈالی - اسکے بعد آستینیں چڑھائیں - دامن چڑھا کر کمر میں باندھ لئے اور میدان جنگ میں قدم رکھا - سبحان اللہ حضرت اسماء کا جوش اور استقلال - اور نصیحتانہ کلمات کس جوش کی بھری ہوئی تھے - حقیقت میں حضرت اسماء کی یہہ سب باتیں اس امر کا کافی ثبوت دے رہی ہیں کہ آپ ایک لائق اور عمدہ تعلیم یافتہ خاتون تھیں -

حرف الراء

رابعہ :- یہہ وہ رابعہ عدویہ - شامیہ - اور جیلانیہ نہیں ہیں جنکی ولایت اور خدا پرستی کا ڈنکا تمام دنیا میں بجتا تہا - یہہ ایک محدثہ ہے جسکا ذکر ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب انباء میں کیا ہے سنہ [illegible] ہجری میں انکا انتقال ہوا - معلوم ہوتا ہے کہ یہہ رابعہ ابن حجر عسقلانی کی لڑکی تھی - جو سنہ [illegible] ہجری میں بمقام مکہ معظمہ شیخ زین الدین البالسی مشہور محدث کی مجلس میں حاضر ہوئی تھی - بہت سے محدثین مصر و شام سے اونہوں نے اجازہ لیا تہا - اور شیخ الشیوخ محب الدین ابن الاشقر نے اسکے ساتہہ اپنا نکاح کیا تہا - رابعہ کے یہہ دو شعر مشہور ہیں -

اشعار

تعصي الاله وانت تزعم حبه	هذا لعمرك في القياس بديع
لو كان حبك صادقا لاطعته	ان المحب لمن يحب مطيع

رجب بنت القلیجی :- یہہ لائق محدثہ شہاب الدین احمد القلیجی کی لڑکی اور ا

سیوطی کی اوستاد تھین - اپنی دادی سارہ بنت شیخ تقی الدین السبکی سے اونہون نے علم حدیث حاصل کیا تہا - انکی پیدائش سنہ ھ اور وفات سنہ ٦٩ ہجری مین واقع ہوئی تھی -

رقیۃ :- اِس محدثہ کے پدر بزرگوار محمد بن علی بن وہب القشیریہ تھے - یہ عورت مصر کی رہنے والی تھی اور یہین اسنے علم حدیث کی تعلیم پائی تھی - یہہ خدا کی بندی خیر - صلاح - تقویٰ - علم اور فضل مین مشہور تھی - اس عورت کی تاریخ وفات چودہوین ماہ شعبان سنہ ٧٤١ ہجری ہے - اسی نام کی تین اور محدث عورتین یعنی رقیۃ بنت محمد التغلبی - رقیۃ بنت التجانی - رقیۃ بنت القاری تھین -

رامہ بنت الحصین :- یہہ عورت نجد کی رہنے والی تھی - اسکا شمار بھی شاعرون مین تہا - اسکے یہہ دو شعر مشہور ہین -

اشعار

یالیت شعری ولیت اصبحت عصلا	هل اهبطن قریۃ لیست بها اروبۃ
لقد تبدلت من نجد وساکنہ	اوضابها الا دیك یزقو بالسنانیر

ریا العقیلیۃ :- بہت بڑی شاعرہ تھی - بصرہ اسکا وطن تہا - یہہ شعر اسکے مشہور ہین -

اشعار

فما وجد مغلول بتیماء موثق	بساقیہ من ضرب القیود کبول
قلیل الموالی مسلم بجریرۃ	لہ بعد نومات العیون عویل
یقول لہ البواب انت معذب	غداۃ غد او مسلم فقتیل
باکثر منی لوعۃ یوم بان لی	فراق حبیب ما الیہ سبیل

عشية أمشي القصد ثم يردني — عن القصد رميات الهوى فأميل

رابعہ العدویہ:- اسمٰعیل العدویہ کی دختر نیک اختر تھی۔ نہایت عابدہ زاہدہ اور پاک طینت عورت تھی۔ امام ابو القاسم القشیری اپنے ایک رسالے مین تحریر فرماتے ہین کہ رابعہ اکثر اوقات مناجات مین یہہ کلمہ کہا کرتی تھی۔ وہ الٰہی دلے کہ ترا دوست دارد آیا اورا در آتش مے سوزانی؟" ایک مرتبہ اوسکے کان مین اوسکے اس حسرت بھرے جملہ کا یہہ جواب سنائی دیا کہ وہ ظن بد مبر کہ پروردگار رحیم اینکارنی کند"۔ خلاصہ یہہ کہ رابعہ دل کی صفائی اور کمالات نفس مین بہت سے لوگون پر تفوق رکھتی تھی۔ لوگون نے اوسکی صداقت۔ دیانت داری۔ حقائق عرفان اور شہود کی وجہ سے تاج الرجال کا لقب دیا تھا۔ زہد۔ تقوی اور تقدس مین اتنی شہرت حاصل کی کہ ضرب المثل تھی۔ اس عورت کے زمانے مین ایک مشہور شخص حسن بصری تھا جبوقت کہ رابعہ کا پیارا شوہر انتقال کرگیا تو حسن موصوف نے رابعہ سے درخواست کی کہ میرے ساتھ شادی کرلے۔ رابعہ نے حسن سے حقائق ومعارف کے چند سوال کیے آخرکار حسن کے دعا کو قبول کیا اور یہہ شعر پڑھے۔

اشعار

راحتي يا إخوتي في خلوتي — وحبيبي دائما في حضرتي
لم أجد لي عن هواه عوضا — وهواه في البرايا محنتي
حيثما كنت أشاهد حسنه — فهو محرابي إليه قبلتي
إن أمت وجدا وما ثم رضا — وا عنائي في الورى وا شقوتي
يا طبيب القلب يا كل المنى — جد بوصل منك يشفي مهجتي

یا سروري وحیاتي د ائما	نشاني منك وایضاً نستو لي
قد هجرت الخلق جمعاً ارتجي	منك وصلا فهو اقصی امنیتي

سفیان ثوری نے ایک مرتبہ رابعہ سے کہا - کہ حضرت حق جل وعلا کے ساتھ تیرا ایمان اور اعتقاد کیسا ہے - رابعہ نے کہا کہ مین خدا کو جہنم اور بہشت کے شوق مین نہین پوجتی بلکہ کمال عشق سے اوسکی عبادت کرتی ہون - اس کے بعد اس مناجات کو جو اوسکی خاص تصنیف شدہ ہے سُنایا -

مناجات

احبك حبین حب الهوی	وحبا لانك اهل لذ الك
فاما الذي انت اهل له	فکشفك لي الحجب حتی اراك
فاما الذي هو حب الهوی	فشغلي بذکرك عمن سواك
فلا الحمد في ذا ولا ذاك لي	ولكن لك الحمد في ذا وذاك

مختصر یہہ کہ ارباب سلوک رابعہ کو ارباب کرامت جانتے ہین - اس کے سنہ وفات مین لوگون نے اختلاف کیا ہے بعضے ۱۳۵ ہجری اور بعضے ۱۸۵ ہجری بیان کرتے ہین -

رابعہ اصفہانی :- سلاطین سامانی کے زمانے مین یہہ موزون طبیعت عورت موجود تھی - اسکے دو شعر مشہور ہین -

اشعار

دعوتم ابینست بر تو کایزدت عاشق کناد	بر بتی سنگین دل نامہربان خویشتن
تا بدانی درد عشق و داغ مہر و غم خوری	چون بہ ہجر اندر بہ پیچی پس بدانی قدر من

رشحہ کاشانی :- اسکا دوسرا نام بیگم تھا - باپ کا نام ہاتف کاشانی تھا - میرزا علی اکبر متخلص بہ نظیری کی بی بی تھی - میرزا احمد متخلص بہ کشتہ کی مان تھی -

نہایت سخن سنج۔ خوش موزون اور شاعرہ تھی۔ اسکا ایک دیوان موجود ہے جسمین تین ہزار اشعار ہین۔ چند شعر یہان بھی لکھے جاتے ہین۔

اشعار

آن بت گلچہرہ یارب بستہ از سنبل نقاب
یا بافسون کرد پنہان در دل شب آفتاب

دیگر

دل رفت و ز خون دیدہ ما را
پیداست بر رخ ازان علامت

دیگر

می طپد از شوق دل در سینہ ام گوئی کہ باز
تیر دلداری بدل زابرو کمانے میرسد

دیگر

بہ قصد صید تو چون رخنہ دیدمش گفتم
کسے ندیدہ شکار مگس کند شہباز

دیگر

اشکم ز ہجر تو ہر روز تا سمک
آہم ز دست خوی تو ہر شام تا سماک

رضیہ بیگم الملقب بہ بلقیس جہان :- سلطانہ رضیہ بیگم سنہ ۱۲۳۶ عیسوی مین تخت شاہی پر بیٹھی۔ دہلی مین پیدا ہوئی تھی اور قاعدہ ملکی کے بموجب اسکی پرورش عمدہ طریقے سے کی گئی۔ شاہی خاندان کا یہ طریقہ تھا کہ اگر لڑکا پیدا ہوتا تو وہ محل کے باہر پرورش پاتا تھا۔ اور اگر لڑکی پیدا ہوتی تھی تو محل کے اندر مان سے علیحدہ خاص عورتون مین اوسکی پرورش کیجاتی تھی۔ اس کام کے لیے شریف زادیان چن چن کر رکھی جاتی تھین۔ اور ملازمت کے وقت دینی علوم مین اونکا امتحان لے لیا جاتا تھا۔ کیونکہ نو برس تک لڑکی اونکے پاس رکھی جاتی تھی۔ اس عرصے مین قرآن مجید اور ضروری دینی مسائل اوسے ازبر کرا دیتے تھے۔ اسکے بعد سپہ گری اور ملکی معاملات کی تعلیم کے لیے وہ محل کے چھوٹے سے اسکول مین تعلیم حاصل کرتی تھی

جو صرف شہزادیون کے لیے مخصوص تھا۔ چنانچہ جب ہماری سلطانہ رضیہ بیگم پیدا ہوئین
تو اونکے لیے بھی اس سلطانی قاعدے کا برتاؤ کیا گیا۔ رضیہ یا آیندہ سلطانہ کی صورت
وشکل نہایت حسین اور جمیل تھی۔ شمس الدین التمش گو اپنے بیٹے رکن الدین
التمش کو بہت چاہتا تھا مگر وہ اب اس ہونہار لڑکی کے آگے اسکی
محبت کو بھی بھول گیا اور قدرتی طور پر جون جون رضیہ بڑی ہوتی
گئی اوسے یقین ہوتا جاتا تھا۔ کہ آیندہ زمانے مین یہی میری مدد گار اور قوت
بازو ہوگی۔ جب رضیہ کی عمر چار برس اور کچھہ مہینے کی ہوئی تو اوسے
قرآن مجید پڑھایا گیا۔ تین برس مین اوس نے قرآن مجید ختم کرلیا۔ گو اوسے
اسلامی رسم و رواج کے مطابق موسیقی کی تعلیم ہوتی تھی مگر فطرت نے
اوسکو خوش الحانی کا حصہ بھی دیا تھا۔ اسکی آواز مین درد اور اوج اس
بلا کا تھا کہ جہان وہ قرآن شریف پڑھنے لگی اور سامعین سننے لگے
ممکن تھا کہ اوسکو کوئی پڑھتا ہوا دیکھے اور آیتین سنکر رو نہ دے۔

قرآن شریف کے ختم ہونے کی تقریب خوب دھوم دھام اور شاہانہ تزک
واحتشام سے عمل مین آئی۔ ہزارون روپیہ محتاجین اور فقرا کو تقسیم ہوا
اور تمام لشکر کی نہایت خوش اسلوبی سے تین دن تک دعوت رہی۔
لوگون کو انعام واکرامات اور خلعتین ملین۔ اور بہت کچھہ محل اور دارالخلافہ
مین خصوصًا خوشی منائی گئی۔ قرآن مجید کے ختم ہونیکے بعد فارسی لٹریچر
کی کتابین شروع ہوئین۔ اور اسکے ساتھہ ہی شاہانہ ادب و آداب کی
تعلیم ہوتی رہی۔ رضیہ کو ذہن اور حافظہ دونون روز ازل ہی سے عطا
ہوچکے تھے۔ جس طالب علم مین یہہ دونون صفتین ہون اور پھر شوق بھی ہو
تو وہ خلاف امید اتنی جلدی علم حاصل کرسکتا ہے کہ لوگ دیکھہ کر دنگ رہجاتے

ہیں۔ رضیہ میں بھی یہی اوصاف تھے۔ اسنے تین برس کے عرصے
میں فارسی لٹریچر میں خاصی دستگاہ پیدا کرلی۔ یون تو فارسی اسکی مادری
زبان تھی۔ مگر اب وہ باقاعدہ لکھہ پڑھہ سکتی تھی۔ گو اوس زمانے میں اظہار
مطالب کے لیے عبارت آرائی اور انشا پردازی میں بہت کچھہ خرچ
ہوتا تھا مگر رضیہ مختصر اور سادہ نویسی میں تمام قلعے میں مشہور تھی۔
غرض تیرہ برس کی عمر تک رضیہ کسی قدر پابندی کے تعلیم پاتی رہی اور
جب چودھویں برس میں قدم رکھا۔ تو تدابیر ملکی میں حصہ لینے کا زمانہ
آگیا۔ اس عرصے میں وہ تیر اندازی چابک سواری فنونِ جنگ میں بھی خوب
مشاق ہو گئی تھی۔۔ اور ایک دن اپنے حیرت انگیز کام سے اس نے
اپنے باپ کی توجہ جبرًا اپنی طرف مائل کرلی۔ حسب معمول التمش اپنے
حرم سرا کی بیگموں کو لیکر شکار میں گیا۔ اثنائے شکار میں ایک شیر نے
بری طرح التمش کو زخمی کر ڈالا ہوتا۔ مگر سراپردہ سے رضیہ جا پہونچی
اور شیر کو تلوار سے دو ٹکڑے کرکے گرادیا حقیقت میں یہہ ایک خطرناک
دلیری تھی۔ مگر التمش یہ حیرت انگیز نظارہ دیکھکر دنگ رہ گیا۔ اور آج سے
اسکی نگاہ میں رضیہ کی اور بھی وقعت بڑھی۔ رکن الدین اسکا بڑا بھائی
بچپن سے کاہل وجود اور آرام طلب تھا۔ ہرچند التمش اپنے بیٹے کی توجہ
سلطنت کی طرف پھیرنا چاہتا تھا مگر وہ عیش کا بندہ دنیا ہی کو فانی
خیال کرکے اپنی آیندہ قسمت کو آفت میں پھنسانے اور اپنی خاندانی عظمت
کو مٹانے میں مصروف تھا۔

مگر رضیہ اپنے بھائی کی بالکل ضد تھی۔ گو وہ جنسِ اناث میں پیدا ہوئی تھی
مگر اوسمیں استقلال۔ بہادری۔ جرأت مردوں سے زیادہ تھی۔ وہ

خوب سمجھتی تھی کہ ہماری خوش تدبیری نہ صرف مفتوحات اور مقبوضات کو
ہمارے قبضے میں رکھے گی بلکہ ہمارے خاندان کی عظمت اور وقعت
کا باعث بھی ہوگی۔ رضیہ ابھی سنہ بلوغ کو پہونچی ہی تھی کہ اسکو
یکایک یہہ خیال ہونے لگا کہ اگر باپ کے بعد میں ہی تخت سلطنت
پر بیٹھوں تو مناسب ہے۔ باانیہمہ اسکی نیک نیتی اور ایماندارانہ فطرت
غصب کا کریہہ اور بدنما الزام اپنے ذمہ لینا چاہتی تھی کہ بھائیون
کے ہوتے وہ وارث تاج وتخت بن جائے۔ مگر پھر بھی خدا کی مخلوق
کی حفاظت اور انتظام ملکی کے سنبھالنے کی ضرورت نے رضیہ کے
اس خیال کو شکست دی اور اب اسے یہہ یقین ہوگیا کہ اگر
میں اپنے بھائیوں کا حق سلطنت غصب کرکے حکمران بن جاؤنگی تو بھی
مجھپر کوئی الزام قائم نہیں ہوسکتا۔ کہ میری ذات سے امن عامہ کی
توقع ہے اور ان لوگوں سے ملک میں فتنہ وفساد پیدا ہوگا۔ ایسی حالت
میں میرا فرض ہے کہ سلطنت کی باگ اپنے ہاتھ میں لےلوں۔ اور
انصاف وعدل کے قوانین جاری کروں۔ مگر ابھی وہ وقت نہ آیا تھا کہ وہ
اپنے خیالات کا اظہار ماں باپ کے آگے کرسکتی۔ اسلیے کہ ماں تو اسقدر
مغرور اور جاہلانہ مزاجکی عورت تھی کہ اس سے التمش بھی بات کرتے
ہوئے ڈرتا تھا۔ اور باپ کے آگے متین اور سنجیدہ بنا چاہتی تھی۔
اس نظر سے ایسی گفتگو جس میں چھچھورپن کے سوا بچپن بھی پایا جاتا ہو وہ
کیونکر کرسکتی تھی۔ سب سے پہلے حکومت حاصل کرنیکی جو تدبیر اوسکے دل میں آئی
وہ یہہ تھی۔ کہ امراء دربار کی ایک حدتک تالیف قلوب کیجائے۔ اس عمدہ
خیال نے خود اوسکی رہنمائی سلطنت کے اندرونی معاملات میں کی۔

ایک روز التمش ایک راجپوت کے درشت اور نا ملائم جواب سے ناراض
ہوا۔ اور یہاں تک عتاب کو طول ہوا کہ دربار بھی بند ہو گیا۔ راجپوت
نے بہتیری تدبیریں کیں کہ کسیطرح غضب سلطانی فرو ہو۔
مگر بے سود۔ آخر یہہ سمجھکر کہ رضیہ اپنے باپ کے مزاج میں بھی بہت دخیل
ہے اوس نے اپنی بی بی کو محل سلطانی میں بھیجا۔ اور رضیہ کی خدمت
میں التجا کی کہ حضور کوشش کرکے میرا قصور معاف کرا دیں یہہ موقع
رضیہ کو اچھا ہاتھ آیا۔ اس نے راجپوت کی بی بی کی بہت خاطر کی
اسکا نذرانہ بخندہ پیشانی قبول کرلیا۔ اور رخصت کے وقت ایک قیمتی
خلعت سے سرفراز فرمایا۔ اور اطمینان دلایا کہ کام حسب مراد ہوگا مگر آیندہ
احتیاط کے لیے سخت تاکید کردی۔ وہ خوشی خوشی اپنے گھر واپس
آئی اور ساری کیفیت اپنے میاں سے بیان کردی۔ غرض اوسی دن
اودھر اودھر کی باتوں کے بعد رضیہ نے اپنے باپ کے سامنے یہہ معاملہ
پیش کیا اور التمش کو مجبوراً اوسیوقت چوبدار راجپوت کے گھر بلانے کے
لیے بھیجنا پڑا اور اسطرح ایک پیچیدہ گتھی یوں آناً فاناً میں سلجھ گئی۔ رضیہ
کی دانائی۔ فراست۔ معاملہ فہمی۔ ذہانت اور طلاقت کے آگے ان اوسنے معاملات
کی عقدہ کشائی کوئی حقیقت نہیں رکھتی تھی۔ اس کا حکمرانہ دماغ خود
بخود جہانداری کی کل قابل تحسین صفتیں پیدا کراتا جاتا تہا۔ یہہ مردانہ
کھلے دربار میں آتی اور آزادانہ طور پر ہر معاملات پر بحث کرتی۔
رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت آگئی تھی۔ کہ بعض اوقات باپ کے تخت کے
قریب اور امراء کے ساتھ دست بستہ کھڑی ہوکر مشورے دینے لگی۔
یہہ ایک معمولی بات تھی کہ رضیہ باپ کے پہلو بہ پہلو بازار اور شکار میں گھوڑے

پر سوار ہوتی تھی اور کسی قسم کا حجاب نہ تھا۔ وہ دلیری سے آنکھیں دوچار کرکے بات چیت کیا کرتی تھی۔ اور قدرتی طور پر کچھ اوسکا رعب جو اوسنے خلیق بنکر پبلک اور پبلک اتہار بگھیز پر بیٹھا پایا تھا کہ انتظام اوسکے سپرد کردیا۔ تعجب نہے کہ دربار عام میں جو شوکت اور رعب رضیہ کے چہرے سے برستا تھا وہ التمش کو بھی نصیب نہ تھا الفنسٹن صاحب بہادر اپنی تاریخ ہند میں لکھتے ہیں۔ وہ سلطانہ رضیہ کل شاہانہ صفات سے متصف تھی اور اگر اوسکے طریق وعادات کو جانچ کرتے ہیں تو اوسمیں سوا اسکے اور کوئی عیب نہیں پاتے کہ وہ عورت تھی،، فرشتہ کی خاص عبارت یہہ ہے وہ سلطان رضیہ بجمیع صفاتے کہ بادشاہان عاقل کامل راے را باید محلی و مزین بود صاحب نظران کار آگاہ بجز آنکہ درصورت نسوان مخلوق بود عیبے درو نیافتند،، جہاں تک تاریخ شہادت دیتی ہے رضیہ لاکھ دو لاکھ مردوں میں یکتا تھی۔ اور نہ صرف التمش بلکہ پبلک بھی رضیہ کو اپنا سلطان اور آیندہ حکمراں سمجھتے تھے۔ پہلا کام جو رضیہ نے جوان ہوکر کیا وہ ایک عظیم الشان مسجد کی تعمیر تھی۔ چونکہ بہت بڑی ہوشیار اور نقشہ نویس تھی خود ایک مسجد کا نقشہ بناکر باپ کی خدمت میں پیش کیا۔ التمش نے کم فرصتی کا بہانہ کیا رضیہ نے اوسکی تعمیر کا انتظام اپنے ذمہ لینا پسند کیا۔ التمش نے تجویز منظور کرلی اور اب مرمت کا کام شروع ہوگیا۔ مسجد کا صرف ایک ہی مینار بننے پایا تھا کہ التمش بہ نفس نفیس خود ایک مہم میں گیا اور رضیہ کو عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لینی پڑی اسلیے وہ کام کچھ مدھم سا پڑگیا۔ ایک مینار جو تیار ہوا تھا اتبک قطب صاحب

کی لاٹ کے نام سے مشہور ہے۔ یہہ مینار دہلی سے سات کوس کے فاصلے پر جنوب کی جانب واقع ہے۔ اس ناتمام حالت میں بھی یہہ لاٹ عجائب روزگار ہے۔ اس لاٹ کے تین درجے سنگ سُرخ کے اور چوتھا درجہ سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ او پر ایک درجے پر آیات قرآنی کندہ ہیں۔ یہہ لاٹ اپنے ارتفاع میں ستر گز ہے۔ اور آخری نیچے کا دور پچاس گز ہے اندر سے مجوّف ہے اور اسکی کل سیڑھیاں ۳۷۰ ہیں۔ اور بھی چھوٹے چھوٹے مینار بنائے گئے جنمیں سے ایک آدھ اب بھی موجود ہے اور باقی زمانیکی تغیّرانہ عادات کے شکار ہو گئے۔ یہہ مسجد ضرور بنتی مگر خاندانوں کے عظیم الشان انقلابات نے ایسے پسندیدہ کام کو تکمیل پر پہونچنے نہ دیا۔ اور وہ یونہی ناتمام ہو کر رہ گیا۔

اب سب سے زیادہ دلچسپ اور ناظر سوانح کو اپنی طرف کھینچنے والا نظارہ ہماری سلطانہ کی وہ خداداد حکمرانہ شہنشاہی جبروت کی انتظامیہ قوت کا ہے جو اپنی نوعیت اور کیفیت میں جیسا بے نظیر ہے ویسا ہی اسلامی دنیا کے لیے زیادہ افتخار کا باعث ہے۔

یہہ پہلی ہی بار ہے کہ ایک اسلامی خاتون ایسی حالت میں کہ عنفوان شباب ہو اور اپنے سے زیادہ مستحق بھائیوں کی موجودگی میں اپنے باپ کی غیر حاضری میں ایسی سلطنت کی باگ ہاتھ میں لے جو ابھی نئی نئی ہند میں قائم ہوئی ہو اور جسمیں مخالفانہ عناصر بہت شد و مد سے ملے ہوئے ہوں۔ شخصی حکومت اور وہ بھی مشرقی آب و ہوا میں وزرا کی مستضاد طبائع کو ایک پیمانے میں قائم رکھنا اور بہادر راجپوتوں کو اعتدال کی حد تک قائم

رکھنا ایسی بچّی کے جسکی عمر بھی بہت کم ہو اور جسکے بھائی بھی اپنا حق سلطنت غصب ہونے پر اوسکی طرف سے دلی کدورت رکھتے ہیں کتنا مخوّف اور مشکل معاملہ ہے۔

باپ کے چلے جانے کے بعد ہماری سلطانہ تاج شاہی سر پر رکھکر تخت پر جلوہ افروز ہوئی۔ اور رسم سلطنت کے بموجب کل وزرا دست بستہ حاضرِ خدمت ہوئے۔ جمال الدین بدایونی نے اپنی تاریخ خاندانِ غلاماں میں اوس دن کی عجیب کیفیت لکھی ہے۔ گو زیادہ مطوّل ہونے سے ہم بعینہ درج نہیں کر سکتے مگر پھر بھی کچھہ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے "جس تزک و احتشام سے شہنشاہی لباس میں نوجوان رضیہ دربار میں نمودار ہوئی وہ دیکھنے سے علاقہ رکھتا تھا۔ چہرے پر نقاب تھی۔ سوائے بھولے پن اور اوس ملاہٹ کے جو فطرتی طور پر عورتوں کی صورت میں ہوتی ہے اور کوئی ثبوت اوس کی عورت ہونے کا نہ تھا۔ قاعدے کے موافق کل وزرا دست بستہ حاضرِ خدمت تھے اور تمام فوجی افسر بھی نمبروار اپنے اپنے مرتبے کے لحاظ سے اپنی نئی سلطانہ کی خدمت میں آداب بجالانیکو حاضر ہوئے تھے۔ بھائیوں میں سے ایک بھی نہ تھا۔ رضیہ گو ابھی لڑکی ہی تھی۔ مگر قدرتی طور پر اوسکا رعب اہل دربار پر اسقدر تھا کہ کوئی اوسکے چہرے کو آنکھہ بھر کر نہ دیکھہ سکتا تھا۔ رضیہ نے پہلا سوال جو وزیر اعظم سے کیا وہ فوج اور محکمۂ مال کے بارے میں تھا۔ رضیہ نے کہا کہ والدِ ماجد ایک خوفناک مہم پر تشریف لیگئے ہیں میں چاہتی ہوں کہ فوج اور رسد کا سامان کیا جائے۔ تاکہ ضرورت کیوقت وہاں سے اور بھی ہر قسم کی مدد بہ آسانی پہونچ سکے۔ وزیر نے نہایت خوش اسلوبی سے جواب دیا اور کہا کہ فوج اسقدر کافی ہے کہ اور نئی فوج بھرتی کرنے کی ضرورت نہیں ہے

ہاں سامانِ رسد کی فراہمی ایک ضروری امر ہے ۔ یہہ سُنکر سلطانہ نے فوراً
محکمۂ کمسریٹ کے افسر کے نام حکم بھیجدیا ۔ کہ تیس ہزار فوج کی باربرداری اور
رسد کا سامان ہر وقت تیار رکھے ۔ خزانۂ شاہی کی بابت بہت سی باتیں ہیں ۔
بعد ازاں ڈاک کے انتظام کے لیے وزیر کی طرف اشارہ ہوا اور ارشاد ہوا کہ
میں یہہ چاہتی ہوں کہ ہر روز جنگ کی مفصل کیفیت سنتی رہوں ۔ یہہ باب سب
سے زیادہ مشکل بلکہ دشوار تر تھی ۔ نہ ابھی باغیوں سے راستے پاک ہو لئے
تھے ۔ نہ سڑکوں کا کافی انتظام ہوا تھا ۔ التمش کی فوج بھی لڑتی بھڑتی اور باغیوں
پسپا کرتی ہوئی بہ مشکل اپنی منزل مقصود پر پہونچی تھی ۔ وزیر سلطانہ کا یہ ارشاد
سنکر کسی قدر خاموش ہوا خود بھی سلطانہ نے سنجیدگی سے اس اہم اور پیچ
در پیچ مسئلے کے سلجھانے میں عقل لڑائی اور چند دیگر امور پر بحث کرکے دربار
برخاست کردیا ۔ اور حکم دیا کہ کل ہم ایک ایسا جغرافیائی نقشہ چاہتے ہیں جس
سے یہہ اندازہ ہو اور ہم جانچ کرسکیں کہ کون کون سے پہاڑ ۔ دریا ۔ نالے
اور مزاحم ریاستیں بیچ میں پڑتی ہیں جو ہماری فوجی ڈاک کی مزاحم ہوسکتی ہیں
موجودہ زمانے کے لحاظ سے یہہ سوال گو چنداں وقعت کے قابل نہ سمجھا جائے
مگر اوس پُرانے زمانے اور سلطانہ رضیہ کی عمر پر خیال کرنے کے بعد معلوم ہوگا
کہ عورتوں کی جنس میں تو بہت کم ایسی مدبّرہ اور روشن دماغ گذری ہیں ۔
دوسرے دن حسب الارشاد وزرا نقشے بنا بنا کر لائے ۔ مگر جو نقشہ رضیہ نے
ساری رات میں تیار کیا تھا سب سے مفید اور اعلیٰ درجے کا ثابت ہوا ۔
اور اسی کے مطابق ڈاک کا انتظام احسن طریقے سے انجام پایا
پھر رضیہ نے بذاتِ خود تمام دفتر کی جانچ کی اور اوسکا انتظام اس
عمدگی سے کیا کہ جس وقت چاہو دفتر کا حساب کتاب

صاف طور پر مل سکے تقریباً چھہ مہینے تک رضیہ اپنے باپ کی قائم مقامی کرتی رہی۔ اس عرصے میں جس خوش اسلوبی سے اُسنے انتظام سلطنت کو سنبھالے رکھا۔ وہ نہایت ہی بڑی تعریف کا مستحق ہے۔ چھہ مہینے کے عرصے میں شاید رضیہ کو دو شب بھی آرام سے سونا نملا۔ وہ رات دن اسی چکّر میں رہتی تھی کہ کسیطرح تمام وزرا اور پبلک یہہ سمجھ لے کہ رضیہ سلطنت کے قابل ہے۔ وہ اپنے بھائیوں کی کمزور فطرت کو بخوبی جانتی تھی۔ اور اوسے یہہ بھی علم تھا کہ اونکی حاسدانہ طبائع ضرور ایسی حالت میں کہ اس سلطنت کی باگ میرے ہاتھہ میں آئیگی کچھہ نہ کچھہ رنگ لائیگی۔ ایسی نازک صورت کے حدوث کے قبل اسنے یہہ قائم مقامی کا زمانہ اپنے لیے رحمت سمجھا اور اس تگ و دو میں ہوئی کہ تالیف قلوب کیجائے۔ اور اسطرح کارروائی کیجائے کہ لوگ مجھہ سے راضی بھی ہو جائیں۔ اور انتظام سلطنت میں بھی کوئی رخنہ نہ پڑے۔ ہفتے میں دو دن اس نظر سے عام دربار کیا کرتی تھی اور ہر شخص کو خواہ وہ کسی طبقے اور درجے کا ہو اجازت دیدی گئی تھی کہ اگر وہ کوئی استغاثہ پیش کرنا چاہے تو دست بدست سلطانہ کو دے سکتا ہے۔ عوام الناس نے اس حکم کو آنکھوں سے لگایا۔ اور وہ اپنی سلطانہ پر جان نثار کرنے لگے۔ بعض دفعہ ایک بھی ہوا ہے کہ وہ کسی اہم مقدمہ کی تحقیقات کے لیے بنفس نفیس موقع واردات پر پہونچی اور فریقین کے اظہار قلمبند کرکے داد انصاف دی۔ چھہ مہینے کی قائم مقامی کے زمانے میں اوسنے اپنے سول اور ملٹری افسروں کو اپنے پر فریفتہ کر لیا۔ گو اوسکے بھائی اور اونکی پارٹی اس سے ناراض بھی رہے۔ علاوہ انکے وہ ارکان سلطنت جو آرام طلب و عیش پسند تھے رضیہ سے خوش نہوئے۔

رضیہ سے خوش نہوئے۔ گو بظاہر وہ دربار مین وفادار خادمون کی صورت
بناکر سامنے کھڑے ہوتے تھے۔ مگر دل مین اپنی روشن دماغ سلطانہ کی
طرف سے کبیدگی ہی رکھتے تھے۔ ایک نئی بات جو سلطانہ رضیہ نے
کی وہ ساقنون کا سڑک پر سے اوٹھوا دینا تھا۔ اوس نے اعلان جاری
کیا کہ آیندہ سے کوئی ساقن بن سنور کر سڑک پہ نہ بیٹھا کرے۔ کیونکہ انکا
یون عام شاہراہون مین بیٹھنا نہ صرف عصمت پناہ خواتین کی تخریب
عادات جمیلہ کا باعث ہوتا ہے بلکہ نوجوان بچے بھی بگڑتے ہین۔ ان
ساقنون کے لئے محلّون مین جگہہ مقرر کردی کہ وہ وہان بیٹھ کر حقہ وغیرہ
بلایا کرین۔ اسیطرح سے اب کی دکانین بھی عام شاہراہون سے
اوٹھا دی گیئن اور جتنے خلاف شریع امور ہوتے تھے اونکا اس خوبصورتی
سے انسداد کیا کہ کام کا کام بنگیا اور کسیکو گران بھی نگذرا۔ بڑی بات
جو راجپوتون کی تالیف قلوب کے لئے کی وہ یہ تھی کہ اُنکے مندر اور
پرستشگاہون کے لئے اوقاف مقرر کردئے اور اس مضبوطی سے
اون کا عملدرآمد ہوا کہ التمش بھی اپنی بیٹی کی تجویز سے منحرف نہو سکا۔ یہ
ترکیب راجپوتون کی عظیم الشان اور خونخوار گروہ کو اپنی مٹھی مین لانیکی
بہت اچھی تھی۔ مگر اس سے راسخ الاعتقاد ملّا جنکو پولیٹیکل مذاق کبھی ہوا ہی
نہین ہو سکتا ہے برہم ہوئے اور ایسی حالت مین اوسکے عیش پرست بھائیونکو
اُنکو بھڑکانے اور اون سے ملجانیکا بہت اچھا موقع ملا۔ یہ سب کام سلطانہ
نے تقریبًا چھہ مہینے مین کرلئے اور حتے الامکان اپنے ہر تجدید انتظام کی
اطلاع اپنے باپ سے کرتی رہتی تھی۔ غرض اوسنے یہ ثابت کرکے دکھا دیا
کہ التمش کے بعد ایک مین ہی ہون جسکے جسم پر قبائے سلطانی ٹھیک آسکتی ہے

موجودہ زمانے کی ترقی کے پہلو سے سلطانہ رضیہ کو نہ دیکھو بلکہ ابتدائے حالت پر جبکہ انسانی نسل نے اتنی ترقی نہ کی تھی ایک ایسی لڑکی کی فطرت پر خیال کرو جسنے نہ آکسفورڈ یونیورسٹی میں تعلیم پائی تھی نہ کیمبرج دارالعلوم کا پاس حاصل کیا تھا نہ اوسکے خاندان مین متعدد حکمرانہ پشتین گذری تہین۔ ایسی صورتین ایسی آبیدہ ہوا۔ ایسے زمانہ مین ایک ایسی روشن دماغ سلطانہ کا پیدا ہونا اور صرف اپنی قابلیت اور دماغی وسعت سے اپنے بہائیون کو پہلانگ کر سلطانہ یا مالک تاج و تخت بن جانا کس قدر اسلام کی بزرگی ظاہر کرتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک نامور بات جو اس سے پائے جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اسلام مین عورتون کا کسقدر احترام اور قدر کیجاتی ہے اور گذشتہ اسلامی حکمرانون کی کیسے انصاف پسند دماغ تھے کہ التمش نے اپنے مستحق سلطنت بیٹون کو صرف اس نظر سے خارج کرکے کہ ان کی عیش پرستی سلطنت کو برباد کردیگی اپنی بیٹی کو سلطانہ بنادیا۔ التمش کا چونکہ اول ہی سے یہ ارادہ تہا کہ رضیہ کو اپنے بعد تخت دون گا۔

اس نے امتحاناً چہ سات مہینے کے لئے کل اختیارات تفویض کرکے اس بات کا اندازہ کیا کہ یہ ہونہار شہزادی کس درجہ تک میرے دلی مدعا کے بر لانے کی قابلیت رکھتی ہے جب وہ اپنی مہم مین کامیاب ہوکر* دارالخلافۃ مین واپس آیا اور اوس نے انتظامی معاملات کی جانچ کی تو اوس کی آنکھین کہلی کی کہلی رہگئین۔ اور اوسے یقین ہوگیا بلکہ اوس نے اپنے دل مین یہ سمجھ لیا کہ اگر اسکے ہاتھ مین سلطنت کی باگ دینے مین کوئی شخص مانع ہوا تو اوسے تلوار سے سمجھاؤن گا۔

رضیہ کے بہائیون نے اپنے باپ التمش کے آگے شکایت کی اور متعصب

ملاؤن کا ایک فتوے جو بڑی محنت سے ترتیب دیا گیا تھا اوسکی خدمت مین پیش کیا۔ اور کہا رضیہ اپنی اس کارروائی سے کہ اُس نے راجپوتون کی عبادتگاہ کے لئے گاؤن وقف کردئے ہین۔ درجۂ کفر تک پہنچ گئی۔ ساتھہی اس کے اونہون نے یہ بھی کہا کہ ہمنے حضور کے خوف کے مارے کوئی کارروائی نہین کی۔ مبادا اس مین خلل پڑجائے۔ اور سخت خونریزی ہو۔ ورنہ ہمین بہ حیثیت مسلمان اور حصہ دار سلطنت ہونے کے اختیار تھا کہ بزور باز و رضیہ کو یہ کام نکرنے دیتے۔ التمش گو دل مین اپنے بیٹون کی تقریر سنکر اور علمار کی کف آلود باتین گوش گزار کرکے سخت مکدر ہوا مگر بظاہر اوس نے نہایت سنجیدگی سے سُنا۔ اوس پر غور کیا اور یہ اطمینان بخش جواب دیا کہ کل رضیہ کی موجودگی مین مین اس معاملے کا اطمینان بخش فیصلہ کرونگا۔ چنانچہ وقت مقررہ پر فتوی دینے والے مولوی معہ اور فاضل علمار کے رضیہ اور اوس کے بھائیون کے ساتھ حاضر ہوئے۔ رضیہ شش و پنج مین تھی کہ دیکھئے کیا فیصلہ ہونیوالا ہے۔ اُسے اسبات کی مطلق پروانہ تھی کہ سلطنت کا استحقاق جاتا رہیگا۔ بلکہ اُسے یہ خیال تھا کہ مبادا اس جد وجہد سے اوقاف دے ہوئے واپس ہو جائین۔ التمش نے جن وزرا کو اس مقدمے کے فیصلے مین شریک کیا تھا اونکے سوا اور کسیکو کانون کان خبر نہ تھی کہ آج شب کو محل مین کس بات کا سمجھوتہ یا فیصلہ ہو رہا ہے۔ جمال الدین بدایونی نے علمار کی طول طویل بحثون کو نقل کیا ہے مگر ہم اونہین غیر ضروری سمجھ کر قلم انداز کرتے ہین۔ اور صرف وہ سوال وجواب لکھتے ہین جو مفتیون اور رضیہ مین ہوئے۔ اور جن پر التمش نے فیصلہ کیا۔ پہلا الزامی سوال مفتیون کی طرف سے یہ تھا کہ تمنے کفر مین اعانت

دی رضیہ نے اس الزام کو حقارت سے سُنا اور مُنہ بناکر یہ جواب دیا کہ مینے
کفر کو نہین بلکہ اسلام کو قوت پہنچائی ہے - مینے وہ تدبیر کی ہے جس
سے اسلام کے قدم ہندوستان مین مدتون تک جمے رہین - مینے اپنا
مذہبی فرض سمجھکر انکی پرستشگاہون کے لئے اوقاف نہین مقرر کئے
ہین بلکہ ایک دنیوی حکمران کی حیثیت سے محض دنیا کا معاملہ سمجھکر یہ تالیف
قلوب کی کارروائی کی ہے - یہ سنتے ہی مفتیون کو سانپ سونگھہ گیا اور سکتے
بہائی بت کیطرح آنکھین پتہرائے ہوئے رہگئے - التمش نے نعرۂ تحسین بلند
کیا - اور یہ فیصلہ کیا کہ جوکچہ رضیہ کہتی ہے بالکل صحیح اور قابل عمل ہے رضیہ
کے بہائی اور ان کے معاون مفتی اپنا سا منہ لیکر واپس چلے آئے اور ایک
تازہ دشمنی رضیہ کی طرف سے اون کے دلون مین جگہہ پکڑ گئی - گویا ایک بڑی
زبردست مخالفانہ پارٹی کی بنیاد اس تاریخ سے سلطنت کی جگہ مین رضیہ کے
خلاف پڑگئی - جس نے بعدازان نہ صرف رضیہ بلکہ سلطنت کو ظلم کا جوہر
دکہایا اور اپنی کوتہ اندیشی سے یہانتک کارگزاری کی کہ التمش کا خاندان
ہی صفحہ ہستی سے حرف غلط کیطرح مٹا دیا -

اب ہم اپنی سلطانہ کی زندگی کا نیا زمانہ شروع کرتے ہین اور اوسے ایک
مستقل حاکمانہ جلال مین تخت پر جلوہ افروز دیکھتے ہین - جس مین کئی کروڑ آدمیون
کی جانون پر وہ خود مختاری سے حکومت کریگی اور تمام نظم و نسق صرف
اسی کی والا ذات پر منحصر ہوگا - اسکے باپ التمش کے انتقال کے بعد جو
سفر ملتان مین ہوا شاہی خاندان مین جھگڑے قضیے برپا ہوگئے اور
آخرش التمش کا بیٹا فیروز تخت نشین ہوا - مگر چونکہ یہ حد درجے کا عیاش
اور شریر النفس تھا اسلئے امور سلطنت کے انجام دہی مین اس نے غفلت

غفلت ظہور میں آئی - تمام کاروبار میں ابتری پھیل گئی - اور طوائف الملوکی
کی صورت ہر طرف نظر آنے لگی - اس نے اندھا دھند خزانہ عامرہ کا روپیہ
بھانڈوں اور نقالوں کو نذر کرنا شروع کر دیا - اس سبب
سے بغاوت نمودار ہوگئی - اور سات مہینے کے بعد فیروز اپنے باپ
کے تخت سے اتار دیا گیا - اب تمام اراکین سلطنت میں یہ سوال پیش
ہوا کہ کون تخت شاہی پر جلوہ افروز ہو - ہماری سلطانہ کی دانشمندی
کے سب قائل ہوگئے تھے - فی الفور سب کی آنکھیں سلطانہ رضیہ
کی طرف متوجہ ہوئیں - اور تمامی امرا اور وزرا نے ملکہ کو سنہ ۱۲۳۶ء میں
اوسکو تخت پر بٹھا دیا - اس زمانے میں ایک گروہ ایسا بھی تھا
کہ جس نے عورت ذات کی فرمانبرداری قبول کرنے سے انکار کیا
اور سلطانہ کے مقابلے میں علم بغاوت بلند کیا مگر سلطانہ نے حکمت عملی
سے دشمن کے لشکر میں نفاق ڈالدیا جس سبب سے ایک ایک جانی دشمن ہوگیا
جو نہایت سرکش تھے اونھیں سلطانہ نے قتل کروا ڈالا - اور باقی شخصوں
کی دلجوئی کرکے منصب عطا کیے اور اسطرح یہ بغاوت ٹھنڈی ہوگئی -
دو برس سے زیادہ سلطانہ رضیہ بیگم کے زمانے میں خوب امن و امان رہا -
اور اوسکے حسن انتظام سے رعایا میں آسودہ حالی کی صورت دکھائی دینے
لگی - تجارت کو ترقی ہوئی - مالگذاری وقت پر وصول ہونے لگی - ناظم اپنا کام
اچھی طرح سے انجام دیتے تھے - وہ بے نقاب سریر سلطنت پر جلوہ افروز
ہوتی تھی - اور اصالتاً خود فریادیں سنا کرتی تھی - وہ اکثر ہاتھی پر سوار ہو کر شہر
کا انتظام دیکھا کرتی تھی - اور اوسکے حسن و تشجیع پر اپنے اراکین سلطنت کو
مطلع کیا کرتی تھی - مسند نشینی سے قبل سلطانہ کو اپنی شادی کا مطلق خیال نہ تھا

یہہ امورات سلطنت میں کچھہ ایسی غلطاں پیچاں رہا کرتی تھی کہ اوس کو اپنی ذاتی خواہشات کے خیالات کی طرف ذرا بھی رجحان نہ تھا۔ اگرچہ چند اشخاص اوسکے ساتھہ عقد کے آرزومند تھے مگر سلطانہ نے کسی کی طرف اس خاص بارے میں ذرا بھی التفات نہ کی۔ بعد جلوس البتہ اوسکی طبیعت ایک ایسے شخص کے دل میں جگہہ پائی کہ دنیوی لحاظ اور مرتبت کی وجہ سے بالکل ناقابل سمجھا جاتا تھا۔ اور تھا بھی۔ جسکی وجہ سے ایک عظیم بلا میں گرفتار ہو کر جاں بحق ہوئی۔

رابعہ بصری :۔ یہہ عورت تبع تابعین کے عہد میں تھی۔ اور فصاحت و بلاغت کے کمال سے اسنے قرآن مجید پر اس قدر تصرف حاصل کر لیا تھا کہ ہماری نظر میں اسکی ذکاوت اور نیز اوسکا وہ ملکہ جسکی بدولت وہ قرآن کی ہر آیت کو نہایت مناسب موقع پر استعمال کرتی تھی بہت ہی حیرت انگیز چیز تھی اور شاید اپنے اس کمال کے اعتبار سے اسلام کی تیرہ سو برس کی مدت میں وہ منفرد ثابت ہوگی۔ عبد اللہ بن مبارک جو امام اعظم ابو حنیفہ کوفی علیہ الرحمۃ کے ارشد تلامذہ میں ہیں بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مکہ معظمہ گیا۔ اور ارادہ تھا کہ مدینہ طیبہ جا کے تربت حضرت رسالت پناہ صلعم کی زیارت سے بھی مشرف یاب ہوں گا۔ میں اپنے اونٹ پر سوار تن تنہا جا رہا تھا۔ اور عرب کے ریگستان اور پہاڑوں کی گھاٹیاں قطع کرتا چلا جاتا تھا کہ راستہ میں ایک جگہہ دور پر کچھہ سیاہی نظر آئی۔ قریب جا کے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک ضعیفہ عورت بیٹھی ہوئی ہے نہ کوئی آگے ہے نہ کوئی پیچھے۔ ایک موٹی چادر اور ایک موٹی خمار سر پر پڑی ہوئی ہے۔ میں نے حیرت سے اوسکی طرف دیکھا اور کہا "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" اوسنے جواب دیا "سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِيمٍ"۔

(یعنی سلام قول ہے پروردگار مہربان کی جانب سے) میں نے کہا خدا تم پر رحمت
کرے یہاں کیا کر رہی ہو۔ جواب دیا۔ ’’وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ‘‘ (جسکو
اللہ گمراہ کردے اوسکو راہ بتلانے والا کوئی نہیں) اس جواب سے میں سمجھا کہ یہ
راستہ بھول گئی ہے دریافت کیا ’’اور جاتی کہاں ہو‘‘ بولی ’’سُبْحَانَ الَّذِيْٓ
اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَى‘‘ پاک ہے وہ جو
لیگیا اپنے بندے کو مسجد حرام (کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) کی طرف)
میں سمجھ گیا کہ حج سے فراغت کرکے اب بیت المقدس جاتی ہے۔ پوچھا کب سے
تم اس مقام پر پڑی ہو۔ وہ بولی۔ ’’ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا‘‘ (تین راتیں پوری)
میں نے کہا تمھارے پاس کچھ کھانیکو تو ہے نہیں آخر تنے بسر کیونکر کی۔ وہ کہنے لگی ’’
هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ‘‘ (وہی مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے) میں نے پوچھا ’’اور
تم وضو کس چیز سے کرتی تھیں‘‘ بولی ’’فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا‘‘
(اور نہ پاؤ تم پانی تو تیمم کرو پاک مٹی سے) میں نے کہا میرے پاس کھانا ہے کھاؤ گی
ہو۔ ’’ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ‘‘ (پھر تمام کرو تم روزے کو رات تک) میں نے
کہا یہ رمضان کا تو مہینا نہیں ہے۔ جواب دیا۔ ’’وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ
اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ‘‘ (اور جو بطور نفل نیک کام کرے تو اللہ قبول کرنیوالا اور جاننے
والا ہے) میں نے کہا لیکن سفر میں تو ہمیں روزہ نہ رکھنا مباح ہے۔ جواب دیا
’’وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ‘‘ (اور اگر روزہ رکھو تم تو تمھارے
حق میں بہتر ہے اگر تم جانتے ہو) آخر اوسکی قرآن خوانی سے عاجز آکے میں نے
کہا جسطرح میں تم سے باتیں کرتا ہوں اسی طرح آزادی سے تم مجھ سے باتیں
کیوں نہیں کرتیں۔ اسکے جواب میں اوس نے کہا۔ ’’مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا
لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ‘‘ (نہیں منہ سے نکالتا ہے کوئی بات مگر یہ کہ اوسکے

ایک جاسوس ہیتا ہے) میں نے پوچھا۔ تم کس قبیلے کی عورت ہو اوسنے کہا۔ "وَ
لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ
عَنْهُ مَسْئُولًا" (اور نہ واقف ہو تو اوس چیز سے جسکا تجھے علم نہیں ہے۔ بتحقیق
کان اور دل سب سے اسکے متعلق بازپرس ہوگی) میں نے کہا مجھ سے خطا
ہوئی معاف کرو۔ وہ بولی۔ "لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ" (نہیں تم پر
سرزنش آج اللہ تمھارے گناہ معاف کرے۔) میں نے کہا میں تمھیں اپنی اونٹنی
پر بٹھا کے لے چلوں چلوگی۔ کہا۔ "وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ" (اور جو نیکی کا
کام تم کرو اللہ اوسے جانتا ہے) میں نے اونٹنی بٹھائی اور کہا آؤ۔ کہنے لگی۔ "قُلْ
لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ" (کہہ تو مومنین سے کہ اپنی آنکھیں بند کرلیں
میں نے آنکھیں اوسکی طرف سے پھیر لیں اور کہا لو سوار ہو۔ اوس نے جیسے ہی
سوار ہونیکا قصد کیا اونٹنی بھڑکی اور اوسکی چادر پھٹ گئی اپنی چادر کو پھٹتے
دیکھ کر بولی "وَمَا اَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ" (اور تمکو جو مصیبت
پہونچے وہ خود تمھارے ہاتھوں سے ہے) میں نے کہا اچھا تم ذرا ٹھیر جاؤ میں
اونٹنی کو باندھ دوں تب تم سوار ہونا۔ جواب دیا "فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ"
(پس سمجھایا ہم نے سلیمان کو) میں نے اونٹنی کو باندھ کر کہا۔ اب سوار ہو۔ وہ
سوار ہوئی۔ اور اونٹنی کی پیٹھ پر بیٹھکر کہا۔ "سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا
هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ" (پاک ہے وہ اللہ جسنے
اسکو ہمارا مطیع کیا اور ہم اوسکی صلاحیت نہ رکھتے تھے اور ہم اپنے پروردگار
کی طرف توجہ کرنے والے ہیں) پھر میں نے اونٹنی کی مہار ہاتھ میں لی اور دوڑتا چلا
چلا۔ یہ حالت دیکھکر بولی۔ "وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ"
(اور نرمی کرو اپنی چال میں اور پست کرو اپنی آواز کو) یہ سنکر میں آہستہ آہستہ

چلنے لگا اور چلانے کی جگہہ ضعیف آواز سے بطور ترنم کچھ اشعار پڑھنے لگا
تو بولی وو فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ،، (اور پڑھو جسقدر توفیق ہو قرآن سے)
میں نے کہا اللہ نے تم میں بہت سی نیکیاں پیدا کی ہیں - بولی - وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّا
اُولُوا الْاَلْبَابِ ،، (اور نہیں سمجھتے ہیں مگر صاحبان عقل) تھوڑی دور چلکر
میں نے دریافت کیا تمھارے شوہر بھی ہیں - کہنے لگی وو يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ،، (اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو
نہ سوال کرو اون چیزوں سے کہ اگر ظاہر ہوجائیں تو تمکو بری معلوم ہوں) یہہ
سنکر میں خاموش ہوگیا - اب ہم چلتے چلتے قافلے میں پہونچے اور اوس ضعیفہ
سے میں نے دریافت کیا کہ قافلے میں تمھارا کون ہے - کہا - وو اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ
زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا - ،، (مال اور دولت جو دنیاوی زندگی کی زینت ہیں)
میں سمجھا کہ اسکے بیٹے قافلے میں ہیں - میں نے کہا - اور اونکا پتہ کیا ہے - وہ
بولی - وَعَلٰمٰتٍ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ،، (اور علامتیں ہیں اور تاروں سے
وہ راستہ پاتے ہیں) مجھے معلوم ہوا کہ اوسکے لڑکے قافلے کے رہبر ہیں -
میں اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے خیموں میں پھرنے لگا - اور
رہبروں کے حلقے میں پہونچ کر میں نے کہا تمھارا خیمہ کونسا ہے
بیچانو - کہنے لگی وو وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا - وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا - يٰيَحْيٰى
خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ،، (اور لیا اللہ نے ابراہیم کو دوست اور بات کی اللہ نے موسیٰ
سے بات کرنے کر - اے یحییٰ لے تو کتاب مضبوطی سے) میں سمجھ گیا کہ یہہ
اوسکے بیٹوں کے نام ہیں - اور آواز دی - اے ابراہیم اے موسیٰ اے
یحییٰ ناگہاں تین نوعمر لڑکے نکلے جو اسقدر خوبصورت تھے کہ گویا چاند کے ٹکڑے
ہیں - لڑکوں نے اپنی ماں کو اوتارا - اور ہم سے بیٹھ کر باتیں کرنے لگے -

یکایک اوس عورت نے چلا کر کہا " فَابْعَثُوْۤا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖۤ اِلَى الْمَدِیْنَةِ
فَلْیَنْظُرْ اَیُّهَاۤ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْیَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ " یہہ سنتے ہی ان میں سے ایک
بازار دوڑ اگیا اور جو کچھہ ملا لاکے میرے سامنے رکھدیا۔ وہ عورت بولی۔ وہ
" كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓـًٔا بِمَاۤ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ " کھاؤ اور پیو برکت
کے ساتھہ بعوض اوس کے جو گذشتہ خالی دنوں میں تم کرچکے ہو
میں ضعیفہ کی باتیں سن سنکر اسقدر حیرت میں تھا کہ میں نے
لڑکوں سے کہا۔ سنو۔ میں اپنے اور تمہارے کھانے کو حرام
سمجھتا ہوں جب تک یہہ نہ بیان کردو کہ یہہ کون خدا کی بندی ہے
اور اوس کی داستان کیا ہے۔ لڑکوں نے کہا ہمیں بیان کردینے
میں کوئی عذر نہیں۔ یہہ ہماری والدہ ہیں۔ چالیس برس ہوئے
جب سے سوا قرآن کی آیات کے اور کوئی لفظ اون کی زبان سے نہیں نکلا۔
اور اونھوں نے اس خوف سے اور باتیں کرنا چھوڑدی ہیں کہ مبادا کوئی ایسا
لفظ زبان سے نکلجائے۔ جسکی قیامت کے دن جوابدہی کرنا پڑے۔ ابن مبارک
کہتے ہیں میں نے یہہ سنکر تعجب کیا اور کہا یہ خدا کی مہربانی ہے جس کے حال پر ہوجائے
اس قصے سے ثابت ہوتا ہے کہ تعلیم نے اس عورت میں کسقدر لیاقت
پیدا کردی تھی۔ کہ اپنا ہر کام قرآن ہی سے نکال لیا کرتی تھی۔ اور پھر یہہ بھی
معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم نے اسکے دل پر کسقدر پاک اثر پیدا کیا۔ اور اوسکو
کتنا اونچے درجہ اتقا کا دکھایا۔ جو شاید کبھی مردوں میں بھی نہ نظر آیا ہوگا۔

رملہ بنت شیبہ۔ شیبہ بن ربیعہ کی لڑکی تھی۔ اس عورت کا شمار
صحابیات سے کیا گیا ہے۔ جسوقت اسکا باپ جنگ بدر میں مارا گیا اوسوقت
رملہ نے یہہ شعر کہے جو ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

اشعار

يحي الرحمن صائبة يوج — ومكته او باطراف الجفون
تدين لمعشر قتلوا ابا ها — اقتل ابيك جائك باليقين

حرف الزاء

زبیدہ خاتون:۔ خلیفہ عباسی جعفر بن منصور کی لڑکی اور ہارون رشید کی بی بی تھی۔ یہہ خاتون بڑی مخیرہ تھی۔ اسکے محل میں سو عورتیں حافظ قرآن نوکر تھیں۔ اس نے اپنی عالی ہمتی سے مکۂ معظمہ میں ایک نہر کھدوائی تھی۔ اسکا شوہر ہارون رشید۔ امور مملکت میں اس سے مشورہ کیا کرتا تھا۔ یہہ خاتون اکثر علوم سے واقف تھی۔ نظم کی طرف بھی طبیعت مائل تھی۔ اس کے ایک لڑکے کا نام امین تھا۔ طاہر نے جس وقت امین کو قتل کروا ڈالا اوسوقت امین کی ماں زبیدہ خاتون قصر خلافت میں تشریف فرما تھی۔ کہ ایک خواص نے آکر کہا۔ حضور بیٹھی کیا کرتی ہیں امیر المومنین قتل کر دیے گئے۔ زبیدہ نے کہا پھر کیا کروں۔ اوسنے ترغیب دی کہ حضرت عائشہ جسطرح حضرت عثمانؓ کے خون کی دعویدار ہوئی تھیں۔ حضور بھی امیر المومنین کے خون کا عوض لیں۔ زبیدہ نے کہا۔ ۲۶ ما للنسا و طلب الدماء۔ اسکے بعد مامون کو یہہ منظوم خط لکھا۔

اشعار

لوارث علم الاولین وفهمهم — وللملك المامون ام جعفر
كتبت وعيني مستهل دموعها — اليك ابن عمي من جفون ومحجر
وقد مسني ذل وضر كابة — وارق عيني يا ابن عمي تفكر
اتي طاهر لا طهر الله طاهرا — فما طهر فيما اتى بمطهر

فاخرجني مكشوفة الوجه حاسراً	واذهب اموالي واخرب ادورى
يجرّ على هارون ما قد لقيته	وما مرّ لي من ناقص الخلق اعورى
فان كان ما ابدى با مر امرته	صبرت لامر من قدير مقدرى

اور اپنے لڑکے امین کے مرثیے میں کچھہ فارسی اشعار لکھے جسکے دو شعر یہہ ہیں۔

اشعار

ای جان جہان جہان ناخوش بی تو	بغداد پریشان و مشوش بی تو
رفتی تو و من بے تو بماندم فریاد	تو در خاکی و من در آتش بی تو

زیب النسا بیگم ۔ اسکے باپ کا نام عالمگیر تھا۔ جو اپنے وقت کا نہایت مدبر بادشاہ ہوگذرا ہے۔ شاہ نواز خاں صفوی کی دختر کی لڑکی تھی۔ ۱۰۴۸ ہجری میں دہم شوال کو پیدا ہوئی تھی۔ کلام مجید کی حافظہ تھی۔ علوم عربی اور فارسی سے بخوبی ماہر تھی۔ خطوط نستعلیق۔ نسخ۔ شکستہ وغیرہ وغیرہ لکھنے پر قادر تھی۔ سینکڑوں علما۔ شعرا۔ اور خوش نویس منشی اسکی قدردانی کے سایے میں خوش حال رہا کرتے تھے۔ نحو۔ صرف اور فقہ میں بھی کامل دستگاہ تھی۔ نظم سے نہایت دلچسپی تھی۔ اس نے اپنی بددماغی کی وجہ سے شادی نہیں کی۔ اور ۱۱۱۳ ہجری میں فوت ہوئی۔ اسکے کچھہ اشعار ذیل میں درج ہیں۔ لیکن مخفی جو اسکا تخلص لوگ مشہور کرتے ہیں بالکل غلط ہے۔

ابیات

بلبل از گل بگذرد گر در چمن بیند مرا	بت پرستی کے کند گر برہمن بیند مرا
در سخن پنہان شدم مانند بو در برگ گل	ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

دلہا

از تاب و تبم مہر سما را کہ خبر کرد — وز گریۂ من ابر و ہوا را کہ خبر کرد
بیرون ہمہ سر سبز و درونم جگر خون — از حالت من برگ حنا را کہ خبر کرد

ولہا

در نہاں خونم بظاہر گرچہ برگ تازہ ام — حال من در من نگر چون برگ سرخ اندر حناست
دختر شاہم ولیکن رو بفقر آوردہ ام — زیب و زینت بس ہمینم نام من زیب النساست

ولہا

خیز کرشمہ ریز کن نرگس نیم مست را — از تہ جام جرعہ دہ ساقی می پرست را
بہر شہادت جہاں یک نگہ از تو بس بود — گرم غضب چہ میکنی غمزۂ تیز دست را
تاب مدہ بطرہ ات بر دل سو گرہ مزن — بدعت تازہ منہ قاعدۂ شکست را

ولہا

بنگر بہ تہی دستی ما کز سر ہمت — بر سفرۂ حاتم ننشینند مگس را

ولہا

گر فہم آنکہ از رحمت گناہ عاصیان بخشد — بہ محشر بس بود داغ خجالت روسیاہا را

ولہا

سید ہم آب از سرشک دیدہ باغ خویش را — تازہ سیدارم بوی گل دماغ خویش را

ولہا

درس عشقت را بیانے دیگرست — این مدرس را زبانے دیگرست
تا بجے سر گرم کار این جہان — این جہان را ہم جہانے دیگرست
از شراب عشق می سوزد جگر — نقل این مے از دکانے دیگرست

حرف السین

سکینہؒ۔ حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا حضرت امام حسینؑ کی صاحبزادی ہے

فضائل کا منظر دیکھکر حیرت ہوتی ہے - احوص ادب کا امام اور ملک عراق کا فخر جب مدینے میں آیا - اور وہاں کے تمام کاملین کا اوسنے جائزہ لیا - جو لوگ بڑے بڑے کامل العیار خیال کیے جاتے تھے احوص کی نکتہ چینی سے عہدہ برآ نہو سکے - کوئی ایسا نہ تھا جو مدینے کے مرکز قابلیت کی ناموس کو محفوظ رکھہ سکتا - جب وہ حضرت سکینہ کی خدمت میں آستانہ بوسی کو حاضر ہوا تو آپنے اوسکے تمام مجموعۂ لٹریچر میں سے چند جگہہ ایسی مُتبحّرانہ نکتہ چینی کی کہ اوسکو دعوی انا ولا غیری ترک کرنا پڑا - ایسے ہی فرزدق اور جریر عراق کے مشہور شعرا جن سے زیادہ اوس زمانے میں کوئی روشن ستارہ آسمانِ سخن پر نتھا - مدینے میں آئے - اور حضرت سکینہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپنے ہر ایک کے کلام میں جو کہ تمام شعرا کی موزوں طبائع کی محک پر جانچ لیا گیا تھا چند مقامات پر تخطیہ کیا اور اون کو تسلیم کرنا پڑا - اس سے حضرت سکینہ کے حافظے کی وسعت اور علم کی غایت کا پیمانہ معلوم ہوتا ہے -

سیدہ بیگم - سید ناصر سادات جرجان کی لڑکی تھی - وطواط کی ہمعصر تھی - یہ چند شعر اوسکی تصنیف سے ہیں -

اشعار

دلی دارم بپہلو بیقرار از ہجر یار خود
چہ گردم پیش ہر دوران زورد بیقرار خود

بدرد دل چنان گریم کہ خون گردد دل خارا
چو یاد آرم من سرگشتہ از یار و دیار خود

ازان پیوستہ در عالم چنین سرگشتہ میگردم
کہ می بینم چو زلف او پریشان روزگار خود

گلی از باغ وصلش نچیدم بہر را خود
چو غنچہ گرچہ خون دیدم دل امیدوار خود

ز استغنا ندارد گوش یکبار آن جفا پیشہ
اگر در پیش او صد بار گویم حال زار خود

بکار خویش حیرانم کہ از عشق بتان ہرگز
سر و سامان نمی بینم من مسکین بکار خود

بجو اہم سوخت آخر سیدہ لوح مزار خود		از یں سوزیکہ من دارم زعشق او لبیں از مردن

سید النسا بیگم :- اس عورت کی سوانح عمری ہمکو بذریعہ خط و کتابت ملی ہے جو خاص اسی نیک بخت عورت کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔
ہمارے خط کے جواب میں جو کچھ اوس نے لکھا ہے ہم بعینہٖ اوس کو درج کرتے ہیں۔ ناظرین اوسکی علمی استعداد و عصمت نتیجۂ علم عفت خود معلوم کرلیں گے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعالیخدمت فیضدرجت جناب سید افتخار عالم صاحب آزاد دام فیضہٗ
تسلیم۔ آپکا مکرمت نامہ بتطلب سوانح عمری فیض آمود ورود لایا۔ معزز و مفتخر فرمایا۔ قبل از تحریر سوانح عمری آپ کے اس احسان و کرم کا نہایت ادب کے ساتھ شکریہ ادا کرتی ہوں کہ بذریعہ آپ کے ارادے اور عالی ہمتی کے ہم پردہ نشینان کو یہ افتخار حاصل ہوا کہ ہم گناہوں کا نام بھی صفحۂ قرطاس پر زیب رقم فرمایا جائے۔

رباعی

زنور انم بہ ہر یک داستانے سر موئے ز احسان تو گفتن		اگر ہر موی من گردد زبانے نیارم گوہر شکر تو سفتن

ہندوستان میں بعہد شاہان ماضیہ عورات کے علم و فضل و ہنر و کمال کی قدر کی جاتی تھی۔ بعد سنہ ۱۱۳۳ ہجری کو جب محمد شاہ بادشاہ دہلی تخت نشین ہوا تو روز بروز ہندوستان جنت نشان پر ادبار آیا اور بوجہ پریشان خاطری و بے بضاعتی وقتاً فوقتاً تنزل ہوتا رہا۔ اور شرفا کے گھروں سے دولت علم و ہنر معدوم و مفقود ہوگئی۔ خصوصاً

مستورات پردہ نشینوں کے علم و ہنر بوجہ ناقدری مستور ہو گئے تھے
بلکہ عورات بہ نظر حقارت دیکھی جاتی تھیں۔ اب بعد انقضائے زمانۂ
دراز کے جناب فیض مآب منشی محبوب عالم اڈیٹر پیسہ اخبار کے
اخبار گوہر بار میں جو ہم گمناموں کے مضامین طلب فرمائے گئے تو معلوم
ہوا کہ زمانے نے کروٹ بدلی اور بخت خفتۂ مستورات بیدار ہوئے۔
اور بوستان خزاں دیدہ میں بہار آئی غنچۂ خاطر نسواں جو کہ پژمردہ تھے
شگفتہ ہوئے۔ خداوند کریم آپکی اس ہمت مردانہ میں برکت دے
اور کامیابی حاصل ہو۔ آمین ثم آمین۔ ع۔ ایں کار از تو آید و مرداں
چنیں کنند۔

سوانح عمری سیدالنساء خفی

۱۲۸۲ ہجری ۱۳۲۲

سیدالنساء بیگم کا حسب و نسب

میرے باپ قاضی بدرالدین احمد صاحب خلف اکبر قاضی شرف الدین احمد
صاحب صدیقی قوم کے شیخ اور اکابرین قصبۂ کوتانہ سے ہیں
قاضی محمد امین میرے جد امجد تھے۔ جنکو شاہان
سلف سے عہدۂ قضا عطا ہوا تھا۔ اور میرے زمانہ
پیدائش تک رجسٹر نکاح خوانی میرے دادا صاحب کے
پاس موجود تھا۔ تین سو چوراسی موضع جو نواح کوتانہ سے
تھے بجز میرے دادا صاحب یا اون کے نائب کے
کوئی شخص نکاح خوانی نہ کرسکتا تھا۔ میری والدہ صاحب
مغفورہ مکرمہ شیخ امان اللہ صاحب قدیشی پانی پتی کی دختر

نیک اختر ہیں - یہہ صاحب نہایت درجہ حلیم الطبع اور سلیم المزاج
درویش منش تھی - اور قاری عبد العزیز صاحب دہلوی سے دست
بیع تھی - زمانہ بھاؤ گردی (یہہ ایک لٹیرا شخص مشہور ہے) - میں شیخ محمد روشن
ان کے والد بزرگوار فرخ آباد میں جاکر مقیم ہوئے - اور تین ثلث
اپنی عمر کے وہیں ملے گیے - بعد انتقال شیخ محمد روشن - شیخ
امان اللہ صاحب میرے نانا جس زمانے میں مقام میرٹھ چھاؤنی
پڑی - تشریف لاکر آباد ہوئے - اور مکانات - دکانات اور احاطہ
تعمیر کرایا جو اب تک احاطہ شیخ امان اللہ مشہور و معروف ہے -

سید النسا بیگم کی والدہ کی شادی ہونا

سنہ ۱۲۸۲ ہجری میں بعمر شانزدہ سالہ میری والدہ صاحبہ کی شادی
قاضی بدر الدین احمد بن قاضی شرف الدین احمد صاحب سے
بمقام میرٹھ ہوئی - اور وہ رخصت ہوکر قصبہ کوتانہ اپنی سسرال میں
مع جہیز پہونچیں - میرے معزز ناظرین با تمکین پر واضح رہے
کہ میرے دادا صاحب مرحوم قاضی شرف الدین احمد بباعث صریح پیدا
ہوئے تھے - جبر و تعدی و ترشروئی اونکا خلقی امر تھا - کوئی اولاد خلف
بھی اپنے باپ دادا کی اہانت کرنا پسند نہیں کرتی - اور نہ کوئی فرد بشر
اسبات کو گوارا کرسکتا ہے - چونکہ یہہ سوانح عمری ہے
اور حق گوئی کلمۂ حق ہے لہذا کوئی امر یا واقعہ پوشیدہ رکھنا عقلا کے
نزدیک خلاف عقل ہے ع راستی موجب رضای خدا است - ان بزرگ
کا ایسا برتاؤ خاص میری والدہ ہی کے ساتھہ نہ تھا بلکہ اپنے تمام رشتہ
داروں کے ساتھہ بھی اسی طرح پیش آتے تھے - جو حال بد سلوکی کا اب

بیان کیا جاتا ہے وہ مشتے نمونہ از خروارے ہے۔ جسقدر زیورات۔ پارچات
وظروفات وغیرہ اسباب جہیز میری والدہ کے ہمراہ آیا تھا میرے دادا نے
اپنے قبضے میں کر لیا۔ اور قسم قسم کی تکالیف دینی شروع کیں۔ کہ جسکے بیان
سے قلم و زبان کا سینہ چاک ہے چونکہ میرے والد قاضی بدرالدین احمد
اپنے والدین کے تابع حکم تھے اسلیے میری والدہ کی کچھہ امداد نہ کر سکے
کیونکہ بارہا انکے والد نے یہہ فرمایا تھا کہ اگر تم نے اپنی بی بی کی طرفداری کی
تو تمکو عاق کر دونگا۔ القصہ اسی پریشانی اور خستہ حالی میں تین سال گذر گئے

سیدالنسا بیگم کی پیدائش

میں قصبہ کوتانہ ضلع میرٹھہ جو مضافات دہلی سے کنارہ دریای جمن
واقع ہے بتاریخ ۱۶ ماہ محرم الحرام ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۸۶۷ء روز یکشنبہ بوقت
آٹھہ بجے شب کے پیدا ہوئی تو میری والدہ صاحبہ کے ساتھہ سسرال
سے وہ سلوک ہوا کہ ناگفتہ بہ ہے۔ گویم مشکل و گر نگویم مشکل۔
کیا کہوں کچھہ کہا نہیں جاتا۔ چپ بھی لیکن رہا نہیں جاتا۔ بوجہہ عدم توجہی قاضی
شرف الدین صاحب زچہ خانے میں تیل تک نہ تھا کہ چراغ
تک روشن ہوتا۔ بجاے چراغ داغ دل جلتا تھا۔
گھٹی کی عوض والدہ صاحبہ نے مجھے شہد چٹایا۔ جو بضرورت کسی دوا
کے رکھا ہوا تھا۔ بجاے اچھوانی میری والدہ نے اپنا خون جگر پیا۔

سیدالنسا بیگم کا اپنے نانا کے گھر مع اپنی والدہ کے میرٹھہ جانا

جب ان مصائبات کو سہتے سہتے میری والدہ کا خون خشک
ہوگیا تو وہ بیمار شدید بیمارضہ یرقان آلودہ ہو کر صاحب
فراش ہوگئیں۔

دوہرہ

تن تولہ نا رہا اور ماشہ رہا نہ ماس ۔ رکت رائی نا رہا اور گھونگھچی نا سانس

جب میرے دادا صاحب نے جانا کہ میری والدہ قریب المرگ ہیں تو حکم دیا کہ فوراً اونکو یہاں سے اون کے باپ کے گھر روانہ کر دیا جائے چنانچہ ایک بہلی میں بہمراہی ایک خادمہ کے سوار کرا کر روانہ کر دیا۔ اوسوقت میری عمر تین سال کی تھی۔ جب قصبہ برناوہ کے متصل کرشنی ندی پر پہونچے۔ تو کشتی میں سوار ہو کر پار اوترتے وقت گاڑی اولٹی اور میں ندی میں گر گئی۔ اوسوقت میری والدہ کے منہ سے بے ساختہ یا علی مدد نکلا۔

اشعار

غریق لجۂ غم کو نکال لیتا ہے ۔ یہہ نام گرتے ہوئے کو سنبھال لیتا ہے

دیگر

اس کا اثر خفی و جلی کہہ کے دیکھ لو ۔ مشکل میں یا علی ولی کہہ کے دیکھ لو

ناظرین اوس وقت کی بیقراری اور مایوسی کی حالت جو میری والدہ پر ہوئی ہوگی خود تصور کر سکتے ہیں۔ کہ ایک پردہ نشین بی بی بجز گریہ و زاری اور دعا بجناب باری کے اور کیا کر سکتی ہے۔ جب کسی ملاح وغیرہ نے میرے پکڑنے کے لیے بوجہ طغیانی ندی کے پانی میں جانا قبول نکیا تو میری والدہ نے دست بدعا ہو کر یہہ شعر پڑھا۔

دریں دریای بے پایاں دریں طوفان موج افزا ۔ دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا

پڑھ کر چاہتی تھیں۔ کہ کشتی سے ندی میں اپنے آپ کو گرا دیں اور زندگی سے ہاتھ دھوئیں۔ ۔۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

ناگہاں قریب کشتی پانی میں ایک تلاطم عظیم پیدا ہوا اور معلوم ہوا کہ غیب سے
کسی نے میری والدہ کو پانی میں گرنے سے روک لیا اور مجھے کنارہ ندی پر
بٹھا دیا۔ ناظرین میں صحیح و سالم برآمد ہوئی۔ ایک قطرہ آب تک میرے
زیر حلق نہیں پہونچا ع۔ چہ باک از موج بحر آنرا کہ باشد نوح کشتیباں۔

القصہ اوسی روز بوقت شام مقام چھپاونی میرٹھ اپنے نانا صاحب
مرحوم و مغفور کے مکان پر پہونچ گئے۔ میرے نانا صاحب اور ماموں صاحبان
نے وہ شفقت فرمائی کہ جسکی تحریر میں زبان قلم قاصر ہے۔ تین سال تک
میرے نانا صاحب زندہ رہے اور میں مع اپنی والدہ کے اون کے سایۂ
عاطفت میں پرورش پاتی رہی۔ اور میری والدہ صاحبہ مجھے قرآن شریف
پڑھاتی رہیں۔ جب ساتواں سال مجھے شروع ہوا تو نانا صاحب کا سایہ سر
سے اوٹھ گیا۔ اونھوں نے اِس دارِ فنا سے عالمِ بقا کو رحلت فرمائی۔ اِس
سانحۂ جانسوز سے جو صدمہ میری والدہ کو پہونچا وہ بیان سے باہر ہے۔

سید النسا بیگم کا دہلی میں اپنی خالہ کے گھر جانا

میری حقیقی خالہ صاحبہ منشی کرم احمد صاحب قریشی اوورسیر سے منسوب
تھیں۔ اپنے والد بزرگوار کے انتقال کی خبر وحشت اثر سنکر
رائے بریلی سے جو لکھنؤ کے قریب ہے بہ تقریب عزا پرسی میرٹھ
تشریف لائیں۔ مجھ سے اور میری والدہ سے نہایت درجہ
محبت رکھتی تھیں۔ بعد چہلم نانا صاحب مرحوم و مغفور
اپنے ہمراہ مجھکو دہلی لے آئیں۔ میری خالو صاحب دہلی کے باشندے
تھے۔ اِس سبب سے میرا دہلی رہنے کا اتفاق ہوا۔
بعد عرصہ ایک ماہ میری والدہ جو کسی ضرورت سے میرٹھ رہ گئی تھیں

وہ بھی دہلی تشریف لے آئیں۔ چند روز خالہ صاحبہ کے یہاں رہ کر مناسب
نہ سمجھا کہ بہن بہنوئی کے دست نگر ہو کر رہیں۔ اسلیے علیحدہ مکان لیکر رہنے
لگیں۔ چونکہ میری والدہ پڑھنا۔ لکھنا۔ سینا پرونا۔ کشیدہ۔ بیل پتی۔
کامدانی وغیرہ کا کام بخوبی جانتی تھیں اسی ذریعے سے اپنی گذر اوقات اور میری
پرورش کرتی رہیں۔ اور اسی محنت و مشقت پر قناعت کی۔

شعر

قناعت ہی وہ دولت جس سے دل مستغنی ہے | توکل پیشہ کے نزدیک کیا رتبہ تونگر کا

سیدالنسا بیگم کا نورمل اسکول دہلی میں داخل ہونا

سنہ ۱۲۹۳ ہجری میں مجھے میری والدہ نے داخل اسکول کیا۔
معلمہ اس مدرسے کی فاطمہ سلطان بیگم صاحبہ بنت مرزا فرخ عرف مرزا فخرو ولی
عہد ابن ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ دہلی کی تھیں۔ دس سال
تک اوستانی صاحبہ ممدوحہ سے تعلیم پاتی رہی۔ اور بھی بہت سی
لڑکیاں میری ہمعصر امیرزادوں اور نوابوں کی اسی مدرسے میں
پڑھتی تھیں۔ اوستانی صاحبہ موصوفہ کو صدہا اشعار فارسی اور
اُردو نوک زبان تھے۔ ہر بات میں ضرب المثل اشعار پڑھا کرتی تھیں
جبکہ میرا میلان خاطر اوستانی صاحبہ نے بجانب نظم پایا۔ تو معیار
الاشعار مصنفہ مولوی مہدی علی خاں ذکی۔ لکھنوی۔ مجھے پڑھالی
یہ کتاب علم عروض میں مستند ہے۔ اُسی زمانے سے کبھی کبھی بوقت
فرصت مدحیہ اشعار نظم کرتی اور اوستانی صاحبہ سے
اصلاح لیتی تھی۔ اور مخفی تخلص اس عاجزہ کا قرار پایا تھا۔
چنانچہ یہ غزل سنہ ۱۳۰۲ ہجری میں میری تصنیفات سے ہے جو درج

کی جاتی ہے۔

غزل

گرچہ ظاہر ہے مدینے میں قیام احمدؐ
عرش اعلےٰ سے بھی اعلیٰ ہے مقام احمدؐ

حمد کرتی تھیں اوسی دیکھیہ کی ارواح رسول
لوح محفوظ پہ لکھا تھا جو نام احمدؐ

تھا یہہ اعجاز کہ کفار تھے لائے ایماں
سنگدل موم تھے سن سن کے کلام احمدؐ

تھا نبی کے لب و لہجے کا جو مشتاق خدا
شب معراج سنے اوسنے کلام احمدؐ

حضرت روح امیں آپکے اک خادم سے تھے
لے کے جاتے تھے خدا پاس پیام احمدؐ

جائے اسطرح مدینے میں خفی ہے یہہ دعا
دل میں صلوات ہو اور لب پہ ہو نام احمدؐ

سالانہ امتحان پر انعام کتب و پارچات و دیگر اشیاسے نوشت وخواند برابر مجھے ملتا رہا۔ اور اپنی ہم مکتب لڑکیوں میں میرا نمبر اول رہا۔ اور وظیفہ پاتی رہی ۱۲۸۳ھ ہجری میں بوساطت مس بونڈ صاحبہ مہتممہ مدرسہ زنانہ میرے ہاتھ کی کاپیاں بہ حضور ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند دام اقبالہٗ بھیجی گئیں جسکی جلدو (عوض) میں بھی انعام پایا۔ یہہ سب فیضان صحبت بابرکت استانی صاحبہ ممدوحہ کا ہے کہ اس ہیچمدان کو تھوڑا سلیقہ نوشت وخواند کا ہوگیا ورنہ من آنم کہ من دانم

شعر

جمال ہمنشیں درمن اثر کرد	وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

سیدالنسا بیگم کی قصبہ پانی پت میں شادی

۱۸۶۶ء میں بذریعہ استانی فاطمہ سلطان بیگم صاحبہ میری والدہ معظمہ سعادۂ مدرسۂ زنانہ سفیر ہو کر پانی پت میں تشریف لیگئیں۔

اس مدرسے میں دختران شرفا ونجبا رقوم انصار تعلیم پاتی تھیں۔ قصبۂ مذکور کی مستورات سے والدہ کا ربط و ضبط ہوگیا۔ خصوصاً عورات قوم انصار والاتبار سے زیادہ اُنس ہوا بوجہ اسکے کہ شیخ امان اللہ صاحب میرے نانا مرحوم بھی اسی قصبے کے قدیم باشندے تھے۔ انھیں مستورات مذکورۃ الصدر سے ایک بی بی سمّی وجواد وخلیق نجیب الطرفین الموسوم بہ کنیز حسین صاحبہ کو میری والدہ سے نہایت درجہ محبت تھی۔ ایک روز تخلیہ میں مساۃ موصوفہ نے اپنے چھوٹے بیٹے کے لیے میری خواستگاری کی۔ چونکہ اوس زمانے میں مجھے تعلیم سے فراغت حاصل نہیں ہوئی تھی میری والدہ صاحبہ نے یہی عذر پیش کیا۔ اور وعدہ فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ۔ بشرط خیریت بعد فراغت تعلیم آپ کی خواہش پوری کی جائیگی۔ ابھی میں نے مدرسہ نہ چھوڑا تھا کہ بی بی کنیز حسین کا انتقال ہوگیا۔ تھوڑے عرصے کے بعد میں نے تعلیم سے فراغت پائی۔ تب میری والدہ کو یہہ فکر لاحق ہوا کہ حسب دستور شرع شریف میری شادی کے بار سے سبکدوش ہوں۔ ناظرین یہہ بات بھی لائق گزارش ہے کہ ابتدائے زمانۂ پیدائش سے اسوقت تک میرے والد قاضی بدرالدین احمد نے باوجود تقضا کرجانے قاضی شرف احمد میرے دادا کے بدستور قدیم میری اور میری والدہ کی دستگیری نہیں کی۔ کیونکہ یہ نقش بے اعتنائی ولاپروائی کا قاضی صاحب کلان اپنے لوح دل پر منقوش کر گئے تھے۔ "جبل گردد و جبلی نہ گردد" یہاں کے مصداق رہے۔ جب مستودہ کو نین بی بی کنیز حسین کی وفات کی بعد بہ تقریب سوم خواجہ جعفر حسین صاحب جو بعہدہ طبابت سن جانب سرکار انبالہ میں مامور تھے پانی پت تشریف لائے

تو اون کے گھر کی مستورات نے میری والدہ سے میری نسبت کا تذکرہ کیا
اور وصیت مرحومہ ومغفورہ کو یاد دلایا تو اس رشتہ کو بہ طیب خاطر میری
والدہ نے منظور کیا۔ پانی پت سے دہلی تشریف لیجاکر اور میری خالہ صاحبہ
سے صلاح لیکر بقدر وسعت وامکان انتظام شادی کیا۔ ع

ہر کاریکہ ہمت بستہ گردد	اگر خارے بود گلدستہ گردد

و بماہ جمادی الثانی ۱۳۱۲ ہجری روز شنبہ وقت ۹ بجے شب کے بساعت
سعید حکیم خواجہ جعفر حسن صاحب موصوف سے میرا عقد نکاح ہوا اور قاضی
قاضی احمد حسین صاحب دہلوی نے نکاح خوانی کی۔ اس تقریب میں
اکثر شرفاء دہلی اور عزیز اقربا ساکنان میرٹھ شریک تھے۔
میرے حقیقی خالو منشی علی احمد صاحب نے تمام کاروبار شادی کو
انجام دیا۔ اور حسب دستور زمانہ جہیز دیکر رخصت کیا۔ میں اپنی
سسرال یعنی پانی پت میں بخیریت تمام پہونچ گئی۔ حضرات ناظرین
میں نہایت افسوس کے ساتھ اس امر کو ظاہر کرتی ہوں۔ کہ اس موقع
پر بھی میرے باپ اور چچا شریک نہوسکے۔ باوجود اسکے کہ میری والدہ
نیک چلن اور عصمت مآب صابرہ وشاکر اب تک ان کے عقد نکاح میں ہیں
بجز اسبات کے کہ وہ نان و نفقہ کی طالب ہوئیں اور کوئی باعث ملال خاطر
میرے والد کا نہ تھا۔ یہہ بھی ایک مقام عبرت ہے۔ میرے شوہر حکیم خواجہ
جعفر حسن صاحب رئیس پانی پت المتخلص بہ جعفر مصنف دیوان "چراغ حق"
(مؤلف کو بھی چراغ حق کا ایک نسخہ اس خاتون نے بھیجا ہے) اولاد خواجہ
ایوب انصاری سے ہیں سلسلۂ نسب اونکا بذریعۂ اصلاب طاہرہ و
ارحام پاکیزہ مسند آرا علمای عصر حاوی اسرار فقہ و اصول سے تفصیل

فضلائے دہر واقفِ رموزِ منقول و معقول خواجہ عبداللہ پیر ہرات قدس سرہ تک پہونچا ہے۔ جد امجد ان کے خواجہ فضل علی خاں صاحب المتخلص بہ ضابطؔ منصب دار بادشاہی تھے۔ اتبک اراضیات معافیات الٰتمغہ قصبہ پانی پت میں انکے پاس موجود ہیں۔ اور اب عرصہ دس سال سے بعہدہ منیجری ریاست رائے پور ضلع انبالہ مقرر ہیں اسی باعث سے میں ریاست رائے پور میں سکونت پذیر ہوں۔ اگر لفظ اختصار نامۂ والا میں مندرج نہوتا تو گلہای واقعات سے صفحۂ قرطاس کو رشکِ بوستانِ جنت بناکر پیش کرتی۔ اکثر واقعات تحریر سے باقی چھوڑ دیے گئے۔ کہ ناظرین کو طوالت سے ملال خاطر نہو۔ فقط۔

رقیمہ سیدالنسا بیگم بقلم خود۔ ۶ ماہ دسمبر ۱۸۹۶ء

مضمون ذیل بھی اسی خاتون کا ہے جو براہ راست ہمکو پہونچا ہے۔

میں اپنی ہمعصر بہنوں کے روبرو ایک مضمون فوائد تعلیم نسواں پیش کرتی ہوں بچشم غور دیکھیں اور بگوش جاں سنیں

حیوانِ مطلق اور حیوان ناطق گوشت پوست و استخوان و خون و رگ و پے میں یکساں ہیں۔

سوال۔ پھر انسان جو اشرف مخلوقات کہلاتا ہے کیا باعث ہے؟

جواب۔ بوجہ علم کے۔ "اول ما خلق اللہ علم" اور بعضی احادیث میں یوں آیا ہے "اول ما خلق اللہ العقل" اور بعضی کتب یا سے معتبرہ میں "اول ما خلق اللہ القلم" تحریر ہے۔ پس معلوم ہوا شرافتِ انسانی علم اور عقل سے ہے جب علم اور عقل دونوں

مجسم ہوئے تو قلم سے کار تحریر لیا گیا۔ علم کے معنی جاننے کے ہیں اور جاننا وہ شئے ہے کہ جس سے نیک و بد۔ خیر و شر اچھے برے میں انسان تمیز کر سکے۔ اور اپنے خالق کو کہ جسنے مشت خاک سے ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کو بنا کر خلعت انسانیت پہنایا اور اشرف مخلوقات بنایا۔ تو اول انسان کا یہہ فرض ہے کہ اپنے خالق کو پہچاننے۔ اور شناخت اوسکی بغیر علم کے باشکال بلکہ ناممکن ہے ع۔ کہ بے علم نتواں خدا را شناخت۔ دوم یہہ کہ امورات دنیوی میں بھی علم سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ اور امداد ملتی ہے۔ مثلاً کھانا پکانا۔ سینا پرونا۔ گھر کی آراستگی۔ مہمان نوازی۔ اولاد کی تربیت۔ شوہر کی اطاعت ان سب باتوں کا مدار علم پر ہے۔ جیسا کہ فی زماننا عورات یورپ بوجہ علم انتظام خانگی میں مستورات ہندوستان پر گوی سبقت لیگئی ہیں۔ خصوصاً ہماری ملکہ وکٹوریہ قیصرۂ ہند دام اقبالہا و حشمتہا۔ اہل دنیا کی بیشتر زبانوں میں گفتگو کرتی ہیں۔ اور ہر ایک ملک کے آدمیوں کو اُن ہی کی زبانوں میں نہایت فصاحت و بلاغت سے جواب باصواب دیتی ہیں۔ اور اتنے وسیع ملک یعنی انگلستان و ہندوستان وغیرہ وغیرہ کی عنان حکومت اپنے ہاتھہ میں لیکر اپنی رعیت کو انصاف اور عدل سے اسقدر آرام اور چین دیا ہے کہ شاہان گذشتہ کے زمانے میں ایسی آزادگی اور امن نصیب نہیں ہوا۔ یہہ سب نتیجۂ علم ہے۔ اور رعا کی بہبودی کے لیے ہر ملک و ہر شہر و قصبہ جات و دیہات میں مدارس زنانہ قائم کیے ہیں کہ ہمارے ملک کی مستورات دولت علم سے فیضیاب ہو کر اپنے

امورات دینی و دنیوی کو بخوبی سر انجام دیں - اور ان جواہرات بے بہا سے مالا مال ہو جائیں - کہ صرف کرنے سے ہمیشہ بڑھتے ہیں - لیکن ہزار افسوس کہ عوام الناس کے خیالات اسکے برعکس ہیں یعنی مستورات کے پڑھانے لکھانے کو عیب جانتے ہیں - اور اگر کوئی شخص اس بارے میں ترغیب دے برا مانتے ہیں - بعض اشخاص کا خیال ناقص و گمان باطل یہ ہے - کہ عورتیں پڑھنے لکھنے سے آوارہ اور نڈر ہو جاتی ہیں - اور اپنی عالی خاندانی کے جامۂ پاک پر دھبّہ لگاتی ہیں - یہہ بالکل اون کا خیال خام اور ایک قسم کا جنون ہے ۔

	شعر	
بھلے کو یہ برا سمجھی برے کو یہ بھلا سمجھے		پڑیں پتھر سمجھ پر انکی یہ سمجھے تو کیا سمجھے

یہہ امر ظاہر ہے اور ہر ذی عقل اس بات سے ماہر ہے کہ جو انسان صاحب علم ہوگا نیک بد میں تمیز کریگا - اور احکامات خدا و رسول سے بھی ڈریگا - اور جو بے علم ہوگا وسواس شیطانی اوسکے دل میں زیادہ راہ کریں گے - پس پڑھنے اور لکھنے سے عفت عصمت پر کوئی داغ نہیں لگتا - بقول سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ ؎

تو پاک باش برادر مدار از کس باک		زنند جامۂ ناپاک گازراں بر سنگ

کتب ہائے تواریخ ماضیہ و قصص و ناول مصنفۂ زمانہ حال سے پایا جاتا ہے کہ بہ نسبت خواندوں کے ناخواندہ لوگ خواہ وہ مذکر ہوں یا مونث مرتکب افعال زشت کے ہوتے ہیں - مخالفان تعلیم نسواں کے روبرو ایک اور دلیل علمی پیش کرتی ہوں - بروے حساب ابجد اعداد ذی علم کے ۸۵۰ ہیں اور اعداد بے علم کے ۱۵۲ - پس بہ نسبت بے علم کے ذی علم کا مرتبہ ۶۹۸ درجہ

زائد ہے۔ اور عالم وجاہل کے اعداد جو دیکھے گئے تو جاہل سے عالم کے عدد
۱۰۲ زائد ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بہرحال خواندہ کا درجہ ناخواندہ
سے زیادہ ہے۔ حیف کہ ہماری قوم اس پر بھی اپنی لڑکیوں کو تعلیم سے
محروم رکھتی ہے۔ دیکھو ہندوستان میں بیگم صاحبہ بھوپال کیسی ذی لیاقت
اور صاحب علم ہیں جنکی تصنیفات سے ایک کتاب موسومہ بہ تہذیب الانسان
لائق دید ہے۔ جس میں جملہ امورات دینی و دنیوی۔ اخلاقی و معاشرتی
بحوالہ حدیث و نص قرآنی نہایت وسیع و بسیط سند ہیں جس
جسکے پڑھنے اور دیکھنے سے فوائد کثیر حاصل ہوتے ہیں۔ پس یہ بھی نتیجہ نکلا
ہے۔ کہ نام نامی بیگم صاحبہ موصوفہ کا تمام ہندوستان میں اظہر من الشمس ہے
بچشم انصاف دیکھو کہ اون کے علم سے تمام مستورات کو کسقدر فوائد حاصل
ہوئے۔ اگر خدا نخواستہ بیگم صاحبہ بے علم ہوتیں تو مثل نگین انگشتری
انکا نام اپنی ہی ریاست میں محدود رہتا۔ مہارانی صاحبہ میسور بھی
علم ولیاقت میں مشہور و معروف ہیں۔ جو مہاراجہ صاحب والی میسور
کے انتقال کے بعد ریاست کی کونسل انتظامیہ کی پریسیڈنٹ مقرر ہوئی
ہیں۔ اور ہماری گورنمنٹ نے بوجہ انکی علمی لیاقت کے انکی پریسیڈنٹی منظور
فرمائی ہے۔ یہہ زمانہ حال کی چند مثالیں پیش کی گئیں۔ اب زمانہ گذشتہ کی
مستورات ذی علم کے حالات درج کرتی ہوں۔ جبکہ نورالدین جہانگیر بادشاہ
دہلی نے اپنے چھٹے سال جلوس یعنی سنہ ۱۰۲۰ھ میں نورجہاں بیگم سے اپنی
شادی کی تو بیگم صاحبہ مذکورۃ الصدر نے بوجہ اپنی قابلیت اور
لیاقت علمی کے جہانگیر ایسے نازک مزاج بادشاہ کو اپنا فریفتہ اور
مطیع کرلیا۔ اور تمام امورات سلطنت کا اختیار حاصل کرکے اس خوبصورتی

انجام دیا کہ یہہ نشان صفحہ روزگار پر تا قیامت باقی رہیگی - اور بہت سی
اشیا - از قسم پارچات و زیورات اختراع کیے جو اب تک عورات
ہندوستان کے استعمال میں آتی ہیں - جنکی تفصیل محتاج بیان نہیں -
مطالعہ کتب تواریخ سے مفصل ظاہر ہے - اہل ہنود میں مہارانی لیلاوتی جی
ایک بڑی عالمہ فاضلہ ریاضی کی گذری ہیں - لیلاوتی جو علم ریاضی میں مستند
کتاب ہے ان ہی کی تصنیف اور تالیف سے ہے - رانی صاحبہ ممدوحہ نے
اپنے ہی نام پر اس کتاب کو موسوم کیا تھا - ظاہر ہے کہ مہارانی صاحبہ کے
راج پاٹ مکانات کا اسوقت صفحہ روزگار پر نشان تک باقی نہیں رہا - لیکن
نام گرامی اونکا زمانہ حال تک بوجہ علمی لیاقت کے باقی ہے اور آیندہ رہے گا -
مہارانی گندھاری جو مہاراجہ دہرت راشٹ کی مہارانی تھیں وہ بھی ایسی
عالمہ اور فاضلہ تھیں - کہ بیاس جی جیسے عالم اور رشی سے جنھوں نے
اٹھارہ پران اور بہت سی کتب تصنیف کی ہیں مباحثہ کرتی تھیں -
اور مہاراجہ جیسے عالم متبحر اون کے دلائل کو قبول فرماتے تھے یہہ بھی نتیجہ علم ہے -
ان تاریخی مثالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل ہنود میں بھی تعلیم نسواں کا قاعدہ
قدیم سے مروج ہے اور عورات کے پڑھانے لکھانے کو کوئی عیب نہیں
مانا گیا - عورات جو ناقص العقل کہلاتی ہیں یہہ سب خرابی بوجہ بے علمی کی
ہے - جو کہ لڑکیوں کو بے علم رکھا جاتا ہے اور مدت العمر
اونکی کار و خدمت میں مثل لونڈیوں زر خرید کے گذرتی ہے جبکہ وہ
علم سے بے بہرہ رہیں تو عقل کہاں سے لائیں - کیونکہ چراغ عقل علم ہی وہ
اونکے دل میں روشن نہیں کیا گیا - پس اس صورت میں ناقص العقل کیا
بلکہ بیعقل کہنا اونکے لیے درست ہو سکتا ہی - اب یہہ بات غور طلب ہے

(سوال) کیا خالق نے عورت کو بے عقل پیدا کیا ہے - ؟

(جواب) ہرگز نہیں - لڑکا لڑکی خلقت میں یکساں ہیں - زمانہ رضاعت میں دونوں کے کھانے - پینے - سونے - جاگنے - ہنسنے - رونے میں ایک سی حالت ہوتی ہے - جب ہوش سنبھالا تو لڑکے کو علم کی اچھی تعلیم دی گئی اور لڑکی کے ناک کان چھدائے گئے - اور وہ کام محنت و مشقت کے بتائے گئے کہ جسمیں عمر عزیز اوسکی رائگاں ہوئی - اور وہ ہونہار لڑکی پستی کی حالت میں رہی - جب اوسکی شادی ہوئی اور وہ اپنی سسرال گئی تو وہاں کی حالت ناگفتہ بہ ہے - اگر شوہر تعلیم یافتہ ملا تو یہ بیچاری بیعلم ہے جاہل اور صاحب علم کی موافقت ہونا مشکل بلکہ غیر ممکن ہے - بالفرض اگر شوہر نے صبر و شکر کر کے کچھہ اسکی جہالت پر خیال نکیا اور اپنی قوم اور برادری کی شرم سے یا خوف خدا سے اپنا محکوم مجھکر بھر ا بھلا گنا تب بھی اوسکی وقعت و منزلت اوسکی نگاہ میں ہرگز نہیں ہو سکتی - اگر عورت خواندہ اور شوہر اوسکا ناخواندہ ہے تو وہ عورت اپنی علمی لیاقت اور قابلیت سے شوہر کو اپنا مطیع بنا لیگی - اور افعال مذموم کا مرتکب نہونے دیگی - اب مخالفین تعلیم نسواں بچشم انصاف دیکھیں اور عدالت کریں کہ لڑکیوں کے پڑھانے میں کسقدر فائدے حاصل ہوتے ہیں - اے میری پیاری بہنو اے صاحبزادیو تمکو لازم اور مناسب بلکہ انسب ہے کہ علم کو حاصل کرنیکی کوشش کرو کیونکہ یہ ذریعہ بہبودی دارین کا ہے فقط

حرف الشین

شجرۃ الدر - یہہ خاتون خاندان ایوبیہ کے ساتویں تاجدار الملک الصالح کی سریہ تھی - اسکی ابتدائی حالت کی نسبت کسی مورخ نے کچھہ بھی نہیں لکھا ہے جس سے اسکی طفلی - خاندان - تعلیم وغیرہ کی حالت کا پتہ لگ سکے

قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکو تعلیم و تربیت کافی طور سے دی گئی تھی۔
جسکی وجہ سے ملک صالح کے پاس اسکی قدر و منزلت تھی۔ اور معاملات ملکی
میں بھی اسکی رائے لیجاتی تھی۔ حرم میں داخل ہونے کے چند سال بعد
ایک لڑکا پیدا ہوا جسکا نام خلیل رکھا گیا (اسی وجہ سے اسکی کنیت بھی ام خلیل
ہے) اور اب اسکا رتبہ اور زائد ہوگیا۔ افسوس ہے کہ یہہ لڑکا طفلی ہی میں
ماں کی گود سے جدا کر دیا گیا۔ اور وہ تمام امیدیں جو اس پیارے لڑکے
سے اس کی ماں کے دل میں تھیں حرف غلط کی طرح مٹ گئیں۔ مگر اس
لڑکے کے مرنے سے اوس وقت میں جو شجرۃ الدر کی ملک صالح کی نگاہ میں
تھی ذرا بھی فرق نہیں آیا۔ جسکا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ وہ اوسکو
نہ صرف معمولی اوقات ہی میں بلکہ اکثر اوقات لڑائی کے وقت بھی اپنے ساتھ
رکھا کرتا تھا۔ اگر اس موقع پر کسی قدر ملک صالح کا حال لکھا جاے تو بیجا
نہوگا۔

مورخین نے اسکی نیکی۔ دانشمندی۔ بیدار مغزی کی تعریف کی ہے جسوقت
یہ تخت نشین ہوا تھا اوسوقت ملک کی عجیب حالت ہو رہی تھی۔ خزانہ
میں روپیہ کا نام نہ تھا۔ بغاوتیں دن بدن بڑھ رہی تھیں۔ شاہی عہدہ داروں
نے الگ شور مچا رکھا تھا۔ ایسی حالت میں جس عمدگی سے اسنے سلطنت
کی اوسکا نتیجہ بہت ہی جلد ظاہر ہوگیا۔ نہ وہ بغاوتیں رہیں نہ وہ سرکشیاں۔ ملک
کی آبادی اور بہبودی میں کوشش کی۔ روضے کا قلعہ بنایا گیا۔ مکہ معظمہ جو
مصر کی حکومت سے خارج ہوگیا تھا پھر شامل کر لیا گیا۔ ایک بہت بڑا کالج
قصرین میں قائم کیا گیا۔ جسکی پروفیسری کے لیے نامور علما کا انتخاب کیا گیا
اوسنے ایک نئی فوج بحریہ کے نام سے قائم کی۔ جسکو تیار کرنیکی وجہ یہہ تھی کہ

الملک الناصر نے کسی زمانے میں الملک الصالح کو قید کر دیا تھا۔ اور ایسے وقت میں جبکہ اسکی خاص فوج نے بھی اسکی تائید کی۔ اسکے مملوکوں نے کوشش کر کے اسکو قید سے آزادی دلائی تھی۔ اور اوس روز سے الملک الصالح کے دل میں اونکی وقعت بڑھتی گئی۔ اور آخر جب یہ تخت نشین ہوگیا تو اوس نے اور نئے ہزار غلام خریدے۔ اور پھر اونھیں آزاد کیا گیا۔ اور اونکی ایک نئی فوج بنائی گئی جسکا نام بحریہ رکھا گیا۔ اور رفتہ رفتہ اون مملوکوں نے اسقدر وقعت الملک الصالح کے دل میں پیدا کی کہ اپنے سارے کام اُون ہی کو تفویض کر دیے آئندہ واقعات کے لیے بحریہ کا خیال رکھنا ضرور ہے۔

اندرونی انتظامات سے کسیقدر فرصت ملی تھی کہ عیسائیوں نے اپنی عادت کے مطابق تمام خیال شروع کر دی۔ چنانچہ لوی شاہ فرانس نے سنہ ۶۴۷ ہجری میں پچاس ہزار فوج کے ساتھ دمیاط کا رخ کر دیا۔ جو پہلے بھی ایک دفعہ اُون کے زیر تصرف رہ چکا تھا۔ غریب مسلمانوں نے جب دیکھا کہ اس فوج کے ساتھ مقابلہ ممکن نہیں۔ اور وہ تمام ظلم بھی اون کے پیش نظر تھے جو عیسائی کسی شہر کے فتح کرنے کے بعد وہاں کے باشندوں سے برتتے تھے۔ تو اونھوں نے بھی مناسب سمجھا کہ بھاگ نکلیں۔ مسلمانوں کا نکلنا تھا کہ عیسائیوں نے اوسپر قبضہ کر لیا۔

الملک الصالح اوسوقت دمشق میں تھا۔ جوں ہی اوسکو خبر معلوم ہوئی اوس نے فوراً مقابلے کی تیاری کر لی۔ اور ضروری بندوبست کے بعد فوراً چل کھڑا ہوا۔ دمیاط کے قریب منصورہ نامی مقام تک پہونچ چکا تھا۔ بلکہ اپنا کیمپ بھی وہاں قائم کر چکا تھا۔ اور محاصرے کی تدابیر بھی شروع کر دی تھیں کہ قضا نے مہلت نہ دی اور اوسی جگہ ۱۴ شعبان سنہ ۶۴۷ ہجری میں ۴۴ سال کی

عمر اور ۱۰ سال کی حکومت کے بعد مرگیا۔

خیال کیجئے کہ اسوقت کیسی خطرناک حالت ہو رہی تھی۔ فوج کو اگر ذرا ابھی معلوم ہو جائے کہ اوسکا بادشاہ مرگیا تو ابھی اوسکے دل بودے اور اوسکی ہمتیں پست ہو جائیں۔ اور پھر کوئی ایسا مدبر جنرل بھی نہیں جو فوج کا ایسی سراسیمگی کی حالت میں ثابت قدم رکھ سکے۔ سامنے مسیحیوں کی پچاس ہزار فوج پڑی ہوئی تھی جو ایسی پریشانی کی دل سے خواہشمند تھی۔ ایسے خوفناک وقت میں جس عمدگی کے ساتھ شجرۃ الدر نے کام کیا ہے۔ بے شبہ اوسکی اعلیٰ لیاقت اور مدبری کی ایک زبردست اور روشن دلیل ہے۔ اور جس سے شجرۃ الدر کو بھی اون نامور مدبروں میں تسلیم کرنا پڑتا ہے جنھوں نے ایسے نازک وقتوں میں اپنی فوج کو نہ صرف تباہی اور شکست ہی سے بچالیا بلکہ کامل طور سے فتح دلوا لی ہے۔

الملک الصالح کے تین بیٹے تھے۔ مگر اوسوقت ایک ہی لڑکا توزان شاہ ایسا تھا جو موت کے ہاتھوں سے بچا ہوا تھا اور جو اوسوقت کیفا میں تھا۔ شجرۃ الدر نے اپنی دور اندیشی سے اس امر کو نامناسب خیال کیا کہ فوج کو بادشاہ کی موت سے اطلاع دیجائے۔ جس سے نہ صرف اون ہی کی بربادی اور تباہی ہوگی بلکہ عیسائیوں کے قدم پورے طور سے جم جائیں گے۔ اور اون کے ساتھ مقابلہ کرنا مشکل ہوگا۔ جو عمدہ تدبیر اوسنے سوچی اور جسکی عمدگی میں کسیکو کلام نہیں ہو سکتا یہ تھی کہ توزان شاہ کو اسکی اطلاع دیدی جائے۔ اور یہاں لشکر پر یہ ظاہر کر دیا جائے کہ بادشاہ مریض ہے اور باہر آ نہیں سکتا۔ یہہ تدبیر اوسنے سوچ کر ایک قاصد کو کیفا میں بھیجدیا۔ اور یہاں لشکر پر یہہ ظاہر کر دیا کہ بادشاہ باہر آ نہیں سکتا۔ اور اوسکی مرضی ہے کہ تم لوگ اوسکے بیٹے توزان شاہ کے ہاتھ پر

بیعت کرو۔
سب لوگوں نے توران شاہ کے مطیع رہنے کے لیے قسم کھائی۔ اور اس امر کو
بدل وجان منظور کیا۔ سب کام بعینہ اوسی طور سے کیے جاتے تھے جس طور سے
ملک صالح کی زندگی میں ہوتے تھے۔ ایک مورخ (مقریزی) کے الفاظ یہہ ہیں۔
"وہ سب امور علی حالہ جاری تھے۔ خدمتگار تک اپنے اپنے کام میں مستعد
تھے۔ سفرہ تک چنا جاتا تھا" سب کام شجرۃ الدر کی طرف سے ہوتے تھے۔
اور لوگوں کو یہہ گمان تھا کہ وہ بادشاہ کی جانب سے ہیں۔
عیسائی بھی غافل نہ تھے۔ اس موقع کو اونھوں نے غنیمت سمجھا اور
خود ہی پیش قدمی کرکے منصورہ میں آپڑے۔ ادہر سے بھی اون کے حملوں کا جواب
دیا جاتا تھا۔ یہاں یہی حالت تھی کہ توران شاہ کیفہ سے دمشق پہونچکر تخت نشین
ہوگیا۔ اور فوجی لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ اونکا بادشاہ انتقال کرچکا۔ اور گیارہ
رمضان المبارک کو منصورہ پہنچ گیا اور عنان حکومت اپنے قبضے میں لے
لی۔
چند روز تک یوں ہی مقابلہ ہوتا رہا۔ آخر ایک روز عیسائیوں نے دفعۃً
مسلمانوں پر حملہ کردیا۔ مسلمان جو اونکے حملے سے بیخبر تھے بہت ہی جلد منتشر
ہوگئے۔ امیر فخر الدین جو ایک نامی جنرل تھا مارڈالا گیا۔ اور شاہ لوئی
شاہی خیمے تک پہونچ چکا تھا۔ اور قریب تھا کہ مسلمانوں کے قدم اوکھڑ
جائیں۔ مگر جب اوس قادر مطلق اور لایزال کی مرضی نہ تھی کہ مسلمان شکست
کھائیں۔ بلکہ اون مغروروں کا جو اپنی تعداد پر پہولے نہ سماتے تھے غرور توڑنا
تو پھر کیسے مسلمان بھاگ سکتے تھے۔ غرضکہ اوس وقت بحریہ نے جس سے
ناظرین بخوبی واقف ہیں ایسا سخت مقابلہ کیا کہ عیسائیوں کے قدم اوکھڑ

ایک حملہ بیدرد و انہ مارے گئے اور دو توں کی کامیابی ایک گھنٹہ کے عرصے میں
سخت ناکامیابی سے بدل گئی - بری فوج کا تو یہہ حال تہا بحری فوج کا حال
اوس سے بھی زیادہ خراب ہوگیا - اول تو خدا کی قدرت ایسا سخت طوفان چلا
کہ جہاز شکستہ ہوگئے - اور جو باقی رہے اونمیں سے ۳۲ جہاز گرفتار کرلیے گئے
اس سخت حملہ سے عیسائیوں کی طاقت بالکل ضعیف ہوگئی - اور اس درخواست
کے ملتجی ہوئے کہ اگر بیت المقدس اور چند سواحل شام اونھیں
دیدیے جائیں تو وہ دمیاط چھوڑدیں گے - لیکن یہہ درخواست منظور نہ کی گئی -
چونکہ عیسائیوں کی رسد ملنے کا راستہ روک دیا تہا - اسلیے چند ہی روز میں
اونھیں مجبوراً دمیاط واپس جانا پڑا - عیسائیوں کا دمیاط کی طرف رخ
کرنا تہا - کہ مسلمانوں نے بھی اونکا پیچھا کیا اور عیسائیوں کی ایک بڑی تعداد
کو موت کے سپرد کردیا - اب عیسائیوں کی جماعت بہت ہی تھوڑی رہگئی آخر
بہت سی دقتوں کے بعد لوئی گرفتار ہوا - اور بڑی ذلت کی ساتھ منصورہ کو
واپس لایا گیا - اب فوج نے قیام بے فائدہ سمجھا اور القاہرہ واپس ہوئی
جو کچھ حال لوئی کا ہوا وہ آیندہ مذکور ہوگا -
اس لڑائی سے مملوکوں کی قوت اور زیادہ ترقی کرگئی - توزان شاہ جسنے
اب الملک المعظم اپنا لقب اختیار کیا تہا کم عمر اور ناتجربہ کار تہا تخت پر بیٹھتے ہی
شجرۃ الدر سے جسکی بدولت اوسکو شاہی نصیب ہوئی تھی - الملک الصالح
کے مال و خزانہ کا مطالبہ اور ساتھ اوسکے سخت سخت دھمکیاں دینی شروع
کردیں - گو شجرۃ الدر نے اوس سے انکار کیا لیکن اوسکے انکار پر توزان شاہ
نے ذرا لحاظ نہ کیا - جب اوسکی سختی حد سے گذر گئی تو مجبور ہو کر شجرۃ الدر نے
مملوکوں سے اسکی شکایت کی - مملوکوں کو یہ بات ناگوار گذری - توزان شاہ کی

ایک اور بے اعتدالی کی کہ اقطائی ایک نامی مملوک سے جو بہت بڑا امیر تہا اور جسکی وقعت مملوکوں میں بہت تھی اور جسکو شجرۃ الدر نے قاصد بناکر کیفہ کو بھیجا تہا امیر الامرا بنانے کا وعدہ کیا تہا۔ لیکن توزان نے اپنا وعدہ پورا نکیا جس سے اقطائی اوسکے مخالف ہوگیا۔ توزان شاہ نے اِن ہی باتوں پر کتفا نکیا بلکہ مملوکوں کے رتبے گھٹا دیے۔ اور اونکی طرف سے بے رخی کرلی۔ انتجہ مملوکوں کو بھی غصہ آیا اور دو ہی مہینے کی سلطنت کے بعد اونھوں نے اسکا کام تمام کردیا جب توزان شاہ مارڈالا گیا۔ اور ملک الصالح کا کوئی اور بیٹا بھی نرہا۔ جو تخت پر بٹھایا جاسکے تو مملوکوں نے شجرۃ الدر کو اپنا بادشاہ بنانا پسند کیا جسکی حسن تدبیر اور کاروائی سے وہ واقف ہوچکے تھے۔ گو کہ قلیل ہی مدت میں اسکے دیکھنے کا اتفاق ہوا تہا۔ چنانچہ سب نے ملکہ شجرۃ الدر سے اس امر کے قبول کرنے کی درخواست کی اور ساتھ ہی یہہ بھی عرض کیا گیا۔ کہ امیر عزالدین ترکمانی مقدم العسکر مقرر کیا جائے۔

(عزالدین کو الملک الصالح نے خرید اتہا اور بچپن ہی سے اپنے زیر حفاظت اسکو تعلیم دلوائی تھی۔ اسوقت وہ چاشنی گیر کے عہدے پر مامور تہا جو صرف اسی شخص کو عطا ہوا تہا جسپر بادشاہ کو بھی اعتبار ہوتا تہا) اور خود عزالدین اس معاملے کی اطلاع دہی کے لیے شجرۃ الدر کی خدمت میں حاضر ہوا جو اسوقت قلعۃ الجبل میں تھی۔ ایسے وقت میں جبکہ حکومت قبول نکرنے سے خانہ جنگی پیدا ہوتی تھی شجرۃ الدر نے انکار کرنا پسند نکیا۔ بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ بخوشی قبول کیا۔ ۱۰ صفر ۶۴۸ھ ہجری میں مملوکوں نے بیعت کی اور مطیع رہنے کی قسم کہائی۔ ۱۳ر تاریخ کو خاص القاہرہ میں دربار ہوا۔ جسمیں حسب مراتب انعامات تقسیم کیے گئے۔ اور امرا کو خلعت

عنایت ہوئے سکے پر یہ عبارت کندہ کی گئی۔ المستعصمۃ الصالحیۃ ملکۃ المسلمین والدۃ المنصور خلیل خلیفۃ امیر المؤمنین۔ فرامین پر والدہ خلیل کے دستخط کیے جاتے تھے۔ منبر پر خطیب خلیفہ عباسی کی دعا کے بعد یوں کہتا۔ احفظ اللھم ھذہ الجہۃ الصالحیۃ ملکۃ المسلمین عصمۃ الدنیا والدین ام خلیل المعتصم صاحبۃ السلطان الملک الصالح۔ عز الدین ایبک بھی مقدم العسکر بنا دیا گیا۔

اسکے قلیل زمانہ حکومت میں جس لیاقت و عمدگی سے اوسنے حکومت کی اسکے ثبوت میں ہمکو کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسکے زمانہ کا امن اور باہمی خانہ جنگیوں کا واقع نہونا ہی ہماری دعوے کی ایک زبردست دلیل ہے۔

سب سے بڑا واقعہ جو اوسکے قلیل زمانہ حکومت میں واقع ہوا وہ دمیاط کا واپس لینا ہے۔ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ لوئی گرفتار ہو کر القاہرہ لایا گیا۔ ابھی اسکی نسبت کسی قسم کا فیصلہ نہیں کیا گیا تہا کہ توران شاہ مارڈالا گیا۔ شجرۃ الدر کو سب سے پہلے اسی اہم معاملے کا تصفیہ کرنا تہا۔ شجرۃ الدر نے اپنی دانائی سے ذیل کی شرائط کرکے صلح کر لی۔

(۱) دمیاط واپس دیا جائیگا۔

(۲) وہ مسلمان جو دمیاط میں گرفتار کر لیے گئے تھے رہا کر دیے جائیں گے۔

(۳) آٹھ لاکھ دینار مسلمانوں کو اوس غارت کے معاوضے میں جو دمیاط میں کی گئی تھی دیے جائیں گے۔

(۴) اور اوسکے عوض میں لوئی اور دوسرے مقیدین کو رہا کرنا ہوگا

چنانچہ لوئی مع دیگر قیدیوں کے آزاد کر دیا گیا۔ اور عیسائیوں نے رقم معہودہ ادا کر دی۔ اور دمیاط چھوڑ دیا۔ لوئی جب فرانس گیا تو اوس نے پھر لڑائی کی تیاری کی۔ مسلمانوں کو اسپر سخت افسوس ہوا۔ ابن مطروح نے جو ایک نامور شاعر تھا ایک قصیدہ لکھا۔ اور وہ ایک قاصد کے ذریعے سے لوئی کے پاس بھیجدیا گیا۔ قاصد نے جب لوئی کے روبرو کھڑے ہو کر قصیدہ کو سنانا شروع کیا۔ تو لوئی بھی مارے شرم کے پانی پانی ہوگیا۔ اور لڑائی کا قصد ترک کر دیا قصیدۂ مذکور کے چند شعر یہ ہیں۔

اشعار

قل للفرنسیس اذا جئتہ ۔۔۔ مقال صدق عن قؤول نصیح

اے قاصد تو جب فرانسیس لوئی کے پاس جاوے تو ایک سچی بات ایک ناصح قائل کیطرف سے اوسکو کہدینا۔

وکل اصحابک اودعتہم ۔۔۔ بحسن تدبیرک بطن الضریح

تونے اپنے تمام ساتھیوں کو اپنی خوش تدبیری سے قبر کے بطن میں اوتار دیا۔

خمسون الفا لا یری منہم ۔۔۔ غیر قتیل او اسیر جریح

جنکی تعداد پچاس ہزار تھی۔ جن میں سے اب بجز مجروح قیدی یا مقتول کے اور کوئی نہیں دیکھا جاتا۔

وقل لہم ان اضمروا عودۃ ۔۔۔ لاخذ ثار او لفعل قبیح
دار ابن لقمان علی حالہا ۔۔۔ والقید باق والطواشی صبیح

اگر اون کے دل میں بدلہ لینے یا اور کسی برے کام کیوجہ سے دوبارہ آنیکا قصد ہو تو اے قاصد اونسے کہدے کہ ابن لقمان (یہ شخص لوئی کا قید کے زمانہمیں محافظ تھا) کا گھر علی حالہ ہے۔ اور قید صبیح طواشی (یہ اوس مکان کا نام ہے جسمیں لوئی قید رکھا گیا تھا) بھی باقی ہے

جس خوبی سے شجرۃ الدر نے اسکا فیصلہ کیا۔ اوس سے اوسکی دانائی ظاہر ہورہی ہے۔ اوسنے نہ صرف دمیاط اور مقید مسلمانون ہی کو واپس کرالیا بلکہ اون بیش قیمت جانون کو بھی بے فائدہ ضائع ہونے سے بچالیا۔ جو اوسکے فتح کرنے میں آتیں۔ اور یہی نہیں بلکہ اوس نقصان کا جو دمیاط کے لوٹے جانے اور لڑائی کی وجہہ سے ہوا تہا ایک حد تک معاوضہ بھی ملگیا۔

اگر عیسائی محسن شناس ہیں۔ اور اون میں ذرا بھی انصاف کا مادہ موجود ہے تو وہ سمجھ سکتے ہیں کہ اس نیک مزاج عورت نے اوس ظلم کو دیکھتے ہوئے جو عیسائیوں نے مسلمانون کے ساتھ کیا تہا کسقدر رحم کیا۔

چند روز کے بعد شجرۃ الدر نے عزالدین ایبک سے نکاح کرلیا۔ اور ہم اس بات پر اوسکی نسبت کوئی الزام نہیں لگا سکتے۔ چونکہ عورت کا حاکم ہونا ایک نئی بات تھی اور آنکھ کھول کر لوگوں نے کبھی عورت کو فرمانروا نہیں دیکھا تہا اسلیے عموماً شجرۃ الدر کی نسبت دلوں میں وہ وقعت نہ آسکے۔ کل اہل شام اسکے برخلاف تھے۔ اور اونھوں نے ایوبیہ خاندان کے ایک شہزادے الملک الناصر سے جو حلب کا والی تہا۔ خلیفہ ہونیکی درخواست کی۔ اسی خبر سے القاہرہ میں پریشانی پھیل گئی تھی۔ اس پر طرہ یہہ ہوا کہ مستعصم باللہ (آخیر خلیفہ عباسیہ) نے بھی مملوکون کو لکھ بھیجا۔ کہ وہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ایک عورت خلیفہ بنائی گئی ہے۔ کیا تمہارے پاس کوئی مرد اس قابل نہیں ہے کہ والی ہو سکے اگر ہے تو پھر کیوں نہیں وہ والی بنایا جاتا۔ اگر نہیں ہے تو یہاں سے بھیجا جاسکتا ہے،، خلیفہ کا خط پہونچا ہی تہا کہ اسنے میں خبر آئی کہ الملک الناصر نے دمشق پر قبضہ کرلیا۔ ایسے وقت میں شجرۃ الدر نے حکمران رہنا بالکل مصلحت وقت کے خلاف سمجھا

جن سے باہمی مخالفت کو ترقی ہو۔ اور ہزاروں جانیں ناحق ضائع ہوں۔ بالآخر اوس نے یہ سوچکر اپنے آپ کو حکومت سے معزول کر دیا۔ اور معز الدین ایبک (اپنے شوہر) کی جسکو اب سبھوں نے اپنا والی مقرر کرنا چاہا تھا۔ اطاعت پسند کی۔ اور یوں تین مہینے کے قریب سلطنت بعد اس نامور عورت کی سلطنت کے جس سے امید ہوتی تھی کہ نئی نئی اصلاحیں ہونگی۔ اور ملک اِن خرابیوں سے جسمیں وہ مبتلا تھا پاک ہو جائیگا۔ ختم ہو گئی۔ اور اسکی بعد مصر سے اوس نامور خاندان کی حکومت اوٹھ گئی جس نے قریب سئو برس کے حکومت کی تھی۔ اور جنکی شوکت کا ڈنکہ ایشیا اور یورپ میں بجا کرتا تھا۔

اب معز الدین بالاستقلال حاکم بن گیا۔ ہمکو اسکے حالات سے بحث کرنی مقصود نہیں ہے۔ صرف اتنا کہہ سکتا ہے کہ اسکے بعد سات برس تک معز الدین خلیفہ رہا۔ اور شجرۃ الدر اوسکی ویسی ہی مشیر رہی جیسی الملک الصالح کی تھی۔

اب ہمیں اوس دردناک اور غم خیز واقعے کی تشریح کر دینا چاہیے۔ جس سے معز اور شجرۃ الدر ہمیشہ کے لیے اس دنیا سے جدا ہو گئے۔ اور جس سے شجرۃ الدر کی لائف پر سخت دھبہ لگتا ہے۔ (گو اوسمیں کسیقدر مجبوری ہی کیوں نہو) سات برس گذر گئے اور اِن دونوں میں کوئی نااتفاقی پیدا نہوئی۔

۶۵۵ ہجری میں معز نے کسی وجہ سے والی موصل کی بیٹی سے شادی کرنی چاہی۔ شجرۃ الدر کو (شاید اسوجہ سے کہ معز نے اسکی عین حیات میں دوسری بی بی سے شادی نکرنیکا اقرار کیا تھا یا اوس رشک وحسد سے جو ایسی حالتوں میں ہوتا ہے بہرحال کسی وجہ سے) یہ امر ناگوار گذرا۔ اور جب اوسکو کسی طور سے اس امر کی امید نہ ہو سکی کہ معز اس ارادے سے باز رہ سکیگا تو اوس نے

آخرالدوار الکی پر عمل کرکے خود معز کو بھی دنیا سے رخصت کردینا چاہا جس سے
پھر والی موصل کی بیٹی کے جھگڑے کا بھی بالکلیہ فیصلہ ہوجائے - اور اس غرض
سے اوس نے محسن جوہری نامی طواشی سے سازش کی - اور اوس سے چند
آدمیوں کو ساتھ لیکے معز کو حمام میں مارڈالا - اس موحش خبر کا پھیلنا تھا کہ معز
کے مملوکوں نے چاہا کہ بانی قتل کو بھی وہی مزہ چکھادیں جو اوسنے معز کو چکھایا
تھا - مگر مملوکوں سے قبل معز کی ایک اور بیوی تھی جس سے معز کا ایک
لڑکا بھی پیدا ہوا تھا - اوس نے اسکام کو پورا کرنا چاہا - اور اس ارادہ سے
وہ اپنی لونڈیوں کے ساتھ شجرۃ الدر کے پاس گئی - اور دم کے دم میں اوسکی
بھی وہی حالت کردی - جو ابھی ابھی تھوڑی دیر پہلی چند غلاموں نے معز کی
کی تھی - اور یوں ایک دم میں دو ایسے شخصوں کی جان لی گئی - جن میں سے
ایک انتہا درجے کا بہادر تھا - اور دوسری وہ عورت تھی جس نے سلطنت
مصر کو نازک وقت میں آفتوں سے بچایا تھا - اور اپنی اعلے درجے کی
بیدارمغزی سے سلطنت مصر کی بہبودی اور فلاح میں ایک بہت بڑا پارٹ
لیا تھا - اور جسکی لائف اون لوگوں کے خیالات کی جو نوع اناث کو حیوان مطلق
سے بھی کسیقدر کم سمجھتے ہیں - اور نیز عیسائی مورخین کے اس دعوی کی کہ
اسلام نے عورتوں کو محبوس کرکے اون کے قواے دماغی اور جسمانی کا
استیصال کردیا ہے - ایک زبردست تردید کرنیوالی ہے اور جسکی آنکھیں
بند ہوتے ہی اس نامور سلطنت کا بھی خاتمہ ہوگیا - جو ایوبیہ کے نام سے
دنیا میں مشہور ہے - اور اسی پر اس مختصر لائف کا بھی خاتمہ ہے -

شاہجہاں بیگم :- نواب شاہجہاں بیگم صاحبہ دامت شوکتہا کے
والد بزرگوار کا اسم گرامی نواب جہانگیر خاں بہادر شمشیر جنگ تھا

والدہ مرحومہ کا نام سکندر بیگم تھا۔ بیگم صاحبہ کا مولد بھوپال ہو ۱۲۵۴ہجری میں
پیدا ہوئی تھیں - ۱۵ محرم ۱۲۶۰ ہجری میں جبکہ ۹ برس کی عمر تھی - گورنمنٹ
عالیہ کے حکم سے اپنے باپ کی جگہ تخت سلطنت پر رونق افروز ہوئیں -
اپنی مادر مہربان کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی اور تمام علوم و
فنون فارسی کو نہایت خوش اسلوبی سے حاصل کیا - یہان تک کہ لکھنا
پڑھنا خط و کتابت - سلیقہ سیاست مدن اور ملک کے نظم و نسق
کے طریقے تمام و کمال اکتساب کیے - نہم شوال ۱۲۷۶ ہجری میں
جبکہ بائیس ۲۲ سال کی عمر تھی تمام ریاست کے کاروبار کو
اپنی والدہ معظمہ کے سپرد کر دیا لیکن غرہ شعبان ۱۲۸۵ ہجری میں تمام
اُمور ریاست کی طرف سے زیب اورنگ ہوئیں - لارڈ میو گورنر جنرل
کے زمانے میں گورنمنٹ عالیہ کی استرضا اور اطلاع سے ۱۲۸۸
ہجری میں نواب صدیق حسن خان صاحب کے ساتھ نکاح ثانی ہوا -
ایک عدد کے تعمیہ سے اس نکاح کی تاریخ اس جملے سے ظاہر ہوتی
ہے - "وَاُخْرٰی تُحِبُّوْنَهَا" ۱۲۸۹ ہجری میں رمضان المبارک کے
مہینے میں بہ زمانہ لارڈ نارتھ بروک گورنر جنرل ہندوستان گرینڈ کمانڈر
اسٹار اوف انڈیا کا خطاب بمبئی میں گورنمنٹ عالیہ کی طرف سے عنایت
ہوا جس پر ملکہ معظمہ وکٹوریا کی مہر اور وزیر اعظم انگلستان کے دستخط تھے
۱۲۹۲ ہجری میں جب کہ شاہزادہ پرنس اوف ویلز کلکتے میں تشریف
لائے تھے اوس وقت بیگم صاحبہ موصوفہ بھی مع نواب صدیق حسن خان
صاحب بہادر کے کلکتہ تشریف لیگئی تھیں - شاہزادہ پرنس اوف ویلز
نے ایک تمغہ جدیدہ اور بہت سے ولایتی تحفے عنایت کیے - بحمد اللہ تعالیٰ اسوقت

شاہجہان بیگم صاحبہ تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہیں اور نہایت خوبی سے
دینی رعایا کی پرورش میں مصروف ہیں - اسوقت غالبًا ہر شخص بھوپال کے
مالی اور ملکی انتظام کو خوب جانتا ہے کہ کس خوبی اور عمدہ تدابیر سے نواب
شاہجہان بیگم صاحبہ دامت شوکتہا سرانجام دے رہی ہیں - دین اسلام کی ترقی
میں جو جو کام ملکہ شاہجہان نے کیے حقیقت میں وہ لائق تعریف ہیں - سینکڑوں
قصیدے اونکی شان اور توصیف میں اہل فارس اہل عرب اہل ہند
نے لکھے ہیں - ملکہ شاہجہان چونکہ تعلیم یافتہ اور صاحب فراست ہیں اسوجہ
سے اہل ہنر کی قدر افزائی کرتی ہیں اور اپنے جود و کرم سے بہت مہربانی فرماتی
ہیں - جنابہ موصوفہ کی طبع وقاد اور ذہن خداداد سے جو کچھ ہمکو ملا ہے وہ یہ ہے

رباعیات

دریافت عطای کبریائی ما را — در حضرت اوست جبہ سائی ما را
چون عاجزی از پادشاہان مقبول است — نازم کہ کشد بپادشاہی ما را

دیگر

ای شاہ جہان دراز شد عمر گناہ — شد نامۂ اعمال تو چون قیر سیاہ
نومید مشو کہ داور ہست رحیم — گر کوہ گنہ شود بوزن پرکاہ

دیگر

این عمر دراز صرف عصیان بودہ — یکبار ترا نہ چشم گریان بودہ
با این ہمہ امید بخشش خواہی — گر نیست عمل بیا پشیمان بودہ

دیگر

گو بہر گناہ وقف فرصت باشم — در طاعت حق کمینہ ہمت باشم
نومید نیم کہ ناامیدی کفر است — ہر لحظہ امیدوار رحمت باشم

رباعی

افتاد بگوشم که آن سده ور و الا / من مرده خوشترم زیست مبارک گرازا
اے چرخ چه کردی بسلیمان و سکندر / گر زو تو ہمین عیش بود شاہ جہان را

غزل

ہر دم ز حسن یار من ریزد تجلاے دگر / چشمم بود در ہر نظر محو تماشاے دگر
ہر ذرۂ خاک درش خورشید تابان در برش / از پرتو مہر رخش دارد تجلاے دگر
خوبان دنیا گو ہمہ خوبند از سر تا بپا / نام خدا آن دلربا دارد سراپاے دگر
از بوریای خانقاہ ای بوی ریا آید بجان / بہر نماز عاشقان باشد مصلاے دگر
بادر کهن قول عدو ساغر کجا بشکستہ گو / ای محتسب این ہای ہو دارم ز صہبای دگر
من سیدم سوی حرم دل بشکستہ سوی صنم / من ہر دم جای دگر دل میبرد جای دگر
جانم بتنگ آمد ازو یارب چسان تنہا بود / من میزنم سرای دگر او میزند رای دگر
ای عشق بے پروا بیا یا دارہم از ماسوا / جز درد تو نبود مرا در دل تمنای دگر
از شرم رنگ آل او دیگر بود احوال او / گل بر سر آن لالہ رو دارد تماشای دگر
ای مولوی کمتر از من گفتگو بے آزار من / بس مہر ایزد یار من دارم نہ پروای دگر
شاہ جہانم بیگمان ہم تاجور در ہندیان / جز یاد دلدار در جہان دارم نہ سودای دگر

حرف الضاد

ضیغمہ — خزیمہ بن ثابت انصاری ذوالشہادتین کی لڑکی تھی۔ اور ام عطیۃ الانصاریہ کی خواہر تھی۔ فن شاعری میں پورا ملکہ حاصل تھا۔ اپنے باپ مرحوم کے مرثیے میں جو اشعار اسنے لکھے ہیں وہ ہدیۂ ناظرین کیے جاتے ہیں۔

اشعار

عين جودي على خزيمة بالدمع ... قتيل الاحزاب يوم الفرات
قتلوا ذا الشهادتين عتوا ... ادرك الله منهم بالترات
قتلوه في فتية غير عزل ... يسرعون الركوب للدعوات
نصروا احمد الموفق ذا العدل ... ودانوا بذاك حتى الممات
لعن الله معشرا قتلوه ... ورماهم بالخزي والآفات

حرف الطاء

طاہرہ بیگم الملقبہ بہ فخر النساء:— یہ تعلیم یافتہ عورت لکھنؤ کی شریف زادیوں میں سے زندہ موجود ہے۔ اسکی سوانح عمری ایک عجیب عبرت انگیز واقعہ ہے۔ زمانۂ طفولیت میں جبکہ یہ دو تین برس کی تھی ایسے سخت مصائب میں مبتلا رہی کہ اوس زمانے کے واقعات دیکھ کر بے اختیار دل بھر آتا ہے اور آنسو نکل پڑتے ہیں۔ منشی نولکشور نے اسکی زندگی کے واقعات کو جسکو طاہرہ نے خود اپنے قلم سے ضبط کیا ہے طبع کیا ہے۔ فی الحقیقت اوسکی سوانح جسکا نام افسانۂ نادر جہاں ہے متاثر الفاظ میں لکھی گئی ہے۔ ہم اپنے ایک شفیق دوست کے ارشاد کے بموجب اوسکی سوانح عمری سے چند سطریں اوس جگہ سے نقل کرتے ہیں جس جگہ سے کہ اوسنے اپنی بیبیوں کو مخاطب کیا ہے وہ لکھتی ہے۔ "اے میری پیاری ہموطن بیبیو (عزیزہ طاہرہ) نیک زنوں کا عجیب قصہ جو تمہارے سامنے ہدیہ کے طور پر پیش کیا جاتا ہے اس سے میرا مطلب نہیں ہے کہ میں ایسی اور ویسی تالیف کے قابل اور تعریف کے لائق ہوں یا تمہاری نصیحت اور اپنی فضیلت منظور ہے۔ یا پیر مغاں بنکر سمجھانیکو بیٹھی ہوں

بلکہ میری خاص غرض یہ ہے کہ میری خداوند و مالک نے جیسا مجھے سرفراز اور کنیز نوازی فرمائی ہے وہ تمہیں پر یہ
ظاہر ہوتا کہ یہ بھی ایک قسم کا شکریہ میرے نامۂ اعمال میں لکھا جائے۔ اور خداوند عالم اسکے بدلے میں میرا
مرتبہ اور بڑھائے۔ یہ میری ساری عمر کی اپنی بیتی کہانی ہے جو انکسار و محبت کے ساتھ ہاتھ پھیلائے سر جھکائے
تمہیں نذر دیتی ہوں۔ مانو تو دیوتا نہیں پتھر۔ چاہو اُسکا چرچہ دلپر اوتارو۔ چاہو میری منہ پر پھینک مارو
اگر کچھ سمجھکر عمل کیا تو مجھے مول لے لیا تمہارے دل شاد کرنیکو میں نے یہ غم پالا ہے۔ تمہیں بچانے کو اپنے
تئیں مصیبت میں ڈالا ہے۔ تمہاری گلوخلاصی کیلئے اپنا گلا پھنساتی ہوں۔ تمہیں ٹھنڈا رکھنے کیلئے اپنا دل
جلاتی ہوں جب کالیپا دو ہتا۔ اب کالیپا دکھو آ۔ گو میں ٹوٹی ہوئی لکھی پڑھی تھی لیکن نہ تصنیف
کے قابل اور نہ تعریف کے لائق سچ کہوں یہ بوجھ مجھسے نہ اوٹھ سکتا۔ خدا بھلا کرے میرے اوستاد مرزا محمد
عباس حسین صاحب ہوش کا جنہوں نے تمہاری دردمندی سے میرے دل کو دکھایا اور یہ نسخہ لکھوایا۔ اونہیں کے تصدق
سے مجھے غیرت آئی اونہیں کی بدولت تمنے یہ دولت پائی۔ انصاف اور قدر سے دیکھو اور پرکھو گی تو ان دو
رسالوں کو دو خزانے پاؤ گی۔ جنکے گرے پڑے جواہر (بھولی بسری باتیں) ولیں وہ جائیں مالا مال ہو
جاؤ گی۔ تمہاری محبت کی دُھن میں لشتم پشتم میں نے یہ دونوں حصے تو لکھ ڈالے لیکن دیباچے پر پہونچکر اٹک
گئی۔ منزل کے قریب تھک گئی۔ جو لکھا تھا ترتیب دیا۔ جوڑ گانٹھ کر مرتب کیا۔ جو لی کا مضمون
جوڑتے ہوں چنبر (دیباچے) کو جو دیکھتی ہوں بالکل کچھ نہیں اولٹ پلٹ کر کئی دفعہ لکھا مگر پسند نہ آیا
اونچا نہ کر سکی ہزار زور لگایا آخر کو چپ رہی اوستاد نے یہ ڈھلکی بات کہی۔ کہ یہی کتاب تو تنگی ہے مگر
سر نہیں۔ سرا غریب ہے ہنر نہیں۔ درست کر دیجئے تصویریں رنگ بھر دیجئے۔ اونہوں نے طلب فرماکر
قلم اوٹھا کر کچھ کاٹا کچھ بنایا کچھ گھٹایا کچھ بڑھایا۔ مبتدا کو خبر کیا۔ اودھر سے اودھر کیا۔ آخر کی بھرتی نکالی
فقروں میں جان ڈالی۔ طول کو کم کیا۔ فضول کو قلم کیا۔ کانٹے پھینک دیے۔ پھول چن لئے۔ جو کاٹا او
جوڑ کے ہاتھو نکیطرح گٹھنے ہی کے قابل تھا تو بنایا وہ نور و ضیا میں تصویر کامل تھا۔ رنگ بھر کر رو زد کہایا
طبیعت سے باغ لگایا۔ ابتدا کی جگہہ صواب ہے اور چراغ کے مقام پر آفتاب۔ وہ زنانی بات
چیت تھی۔ یہ مردانی بول چال ہے۔ وہ جادو تھا۔ یہ سحر حلال ہے۔ پہلے اولجھی ہوئی عبارت

تہی۔ اب سلجھی ہوئی فصاحت۔ میری بگاڑا۔ اونہوں نے بنایا۔ ساری گتھی کو سلجھایا۔ نہ وہ اس طرح
دیباچے میں محنت فرماتے میرا بگڑا کام بناتے۔ نہ میری محنت ٹھکانے لگتی نہ دل کی کلی کھلتی۔ نہ وہ اپنا
عزیز وقت میرے کہنے سے دیتے نہ چار غیروں میں مجھے عزت ملتی۔ نہ تم سے ہاتھ ملانیکی نوبت آتی نہ دینے کے
قابل یہ چیز ہوتی نہ دی جاتی۔ سارے منصوبے نرے کیطرح غنچہ دل میں رہجاتے کسی کام نہ آتے۔ ایک
دن ایسا ہوتا کہ میرے ساتھ اونکا بھی خاتمہ ہوجاتا۔ مجھے اپنے اور جملہ جہان کے خدا سے امید ہے کہ
وہ اپنے فضل و کرم سے اسکو مقبولیت اور تاثیر کے دوہرے دوہری خلعت عطا فرمائیگا اور حق
ڈھونڈھنے والونکو نفع پہونچائیگا۔ اگر کوئی بات اچھی معلوم ہو دعائے خیر یاد کرلینا۔ کتاب بہت
بڑی ہے بھولی چوکی ہوں تو معاف کردینا۔ میری تم صاحبونکی دل لگی ہو اور جی نہ گھبرائیکے خیال سے
اس کتاب کے دو حصے کردئے پہلے کا نام تو تم سُن چکی ہو دوسرے کا لقب صحیفۂ نادرہ ہے۔ پہلے حصے
میں میری ابتدائی عمر اور کنوارپنے کی باتیں ہیں۔ جو اول سے آخر تک طرح طرح کی خوبیوں اور
نیکیوں سے بھری ہوئی ہیں کسی حصے میں میں نے تمہیں مخاطب بنایا ہے اور نہ خطاب کرکے سمجھایا ہے۔ کہ بہن
خبردار تم وہ کام نکرنا اور میری بہن میں قربان یہ بات ضرور کرنا۔ ہاں راہیں۔ نیکی۔ بدی۔
ثواب۔ عذاب۔ خیر۔ شر۔ اونچ نیچ۔ کی بخوبی دکھلائی ہیں۔ نہ تو میرا منہ نصیحت کرنیکے
قابل تھا اور نہ کوئی نصیحت کے نام سے سنتا جیسے کتاب کا نام دیکھکر مارا آتا وہ نصیحت سے بگڑ جاتا
سے بیچ دل کی ایک آہ وہ خدا کی نیکبختی ایسی بھی ہوتیں جو نصیحت کے مزے کو کڑوا کسیلا نہ بتاتیں ساری
کتاب پڑھ جاتیں۔ میرا مقصود اصلی جو تھا کہ سب پڑھیں یا کہیں سنیں وہ فوت ہوجاتا۔ اسلیے میں نے اپنے
باغ میں کڑوی پھل کا درخت نہیں لگایا۔ مزہ دار شے کو تھوکنے کے قابل نہیں بنایا۔ دوسرے جس عمر کا حال ہے
وہ خود اس قابل نہ تھی ہو کوئی نصیحت کا نام لے اور کمزوری کی زمانہ میں اپنے سر اتنا بھاری کام لے
دوسرے حصے میں بیاہ جانے اور تجربہ حاصل کرچکنے کے بعد البتہ میں نصیحت کرسکتی تھی لیکن ہاں
بھی سمجھتا میں نے وہ رویہ اختیار نہیں کیا فقط نام بدلدیا پہلا عریضہ ہے جس سے انتہا کا چھٹپنا
پایا جاتا ہے۔ اور دوسرا صحیفہ ہے جو اپنا بڑاپا دکھاتا ہے۔ اس حصے میں پھول کھلنے کے

روز سے پہلی پانچ دن اور پھر اولاد کی پروان چڑھانے تک کا رتی رتی ریزہ ریزہ حال لکھا ہے اسکی بھی ویسی ہی حالت ہے۔ اور قصے کی پردے میں نصیحت سسرال جانیکا زمانہ۔ اوسمیں مشکلوں کا پیش آنا۔ طرح طرح کی غموں کا سامنا۔ ایک ایک کا روکنا تھامنا کسیکی برائی نہ لینا۔ ولیر آنچ نہ آنے دینا۔ جی نہ جلانا۔ غصہ دکھانا۔ عقل سے کام نکالنا مصیبت کے پہاڑ ٹالنا۔ ایک خوبی کے ساتھ لکھا ہے جو سچ ہونیکے علاوہ مختصر اور با مزہ ہے۔ خدا اسیری اس تالیف کو تصنیف کا مرتبہ دے۔ اور تم سبکا دستور العمل کرے۔ آ میری منہ بولی بہنو لو یہ نیا جوڑا پہنو۔ تمہارے کپڑے پرانے اور میلے ہی نہیں ہو گئے بلکہ داغ دھبے پڑنے سے کچھ نحس بھی معلوم ہوتے ہیں۔ اونہیں گھس لیکے اوتار دو۔ اور یہ پاک صاف اُجلی پوشاک بدلو۔ اب میں تمہیں خدا کو سونپتی ہوں اور یہ دعا دیتی ہوں کہ انجام بخیر ہو۔ نہ کسی سے دشمنی ہو نہ بیر۔ زندگی امی جی سے گذارو۔ دولت پر لات مارو۔ لڑکے بالے پھلیں پھولیں۔ راحت سے سفر کرو۔ پھولو پھلو عیش اوڑاؤ۔ عقبے میں جنت پاؤ۔ سر پر سخت گھڑی نہ آئے۔ اخدا منہ نہ دکھائے۔ وہم سے میل جول نہو۔ زبان پر بڑا بول نہو۔ شان میں چھینٹے نہ پڑیں۔ زبان سے پھول نہ جھڑیں۔ آبرو کے ساتھ بات رہے۔ پالا تمہارے ہاتھ رہے۔ شوہر کی اطاعت سے کام ہو۔ مرتے دم زبان پر خدا کا نام ہو۔ ایمان کی دولت ساتھ لیجاؤ۔ اپنی جگہہ نیکی کو دیجاؤ۔ اللہ بس باقی ہوس۔ لو رخصت کی آخری بندگی لو اور سر سے میری کہانی ختم

رباعی

لو کہتی ہے طاہرہ کہانی اپنی	دکھلاتی ہے آشفتہ بیانی اپنی
وہ ہو کہ نہو تمہے ملے یا نہ ملے	چھوڑے جاتی ہے یہ نشانی اپنی

اسکے بعد اوسنے اپنی پوری سوانح عمری لکھی ہے۔ اگر ہم مختصر کرکے ناظرین کے سامنے پیش کریں تو بھی چار چھہ جزو سے کم میں نہیں آسکتی۔ اسواسطے صرف یہاں پر اوسکی ایک نظم مناجات جو نہایت پُراثر ہے ہدیۂ ناظرین کرکے اسکا حال ختم کرتے ہیں۔ شائقین مصنف سے طلب کرکے پوری سوانح عمری دیکھ لیں۔

مناجات

ہمیں نیک توفیق دے اے کریم ۔ کہ ہے تو سمیع و بصیر و رحیم
بنا ہم غریبوں کا انجام کار ۔ کہ ہے سب طرح کا تجھے اختیار
تری دی ہوئی عقل سے کام لیں ۔ نہ سر پر حماقت سے الزام لیں
کریں یوں مصیبت میں ہنس ہنس بسر ۔ کہ اپنوں کو شادی ہو دیکھیں اگر
تری دی ہوئی آبرو کھو نہ دیں ۔ کہو اگر یہ موتی سے شکر رو نہ دیں
شجر غم کے ہنس ہنس کے کاٹا کریں ۔ عسل تلخکامی کا چاٹا کریں
بُری سمجھیں حرص و ہوا و ہوس ۔ جو ملجائے اوس پر قناعت ہو بس
نہ دل میں بدی ہو نہ کینہ نہ بیر ۔ یہ گھر صاف ہو ہو کو دکھلائے سیر
تصور بُرے دل میں آنے نہ پائیں ۔ خیال اپنی وسعت دکھانے نہ پائیں
نہ ہو وہم و وسواس سے ہمکو کام ۔ پھرے سر نہ لیں مول سودائے خام
طبیعت کا نقشہ بدلنے نہ دیں ۔ ذرا نفس کا زور چلنے نہ دیں
نہ شیطاں کو ہم دلپہ دیں دسترس ۔ نہ اوس جن سے گھر کو بنائیں قفس
صفا یوں رکھیں شیشۂ دل کو ہم ۔ کہ ساغر یہ ہو غیرت جام جم
کدورت سے آئے نہ اس پر غبار ۔ کہ بھر جائے یہ جام اعجوبہ کار
کریں کبر و نخوت نہ ہم بھول کر ۔ نہ بیٹھیں کسی رنج میں پھول کر
نہ چوری چھپے لینے کی ہوئے خو ۔ نہ چھوٹے بڑوں سے ہوں ہم دو بدو
کوئی حرف شکوا زباں پر نہ آئے ۔ کوئی لفظ بیجا زباں پر نہ آئے
سدا بد کہیں بد زبانی کو ہم ۔ سمجھلیں برا لن ترانی کو ہم
زباں کے لڑانے کی عادت نہو ۔ کبھی حد سے بڑھنے کی جرأت نہو
جہاں کی بلاؤں پہ صابر رہیں ۔ فلک کی جفاؤں پہ شاکر رہیں

بلا سمجھیں اہل ولا کے لیے
بڑی بات کرنے سے نفرت رہے
نہ غصے میں ہو تلخ گوئی شعار
تری یاد سے ہم نہ غافل رہیں
کبھی روئیں ہم تو ترے ڈر سے روئیں
جلائے اگر آتش رنج و غم
کسیطرح کا ہو جو ابتلا یا اگر
جو ہو مرگ اولاد سے دل کو داغ
نہ بھولیں تجھے بال بچوں میں ہم
نہ چھوڑیں کبھی تیرا روزہ نماز
نہ ہیں فکر اولاد میں غم کو طول
نہ پیسے کے ہو نیکی پہ پٹ بچھائیں
سوال و طلب اپنا شیوہ نہو
سمجھلیں تجھی ضامن رزق جب
نہ ترسے لقمے تو ہمکو ذلت کے دے
کریں ترک باطل رہے حق سی کام
حیا آنکھ میں سرمے کی جا رہے
وہ روز جزا کا ہو کھٹکا لگا
کسی سے برائی کی عادت نہو
گنہ کوئی چھوٹا بھی سرزد نہو
نہ طوفان جوڑیں نہ غیبت کریں

جفا جانیں اہل وفا کے لیے
زباں میں ہمیشہ حلاوت رہے
رہے نرمی و آشتی پر مدار
عبادت پہ ہر وقت مائل رہیں
ہنسیں گر تو آپے سے باہر نہوں
کریں یاد نار جہنم کو ہم
تو ہو سکے نہ سے عقل و لپر اثر
تو سمجھیں جلا تیرے گھر میں چراغ
ہوں مشہور کنبے کے سیچو نہیں ہم
رکھیں گرمی حشر سے دل گداز
سجائیں تجھے اونکی ماتم میں بھول
نہ بیکار کی فکر میں تن گھلائیں
غذا است سچا ہوئے میوہ نہو
تو کیوں ہم کسی سے کریں کچھ طلب
جینے دے مگر ساتھ عزت کی دے
عطا کر تمیز حلال و حرام
نظر میں گنہ کا نتیجہ رہے
کریں آنے دن جس سے ہم رستگار
ہر اک نیک خو ہو بری لت نہو
بلا ہم نہوں گو بلا رد نہو
نہ ہم مفتری ہوں نہ تہمت کریں

ہر اک طرح کے پیچھے آگے رہیں
بڑی رونے سے دور بھاگے رہیں

ملیں جس سے کنبے میں دل سے ملیں
چنیں غیر باتوں میں وہ گل کھلیں

بہو بیٹیوں میں وہ روشن ہو نام
کہ شرمائے گردوں پہ ماہِ تمام

کچھ اسطرح حق بات کہہ جائیں ہم
کہ مرکر بھی دنیا میں رہ جائیں ہم

ہمارے کہے کے اثر کم نہوں
یہہ باتیں جہاں میں رہیں ہم نہوں

نہوں ہم ہمارے طریقے رہیں
سب اس طرز کا ہمکو موجد کہیں

اطاعت کے انداز سکھلا جائیں
ہم اسطرح گھر کرکے دکھلا کے جائیں

کہیں اُف نہ ماں باپ کے جبر پر
صلہ نیک لیں تجھہ سے اس صبر پر

دل و جاں سے حق اونکا جانا کریں
ترے بعد بس اونکو مانا کریں

نہ شک لائیں احکام قرآن میں
نہ فرق آئے ہم سبکے ایمان میں

بڑا ہوکے جب دوسرے گھر میں جائیں
سلیقے سے سو گھر دلوں میں بنائیں

کریں شوہر و نکا نہ ہم حق تلف
اطاعت سے ہو اونکی اپنا شرف

نہ بے پوچھے اونکے قدم اک اوٹھائیں
نہ بے حکم ماں باپ کے گھر میں جائیں

بچائے رہیں اونکی عزت کو ہم
لٹائیں نہ اونکی کبھی دولت کو ہم

نہ دیں ہاتھ سے اپنی عزت کبھی
ڈھٹائی سے بدلیں نہ ہم ہٹ کبھی

نہ نامحرموں پر کریں اک نگاہ
نہ ہم دین و دنیا میں ہوں روسیاہ

سدا نقدِ عصمت بچائے رہیں
کلیجے سے یہہ شے لگائے رہیں

چلیں اونکی مرضی پہ لیل و نہار
نہ نکلے زباں سے "نہیں" زینہار

کریں اونکو یوں اپنا مختار ہم
کہ مالک وہ ہوں اور غمخوار ہم

ہوں ایسے ہماری وہ باتیں پسند
کہ مُنہ دیکھتی ہی رہیں ساس نند

بگڑ کر زباں کو بگڑنے نہ دیں
اُلجھہ کر گرہ دل میں پڑنے نہ دیں

نہ تر دامنی سی ہو چشم اپنی نم — نہ سو کہیے لہو خوف سی دم بدم
جو اولاد ہو صالح و نیک ہو — نہ دو چار دس پانچ ہوں ایک ہو
نہ ہوں چھپ کے بھی جرم پر ہم دلیر — رہیں فقر و فاقے ہیں نیت کی سیر
بجا لائیں آنکھوں سے ہم اوسکے کام — نظر اوسکے رخ پر رہے صبح و شام
مروت نگہ کی نگہبان ہو — حجاب اپنی آنکھوں کا دربان ہو
کریں اوسنے جب بات ہنسکر کریں — بگڑ بیٹھے خوش ہوں نگہ سی ڈریں
وفادار یونہی دکھائیں چلن — کریں شکریہ اونکا ہنر و علن
نہ بگڑیں نہ روٹھیں نہ غصہ کہائیں — کبھی آنکھ پھیریں نہ تیوری چڑھائیں
رہی شوکھے نگڑ و نیہ بھی تر زبان — گری گاڑھی کا وصف ہو بر زبان
ادب سے جھکائے رہیں اپنے سر — بڑھی اونکی حرمت ہو پیش نظر
خوشی سے کریں گھر کے سب کام کاج — نہ جھنکیں نہ ہٹکیں نہ ہوں بد مزاج
اگر دل کچھ اپنی نزاکت دکھائیں — تو ہم صبر کی سل کا پتھر لگائیں
ہر اک وان کی ایذا ہو راحت ہمیں — نظر آئے عسرت بھی عشرت ہمیں
جسے اونکی محنت کے خوش ہو کے کہائیں — غذا کیطرح ہاتہ دہو دہو کے کہائیں
ہر اک راز شوہر پہ و یا اپنی جان — نہ نام اونکا رکھیں ہوں بد گمان
عزیز اوسنے کپڑا نہ گہنا کریں — نہ شوہر کا صدمہ گوارا کریں
جواب اوسکو دیں ہنسکے حسب الطلب — رہے آنکھ نیچی کریں بات جب
نہ فرمائشوں کی ہو عادت ہمیں — رہے ضد سی اور ہٹ سی نفرت ہمیں
نہ سیرت نہ صورت پہ ہو ہمکو ناز — بہت دیکھیں بھالیں نشیب و فراز
وہ ہو اپنا رکہہ رکہاؤ بیت پہ دہیان — نہ بگڑی کبھی خواب میں بھی زبان
کسی رنج میں سامنا ہو اگر — تو شوہر کے آگے نہ ہوں ہم نڈر

حرف العین

عائشہ آپ کی والدہ کا نام ام رومان تھا اور آپکے پدر بزرگوار حضرت ابی بکر خلیفہ اول جناب رسول خدا تھے آپکا نکاح حضرت محمد رسول خدا صلعم کے ساتھہ تھا اسیوجہ سے آپ کو ام المومنین کہتے ہیں۔ محمد الرسول اللہ کی سب سے زیادہ پیاری اور دوسری بیوی تھین۔ حضرت عائشہ رض سے بہت سی حدیثین منقول ہیں۔ اس لئے محدثات مین آپکا شمار کیا گیا ہے حضرت عائشہ نے رسول خدا کی تعریف مین جو اشعار لکھے ہیں اون مین سے دو شعر یہان نقل کئے جاتے ہین ـ

فلو سمعوا فی مصر اوصاف خده ؎ لما بذلوا فی سوم یوسف من نقد
لواحی زلیخا لو رأین جبینه ؎ لآثرن بالقطع القلوب علی الایدی

نمونہ کے طور پر حضرت عائشہ کے کچھہ حالات مختصراً اور لکھے جاتے ہین۔ ۹ سالہ عمر میں اونکو علاوہ نثر وغیرہ کے سولہ ہزار شعر محفوظ تھے اکثر صحابہ جو علم کی حیثیت سے مرجع کل تھے آپ کی جدید معلومات سے مستفید ہوا کرتے تھے جتنا حصہ حدیث و قرآن کا آپ کی روایت سے مروی ہے یا جن احادیث کی آپنے توجیہ کی ہے اوس مین ایسی روشنضمیری اور سنجیدگی ہے کہ اوسکو دیکھکر حکمت آب طبیعتین حیران ہین۔ اون کے علمی درجہ کی شہادت اس سے بھی ملتی ہے کہ اکثر خاندانی بیبیان اون سے استفادہ کرکے علمی دنیا مین قدم رکھا کرتی تھین آنحضرت نے فرمایا ہے خذوا الثلث دینکم عن هذه الحمیراء اس سرخ رنگ خاتون سے علم حاصل کرو اس حدیث مین نبوت کی زبان سے اونکو انسانی طبقہ کا علمی رہنما بتایا ہے۔ اون کے اوصاف اور اقوال کے متعلق

بلسوط تقریر ہے ۔لیکن مین عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے تقابل مین چند حدیثین بیان کرتا ہون جس سے دونون کی وسعت نظر اور غور و فکر مین موازنہ ہوسکتا ہے ۔

عبد اللہ بن عمر نے فتوے دیا کہ عورتین غسل مین اپنے بال کہولا کرین حضرت عایشہ نے سنکر فرمایا عبد اللہ ابن عمر سے تعجب ہے وہ عورتون کے لئے بال کہولنے کا حکم دیتے ہین اون کے سر منڈ وانے کا حکم کیون نہین دیتے مین نے رسول خدا کے ساتھ بارہا ایک ظرف سے غسل کیا ہے مین صرف تین بار سر پر پانی بہا لیا کرتی تہی ۔

بعض امور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم عمل مین لائے تو بعض صحابہ کو اشتباہ ہوتا تہا ۔کہ یہ امر عبادۃً آپ نے کیا ہے ۔مثلاً حج سے فارغ ہوکر مقام ابطح مین آپ نے قیام فرمایا تہا حضرت ابو ہریرہ اور عبد اللہ بن عمر کا خیال تہا کہ یہ قیام بطریق عبادت تہا اسلیئے وہ قیام کو حضرت ابو ہریرہ اور عبد اللہ بن عمر کا خیال تہا کہ یہ قیام بطریق عبادت تہا اس لئے وہ قیام کو حج مین سنت قرار دیتے ہین لیکن حضرت عایشہ کی رائے جو طبیعت نے اسکو تسلیم نہین کیا اونہون نے فرمایا کہ یہ قیام محض اتفاقی تہا سنت نہین ہے

عائشہ بنت طلحہ :۔ ان کے شوہر کا نام مصعب بن زبیر تہا ۔اپنے زمانے کے لوگون سے علم مین فائق نہین ۔انکے علمی فتوحات کا دائرہ اس زمانے کے ہر علمی فاتح سے زیادہ وسیع تہا ۔ان کی قابلیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ہشام بن عبد الملک خلیفہ نے دمشق سے حج کا قصد کیا اوسکے ہمراہ کاملین کی ایک جماعت تہی جنہون نے علمی مرحلون مین تگا پو کرتے کرتے اپنے آپ کو خلافت کے پایہ کی بلندی کے قریب کر لیا تہا ۔خلیفہ نے عائشہ

کی قابلیت سنکر حضوری مین بلایا اور ہر شخص کی معلومات سے ہر شعبہ میں
اُن کی معلومات کا موازنہ کیا۔ فنا نا سا ذیھا الا ں انجمنہ جو اُن کے مقابلے
مین آتا گیا اوسکو وہ خاموش کرتی گئین ۔

عصمتی :۔ یہ خاتون ایک مشہور و معروف خاندان کی لڑکی تہی۔ اس کے
ہمعصر اسکے کمال اس کی بلاغت اس کی عصمت اور عفت پر ناز کرتے تھے۔ یہ
خاتون تعلیم یافتہ تہی اور موزون طبع بہی۔ اس کا یہہ شعر مشہور ہے ۔

از پا شکستگان طلب کعبہ مشکل ست	آن کعبۂ کہ دست دہد کعبہ دل ست

حرف الفاء

فاطمہ خانم :۔ یہ خاتون جو دت پاشا ممبر مجلس الوکلا دولتہ علیہ عثمانیہ ایدہا
اللہ بالاقبال کی صاحبزادی ہین اعلی درجہ کی تعلیم یافتہ۔ صاحب عصمت
و عفت ہین۔ حال مین اس خاتون نے بطور ناول کے ایک کتاب جس کا نام
زنان اسلام ہے لکھی ہے۔ عربی زبان مین بہی اسکا ترجمہ ہو گیا ہے جو بیروت
مین چہاپا گیا ہے اس ناول مین وہ بحث درج ہے جو یورپ کے ایک شریف
عورت نے جسکا نام مسیز ٹھرف ہے فاطمہ خانم سے کی تہی۔ یورپ کی لیڈی
نے زنان اسلام اور اسلام پر جو الزامات لگائے ہین اونکو اس مسلم لیڈی
نے نہایت لیاقت سے جواب دیکر اوسکے پوچ اور لچر الزامات کو رد کیا ہے
ہم اس مقام پر اوس کی کتاب کی ابتدائی تحریر کو ہدیہ ناظرین کرتے ہین اگر
ہم پورے سوال و جواب لکھیں تو دس بارہ جزو ہمکو اور زیادہ کرنے ہونگے
اسلئے ہم اپنے اس اختصار پر اکتفا کرتے ہین وہ لکھتی ہے کہ "انسان کا خاصہ
ہے کہ وہ ملکر ایک جگہہ رہنا پسند کرتا ہے اون مین ایک کو دوسرے کی مدد اور

اعانت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے گروہ گروہ بنکر ایک جگہہ رہنا شروع ہوا جس سے مدنیت یا شہریت کی بنیاد قایم ہوگئی۔ ہر شخص اور ہر گروہ کی مختلف امیدون اور متباین خواہشون کی تکمیل نے مختلف طریقے اختیار کرنے پر مجبور کیا جس سے لین دین بول چال مین فرق پیدا ہوا اور رفتہ رفتہ زبانون قومون اور مذہبون مین تفریق پیدا ہوگئی۔ قدیم مذہب والون نے اپنے زمانے مین تنہائی گوشہ نشینی مین زندگی بسر کرنا پسند کیا تاکہ اون کے سوا اور کوئی اونکے حال سے واقف نہو۔ ایک ملک والون کو دوسرے ملک والون سے ربط پیدا کرنیکے ذرایع مثل قافلون اور کشتیون کی آمد و رفت کی جو ایک قوم کو دوسری قوم سے ملا دیتے ہین اوسوقت مین بہی رایج ہے لیکن بری اور بحری سفر کی تکلیفات کے سبب آمد و رفت کم ہونے سے دور و دراز ملک کے رہنے والے اپنے ہم جنسون کے حالات سے پورے طور سے واقف نہین ہو سکتے تہے۔ اگر یورپ مین کوئی واقعہ ہو تا تو اوسکی خبر ایشیا والون کو ایک سال بہر مین نہین معلوم ہو سکتی تہی۔ اسیطرح یورپ والون کو بہی دنیا کے واقعات کا علم مدت دراز کے بعد ہوتا تہا۔ جسوقت سے تجارتی جہاز جاری ہوئے۔ آمد و رفت کی کثرت ہوگئی اور نقل و حرکت مین سرعت اور آسانی حاصل ہوگئی۔ ریل کے سبب سے سیر و سیاحت مین اور بہی زیادہ ترقی ہوگئی پہر تار برقی ایجاد ہوئی جس سے خبر پہونچنے مین سفر سے بہی زیادہ آسانی ہوگئی یہانتک کہ جن حادثات کا علم دور و دراز کے رہنے والون کو سالہا سال کے بعد ہوا کرتا تہا اب ایک لمحہ مین اوسکی خبر پہونچ سکتی ہے حاصل یہ ہے کہ اسوقت عالم نے ایک نیا طرز بدلا ہے جو پہلے طریقے سے بالکل جدا ہے۔ یورپ والون نے جو تمام اشیاء کی تحقیق اور تفتیش مین سرگرم ہین اگرچہ ہمارے حالات اور

عادات معلوم کرنے مین کوشش کی ہے لیکن مجکو معتبر سیاح عورتون سے جو قسطنطنیہ کی سیر کو آئین تہین ملنے کا اتفاق ہوا۔ اونکی گفتگو سے معلوم ہوتا تہا کہ ہماری طرف سے یورپ والون کے خیالات ایسے غلط او ہام پر مبنی ہین جنکو سنکر مجھے بہی اوسیقدر تعجب ہوتا تہا جسقدر کہ اونکو یہ خیال گزرتا تہا کہ یہ کسی دوسرے ملک اور دوسرے مذہب والون کا ذکر کرتے ہین جو حالات میٹنے ان سیاح عورتون سے سُنے وہ یورپ کی تحریرات مین (جو سفرنامون کی شکل پر لکھے جاتے ہین) درج ہین۔ لیکن سفرنامے کوئی علمی کتابین نہین ہین جنمین ہر چیز کی تحقیق اور تفتیش کی جاتی ہو بلکہ اونکی تحریر عموماً خیالی افسانون کی سی ہوتی ہے جو (رومانس) کے قصے کے طرز پر لکھے جاتے ہین سوال یہ ہے کہ یہ اوہام کسطرح پیدا ہوئے کیا یورپ والون نے اپنی کسی خاص غرض سے پیدا کر لئے ہرگز نہین کیونکہ یورپ کے معتبر سیاح اپنی پوری کوشش اور سرمایہ عالم مین پہیلے ہوئے اشیاء کے حقایق دریافت کرنے مین صرف کرتے ہین اور اونکی اطلاع اور معلومات سے اونکے اہل وطن فائدہ اوٹہاتے ہین۔ پس لازم ہے کہ اس قصور کو ہم اپنے ذمہ لین بمقتضائے کمال یہی یہی ہے کہ آدمی اپنی ذات کے نقصانات اور عیوب کا خود اندازہ کرے جو شخص اپنے عیوب پر غور کرتا ہے اور دوسرون سے اوس کا مقابلہ کرتا ہے وہ بیشک حق اور صواب پر ہوتا ہے اور اعلیٰ درجے اور بلند مرتبے پر پہنچتا ہے یہ ظاہر ہے کہ کسی جگہ کے لوگون کے خیالات اور عادات کی واقفیت شہر اور بازار مین پہرنے اور مشہور موقعون کے دیکھنے سے حاصل نہین ہوتی کسی مذہب کے حقیقی حالات دریافت کرنے کے لئے اوس مذہب کے مردون اور عورتون سے ملنا اور مختلف قسم کی بات چیت کرنا اور ایک عرصہ تک

انکی صحبت مین رہنا ضرور ہے۔ چونکہ ہماری عورتین پردہ نشین ہین اسلئے
سیاحون کو اون سے ملنے اور اُنکے ساتھہ ہمکلام ہونے کا موقع ملنا محال
ہے۔ لیکن ان سیاحون مین بعض عورتین بہی ہوتی ہین جنکی معلومات کسی
طرح مردون سے کم نہین ہوتی۔ اونکے ذریعہ سے بہ آسانی عام سیاح مسلمان
عورتون کے اصلی حالات سے واقف ہوسکتے ہین۔ لیکن ان عالمہ اور سیاح
عورتون کو اُن مستورات سے ملکر جنکی زبان سے یہ واقف نہون کچہہ معلوم
نہین ہوسکتا۔ وہ اسوقت گونگون کی طرح اشارون ہی سے کام نکالنے
پر اکتفا کرتے ہین اسوقت بعض ترکی بیگمات فرانسیسی زبان بہی جانتی ہین
مگر اونمین اکثر ایسی ہین جنہون نے فرانسیسی دایہ کے ذریعہ سے فرانسیسی
طرز پر پرورش پائی ہے صرف علوم ہی حاصل کرنے کے لئے نہین بلکہ محض
فرنچ لیڈی بننے کے لئے۔ چونکہ وہ احکام شرعی سے ناواقف ہوتی ہین اور
مذہبی احکام کو پس پشت ڈالدیتی ہین اور فرانسیسی طرز پر زندگی بسر کرتی ہین
اُن سے ملنا اور باتین کرنا ایسا ہے جیسا پاب ادغلی مین کسی فرانسیسی خاندان
سے (قسطنطنیہ کا ایک محلہ ہے جہان فرانسیسی رہتے ہین) ملنا اونکے ملنے سے
نکچہہ فائدہ ہوتا ہے۔ نہ کوئی بات ٹہیک طور پر معلوم ہوسکتی ہے۔ اور اُن سے
کوئی شخص اسلامی طرز معیشت کا حال (جسکو کہ اونہون نے فضول سمجہکر چہوڑدیا
ہے) دریافت کرے تو وہ اسلام کی خوبی اور پاکی بیان کرنے سے اپنے لاعلمی
کے سبب خاموش ہوجاتے ہین۔ اور نہایت غصہ اور طیش مین آکر پردہ کا ذکر
شروع کردیتے ہین اور یہ سمجہتے ہین کہ جسقدر ناگوار امور ہین وہ احکام شریعت
سے لئے گئے ہین اور وہ اُن چیزون سے بحث کرتے ہین جنکا اونکو مطلق علم نہین
اس سے غیر لوگون کو اُس پاک مذہب پر جسکی شمع ہدایت سے ہمکو نور ہدایت اور

جس کی پاک آیات سے ہمکو شرف ایمان نصیب ہوتا ہے۔ افترا پردازی اور
نکتہ چینی کا موقع ملتا ہے۔ اکثر یورپ کی سیاح عورتین جو ہمارے شہر قسطنطنیہ
مین سیاحت کے لئے آتی ہین وہ اِن رموز کے دریافت کرنے کے لئے اون
مسلمان خاندانون سے ملنے کی نہایت شائق ہوتی ہین۔ جو پرانے طریقے اور
قدیمی اصول پر زندگی بسر کرتی ہین بعض مسلمان خاندان عورتون کی تعلیم
کو گناہ سمجھتے ہین۔ صرف فرانسیسی ہی تعلیم کو نہین بلکہ ضرورت سے زیادہ ترکی
زبان کی تعلیم کو بھی بُرا جانتے ہین۔ اونکو معلوم نہین کہ ازواج مطہرات اور اُنکی
مقدس صاحبزادیان کسقدر عالمہ تہین۔ اور شروع اسلام مین کسقدر مستورات
علم ادب کی ماہر گذری ہین۔ اور علم و فضل مین اونکا کیا درجہ تھا۔ باوجودیکہ
چہرے کا کہولنا شرعًا حرام نہین۔ بلکہ بالون کا ڈہانکنا واجب ہے لیکن مین دیکھتی
ہون کہ وہ اوسکے خلاف مُنہ کو چہپاتی ہین۔ اور بالون کو ظاہر کرتی ہین حاصل یہ
ہے کہ اعتدال ہم سے مفقود ہے ہم اپنی خواہشات سے اسقدر مغلوب ہوجاتے
ہین کہ وہ ہمکو جسطرف چاہتی ہین لیجاتی ہین۔ ہم نہین جانتے کہ کسطرف چل رہی
ہین۔ حالانکہ کمی اور زیادتی دونون مضر اور بُری ہین۔ اور اعتدال یعنی اوسط درجہ
سب سے بہتر ہے۔ حدیث شریف مین آیا ہے خیر الامور اوسطہا سب کامون
مین اعتدال اچھا ہے۔ جو سیاح واقعی حالات دریافت کرنا چاہین اونکو ایسے
خاندانون سے ملنا چاہیئے جو فرانسیسی زبان جانتی ہون۔ اور اسلامی طرز پر زندگی
بسر کرتی ہون۔ اور مذہب کی پابند ہون۔ مگر مسافرون کو اسکا دریافت کرنا مشکل
ہے اکثر سیاح بیوغلی کے (عیسائیون کا محلہ ہے) ہوٹلون مین قیام کرتی
ہین۔ اور وہان کے باشندون سے (جنکا علم اوس محلہ تک محدود ہے) حالات
دریافت کرتی ہین اور اونہین مین سے مترجم اپنے ساتھ لیتے ہین جو جلدی

جواب دینے کی غرض سے بے معنی بکنا شروع کر دیتی ہین ۔ اور اس چیز مین زبان درازی کرتی ہین جسکا انکو مطلق علم نہین ۔ اس لیئے ہمارے حالات خیالی قصون کے موضوع بنجاتے ہین ۔ یہ سب جانتے ہین کہ اہل یورپ ہمارے احکام مذہبی پر جو حکمت اور عقل کے موافق ہین اعتراض نہین کرتے بلکہ وہ مسلمان عورتون کو نہایت مظلوم اور ستم رسیدہ سمجھکر اونکی ہمدردی کے خیال سے ان امور پر زور دیتے ہین مجھے یورپ کی چند عورتون سے ملنے کا اتفاق ہوا جو قسطنطنیہ کی سیر کو آئی تھین ۔ اون سے یورپ والون کے عجیب خیالات اور بے اصل توہمات جو اون کے دلون مین ہماری طرف سے بیٹھے ہوئے ہین معلوم ہوئے یہ حالات ایسے عجیب تھے کہ مجھسے ضبط نہو سکا کہ انکو اپنے ہی تک محدود رکھون ۔ بلکہ میرے دل نے مجکو مجبور کیا کہ جسطرح یہ گفتگو ہوئی اوسیطرح اوسکو اپنے ہمعصرون کے سامنے پیش کرون ۔ اسکے بعد اوس عیسائی اور مسلم لیڈی مین جو مباحثہ ہوا ہے وہ قابل دید ہے ۔

فاطمہؓ :۔ رسول خداؐ کی صاحبزادی تھین ۔ آپ کی کنیت ام محمد تھی کبھی کبھی مبارکہ ۔ طاہرہ ۔ زاکیہ ۔ راضیہ ۔ مرضیہ ۔ اور بتول کے لقب سے بھی پکاری جاتی تھین ۔ آپ کے سنہ ولادت واقعہ فیل کے ۳۵ برس قبل بیان کئے جاتے ہین ۔ آپکے شوہر حضرت علیؓ خلیفہ چہارم تھے اور آپ کی والدہ حضرت خدیجہؓ جو رسول خداؐ کی پہلی بی بی ہین تھین ۔ حضرت فاطمہ فصاحت و بلاغت اور علم عروض مین اعلےٰ درجہ کی تعلیم یافتہ بیوی تھین ۔ یہان انکے دو شعر ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہین جو باعتبار اصول فصاحت و بلاغت آپ اپنی نظیر ہین

شعر

صبت علیا مصائب لو انہا	صبت علی الایام صرن لیالیا
ماذا علی من شم تربۃ احمدا	ان لا یشم مدی الزمان غوالیا

حرف القاف

قرۃ العین ؛۔ اس نوجوان لڑکی کا اصلی نام زرین تاج تھا۔ یہ ایران کے نامور علماء کے گھرانے مین پیدا ہوئی۔ اسکا باپ حاجی محمد صالح ایک مشہور فقیہ اور اسکا چچا ملا محمد تقی قزوین کا ایک نہایت معزز عالم مجتہد تھا۔ اور اسکا چچیرا بھائی ملا محمد تقی کا بیٹا ملا محمد ایک عالم آدمی تھا جس سے قرۃ العین کی بعد مین شادی ہوئی۔ چونکہ ایک تو اس لڑکی کو بچپن ہی سے غور و خوض کی عادت تھی اور پھر علم سے ایک طبعی مناسبت اور شوق بھی تھا۔ کچھ تو یہ اتفاقات ایسے واقع ہوئے اور کچھ اوس کی محنت اور شوق۔ غرض اوسنے اپنی تعلیم مین ایک نہایت حیرت انگیز ترقی کی۔ جو دنیا مین عورتون کو (خواہ وہ کسی ملک کی ہون) بہت کم نصیب ہوتی ہے۔ عورتین تو عورتین ہمارے ملک مین مردون مین بھی ہزارون مین ایک آدھ ایسا نکلے گا جو علمی واقفیت اور بلند خیالی مین اس نوجوان عورت کا ہم پلہ ہونے کا دعوے کرے۔

اس گھر مین صبح و شام علمی چرچون کے سوا اور کوئی شغل نہ تھا ان باتون کو وہ ہمیشہ بڑے غور سے سنتی اور خود بھی راے دیتی۔ اکثر جب گھر کے لوگ اور دوسرے عزیز ایک جگہ جمع ہوتے تو علمی مباحثے چھڑ جاتے۔ اس مین قرۃ العین بھی نہایت جوش کے ساتھ حصہ لیتی۔ اُسکی فصاحت۔ اُسکے دلائل ایسے نہ تھے جو دلون پر اثر نہ کرین۔ اور پھر اُسپر حسن۔ حیا۔ اور عصمت غرض وہ اپنے مان باپ اور چچا کی آنکھون کا تارا اور اپنے سارے خاندان کی سرتاج تھی۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ نہ صرف اُسکے خاندان کو بلکہ سارے شہر قزوین کو اس قابل۔ با حیا۔ اور حسین لڑکی پر فخر و ناز تھا۔

لیکن بدقسمتی سے جیسا ایران کے بعض نام کے مؤرخ لکھتے ہین (اگر فی الحقیقت یہ کوئی بدقسمتی ہے) اُس نے باب سے خط وکتابت شروع کی اور وہ اوسکی تعلیم پر ایسی فریفتہ ہوئی کہ اُس نے نہ صرف اقرار باللسان وتصدیق بالقلب پر اکتفا کیا بلکہ اُس کی ترویج اور اشاعت کے لئے گھر سے باہر قدم نکالا۔ وہ کچھ مدت کربلا مین رہی اور پردہ کے پیچھے سے لکچر دیتی۔ فقہ وحدیث وآیات قرآنی کی تفسیر اس خوبی اور فصاحت کے ساتھ کرتی تھی کہ ایک انبوہ کثیر اوسکے سُننے کو لئے جمع ہو جاتا تھا۔ علمار نے گورنر سے شکایت کی کہ یہ نوجوان عورت یہان کفر والحاد پھیلانے کی کوشش کر رہی ہے اور اُس نے شہر کے بہت سے نوجوانونکو اپنی فصاحت اور حسن کے جادو سے ورغلا نکر بابی بنا لیا ہے۔ گورنر نے اُسے گرفتار کرنا چاہا لیکن قرۃ العین کو کسی طرح اسکی پہلے سے خبر لگ گئی وہ فوراً کربلا کو چھوڑ چھاڑ بغیر پروانہ راہداری کے سیدہی بغداد جا پہونچی۔ بغداد مین سب سے پہلے وہ مفتی صاحب کے ہان گئی اور اُنکے سامنے اپنے مذہب اور خیالات کو نہایت فصاحت اور قابلیت کے ساتھ ظاہر کیا۔ لیکن اب بحث یہ پیش ہوئی کہ آیا وہ اِن خیالات کی اشاعت اس ملک مین کرسکتی ہے یا نہین۔ یہ مسئلہ بغداد کے بادشاہ کے سامنے پیش ہوا جس نے گورنمنٹ سے اوسکی نسبت استفسار کیا۔ آخر کار اسکا فیصلہ قرۃ العین کے خلاف ہوا اور اُسے مجبوراً سلطنت عثمانیہ کو چھوڑنا پڑا۔ لیکن باوجود اس تکلیف اور مصیبت کے وہ مایوس نہین ہوئی۔ بلکہ بغداد سے واپس ہوتے ہوئے اُسنے کرمان شاہ اور ہمدان تک سفر کیا اور اپنے لکچر نہایت جوش وخروش کے ساتھ جاری رکھے اور بہت سے لوگون کو بابی بنا لیا جس مین سے شیخ صالح۔ شیخ طاہر۔ ملا ابراہیم محلاتی۔ اور شیخ سلطان عرب مشہور شخص ہین۔ اس جگہ ایسے امر کا ظاہر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ لکچر

یا وہ تعلیم جسکی اشاعت قرۃ العین اسوقت ملک ایران مین کرہی تہی کس قسم
کی تہی اور اس کا کیا مقصد تہا۔
اس بات کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے کہ یہ زمانہ باب کی تعلیم کا ابتدائی زمانہ
تہا۔ اور باب کی وفات کے بعد جو انقلابات بابی مذہب مین پیدا ہوئے اوسکا
نشان گمان بہی نہ تہا۔ کیونکہ باب کی وفات کے بعد ایک شخص مرزا حسین علی
نے پیغمبری کا دعوے کیا اور اپنا لقب بہاء اللہ اختیار کیا اور کہا کہ مین وہی
شخص ہون جس کی بشارت باب نے اپنی کتاب مین دی ہے چنانچہ اکثر باب
اسکے پیرو ہوگئے۔ اور اب بابیون مین دو فرقے ہین ایک بہائی جو بہت بڑا
فرقہ ہے اور بہاء اللہ کا پیرو ہے۔ اور دوسرا ازلی جو مرزا یحیی صبح ازل کے
پیرو ہین اور باب کی تعلیم کے معتقد ہین۔ لیکن میرا مقصد یہان مختصراً ان خیالات
کے بیان کرنے کا ہے جس کی اشاعت مین قرۃ العین سرگرم تہی۔ مختصراً یہ ہین
"چونکہ مخلوق کے لئے خدا کی ذات کا پہچاننا ناممکن ہے اس لئے مشیت اولی
نے انسان کی ہدایت اور تعلیم کے لئے وقتاً فوقتاً انسان کی صورت مین حلول
کیا۔ یہ اوتار پیغمبر کہلاتے ہین زمانہ گذشتہ مین اونکی بیشمار تعداد ہوچکی ہے
اور ایسی ہی آیندہ ہوتی رہی گی۔ جیسے وہ پچھلے زمانہ مین اور پیغمبرون کے
ذریعہ سے بولتی تہی اب وہ باب کے ذریعہ سے بولتی ہے۔ اس کے بعد وہ
"من یظہرہ اللہ" کے ذریعہ سے بولیگی۔ اور پہر اور لوگون کے ذریعہ سے
کیونکہ ان ظہورون کی کوئی انتہا نہین۔ مشیت اولے آفتاب کے مانند ہے
جو ہر روز نکلتا ہے اور غروب ہوجاتا ہے لیکن حقیقت مین سورج وہی ہے گو
عام بول چال مین ہم اسے "آجکا سورج" اور "کل کا سورج" کہتے ہین۔ اسی طرح اگرچہ
ہم عام بول چال مین حضرت آدم۔ حضرت نوح۔ حضرت موسی۔ حضرت داؤد۔

حضرت عیسیٰ۔ اور حضرت محمد صلعم کی نسبت الگ الگ ذکر کرتے ہین۔ مگر فی الحقیقة جو چیز کہ اُن مین بولتی تھی وہ ایک ہی تھی یہی ہین حضرت محمدؐ کے اُن الفاظ کے معنے "ما الینا فانا" مشیت اولیٰ کے سب سے اخیر ظہور کو واقع ہوے (۱۲۷۰) برس گذرے ہین۔ اب اُسنے مرزا علی محمد (نقطہ) مین حلول کیا ہے اور اسکے ذریعہ سے بولتی ہے۔

ہر ایک ظہور کی لوگون کو خبر دی گئی۔ مثلاً یہودیون سے کہا گیا کہ مسیح آنیوالا ہے لیکن جب وہ عیسیٰ کی صورت مین آیا تو اونہون نے انکار کر دیا۔ کیونکہ اُنکا خیال تھا کہ وہ اس طرح نہین آئیگا بلکہ بڑے جلال اور شان وشوکت کے ساتھ آئیگا۔ مگر اُنکا خیال ناممکن او خلاف فطرت تھا۔ اسی طرح عیسیٰ کے پیرون کو یہ بشارت دی گئی کہ مسیح پھر واپس آئیگا۔ مگر جب وہ محمدؐ کی صورت مین آیا تو اونہون نے انکار کر دیا اور اب تک اُسکے آنے کی توقع رکھتے ہین۔ اگرچہ اس ظہور کو واقع ہوئے ہزار سال سے زیادہ ہو چکے ہین۔ اسی طرح مسلمانون کو یہ بشارت دی گئی کہ امام مہدی آنے والا ہے اور اس دن کیلئے دعا مانگتے رہو جب وہ ظاہر ہوگا۔ اور جب کبھی تم اوسکا نام لو تو اسکے ساتھ یہ الفاظ زیادہ کرو جل اللہ فرجہ اب وہ آیا ہے آیات و بینات کے ساتھ۔ مگر اسکے ماننے سے انکار کرتے ہین۔ اس لئے کہ اُسکے آنے کا طریقہ انکے فضول خیالات اور توہمات کے مطابق نہین۔

"اے مسلمانو! تم یہودیون کو الزام دیتے ہو کیونکہ انہون نے حضرت عیسیٰ کو مسیح موجودہ تسلیم نہین کیا عیسائیون کو برا بھلا کہتے ہو کیونکہ اُنہون نے حضرت مسیح محمدؐ کو فارقلیط قبول نہین کیا۔ اگرچہ حضرت عیسیٰ نے صاف صاف کہدیا ہے کہ میرے بعد ایک آنیوالا ہے۔ تم اس بات کو تسلیم کرتے ہو کہ اُنکا یہ

خیال کس قدر لغو اور بے معنی تھا کہ پیغمبر موعود کے بعثت کے وقت ظاہر طور پر نہایت حیرت انگیز غیر معمولی عجیب اور خلاف فطرت واقعات دیکھنے مین آئینگے۔ لیکن تم جانتے ہو کہ اسکا مطلب روحانی نشانات سے تھا نہ کہ جسمانی سے۔ اور یہانتک تم ٹھیک ہو۔ مگر غضب تو یہ ہے کہ تم یہودیون اور عیسائیون کو کھلم کھلا نہایت بیباکی کے ساتھ الزام دیتے ہو۔ یہ اتنا نہین سمجھتے کہ بعینہ وہی کام تم خود کر رہے ہو اور اُس ظہور کے نہ ماننے پر تمھین یہ اصرار ہے کہ ابھی تک امام کے آنے کی نشانیان ظاہر نہین ہوئین۔ یا تو تم یہ تسلیم کرو کہ عیسائی اور یہود بھی اپنے خیال مین ٹھیک ہین۔ یا ان فضول اور لوچ اعتراضات سے بالکل دست بردار ہو جاؤ۔

کیا تم نے اسلام سوچ سمجھکر اختیار کیا ہے یا بے سوچے سمجھے اپنے آبا واجداد کی تقلید سے اگر محض تقلید ہے تو سچے ایماندار نہین ہو اور حقیقت مین اون کافرون اور مشرکون کے مانند ہو جنہون نے پیغمبرون کی دعوت اسلام کے جواب مین یہ کہا تھا۔ "ہمنے اپنے باپ دادون کو اس مذہب مین پایا اور ہم اُن کی تقلید کرتے ہین"۔ اگر تم نے سوچ سمجھکر اور غور کر کے اس مذہب کو اختیار کیا ہے تو تمہارے پاس کون سے ثبوت ہین۔ تم نے پیغمبر کو اپنی آنکھون سے نہین دیکھا اور نہ تم نے انکے معجزے دیکھے تو بس تمھارے پاس پیغمبر کے لکھے ہوئے الفاظ کے سوا اور کوئی ثبوت نہین ہے۔ اور یہی ایک ثبوت تھا جسکا پیغمبر نے ہمیشہ دعوٰی کیا۔ اور جب مخالفین نے کوئی نشانی مانگی تو اوسنے بڑے زور کے ساتھ کہا "اگر تم سچے ہو تو اسکے مانند ایک سورہ لکھو"۔ مخالفین مین سے کوئی دم نہ مار سکا اور تیرہ سو برس تک بلکہ صدیون تک یہ دعوے لاجواب رہا۔ مگر ان دنون مین ہاشمی قوم کا ایک نوجوان مرزا علی محمد شیرازی پیدا ہوا ہے اور اوسنے الہی مشن

یعنی رسالت کا دعوے کیا ہے جسکے ثبوت مین اُسنے قرآن کے مانند ایک کتاب لکھی ہے۔ اگر قرآن محمدؐ کے رسالت کی دلیل ہے تو بیان بھی اُسکے مصنف کے دعوے کی صداقت کے لئے کافی ثبوت ہے۔ یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ بیان کی آیتین غیر صحیح ہی نہین بلکہ اسمین قواعد کی غلطیان بھی بکثرت پائی جاتی ہین یہ اعتراض اُس دلیل کے نہ سمجھنے کا باعث جسپر ہے حضرت محمدؐ کے دعوے کی بنیاد تھی۔ اگر فصاحت کے اصطلاحی معنے لئے جائین تو قرآن ایسا فصیح نہین جیسے عربی کی بعض پرانی نظمین جو زمانۂ جاہلیت مین لکھی گئی ہین بلکہ فصاحت جسکا دعوے کیا گیا ہے اور جو خدا کا الہام ہے اس سے یہ مطلب ہے کہ لوگون کے دلون پر ایسا حیرت انگیز اثر پیدا کرے کہ وہ اپنے ایمان کے لئے اپنی جان تک قربان کردین یہ لکھا ہے کہ "جب خدا کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ ہو جا وہ ہو جاتی ہے" پیغمبر کے الفاظ مین بھی یہی زور ہوتا ہے کیونکہ وہ مشیت اولی کا ظہور ہے حضرت محمدؐ نے کہا "مکہ مین حج کرو" اور ہر سال ہزارہا آدمی وہان جمع ہوتے ہین۔ اونھون نے کہا "رمضان مین روزہ رکھو" اور لاکھون آدمی ہر سال اس حکم کی اطاعت کرتے ہین باوجودیکہ اس مین سخت تکلیف اُٹھانی پڑتی ہے اب پھر ایک نیا حکم آیا ہے۔ اب پھر الست بربکم کے الٰہی آواز کے جواب مین ہزارہا "بلا بلا" کہین گے۔

یہ ایک اجمالی نظر ہے بابی تعلیم پر جسکی اشاعت اس وقت قرۃ العین بڑے زور شور سے کر رہی تھی۔ اور اس سے بابیون کی مذہبی تعلیم کا کسی قدر اندازہ ہو سکتا ہے شروع شروع مین بابی قرۃ العین کی طرف سے بہت بدگمان تھے اور اسکی تمام کوشش و سعی کو بری نگاہ سے دیکھتے تھے یہان تک کہ ان مین سے چند نے باب سے یہ لکھکر دریافت کیا کہ آیا ایک عورت کے لئے یہ

مناسب ہے کہ وہ کھلم کھلا سب کے سامنے تقریرین کرے۔ باب نے اسکے جواب مین نہ صرف اسکے تمام کوششون کو پسند کیا اور نہایت جوش کے ساتھ تعریف کی بلکہ اُسے جناب طاہرہ کا لقب عطا فرمایا جس نام سے وہ ابتک بابیون مین یاد کیجاتی ہے اُس وقت سے وہ فرقہ بابی مین نہایت معزز اور ممتاز سمجھی جانے لگی۔ اور اسکی وہی عزت ہوتی ہے جیسی مسلمانون مین حضرت فاطمہؓ کی۔

ہمدان سے آنے کے بعد اوسنے ایک ایسا ٹپا قصد کیا جسے سُنکر حیرت ہوتی ہے اور اُس دلاور عورت کی ہمت اور جرات کا کسی قدر اندازہ ہوسکتا ہے اُس نے اُس بات کا عزم بالجزم کر لیا کہ مین محمد شاہ شاہ ایران کو بابی بناؤنگی اور اس ارادہ سے اوسنے طہران کا سفر اختیار کیا۔ لیکن اتفاق سے اوسکے باپ حاجی محمد صالح کو کسی طرح اسکی خبر لگ گئی وہ بہت گھبرایا کہ نہ معلوم کہ یہ لڑکی ہمارے سر پہ کیا بلا لائیگی۔ اور فوراً اپنے چند نوکر اُسکے پیچھے روانہ کئے جو بڑی مشکل سے اُسے قزوین واپس لائے۔

قرۃ العین کی شادی غالبًا اسوقت ملا محمد تقی کے بیٹے ملا محمد سے ہوچکی تھی مگر افسوس کہ یہ شادی سرسبز نہوئی اور ہوتی کیونکر جبکہ ملا محمد کو بابیون اور شیخیون کی نفرت اپنے باپ کے ترکہ مین ملی تھی اور آخر کار قرۃ العین نے اُسکے ساتھ رہنے سے انکار کر دیا۔

خدا کی شان ہے کہ جو فرقہ یا خاندان کسی خاص خیال کا سخت مخالف ہوتا ہے تو اُسی فرقہ یا خاندان مین سے کوئی نہ کوئی ایسا شخص نکل آتا ہے جو اپنے لوگون کے مخالف اُس خیال کا پورا پورا موئد بن جاتا ہے۔ وہ کون تھا جس نے اہل عرب اور قوم قریش کے کفر و الحاد کو مٹادیا اور اونکے تین سو ساٹھ

بتون کے سر اُڑا دیے اور دنیا کو تاریکی سے نکال کر توحید کا کلمہ سکھایا وہ اُسی قوم اور مُلک کا پیغمبر عربی۔ قریشی تھا۔ سینٹ پال کون تھا۔ ایک پکا یہودی اور مسیحیون کا جانی دشمن لیکن اُسی نے یہودیون کا مخالف بنکر عیسائیت کو اونکے پنجے سے چھڑایا اور ایک علیحدہ چرچ قایم کر دیا۔

دیانند سرستی کون تھا۔ ایک برہمن۔ لیکن اُسنے ہندوستان کے برہمنون کی مخالفت مین ایک پر زور قوت قایم کر دی۔ اسی طرح محمد تقی کے خاندان مین جو باب کے خیالات کا سخت مخالف تھا یہ لڑکی پیدا ہوئی۔ حاجی ملا محمد تقی قزوینی کا مجتہد شروع ہی سے شیخ احمد احسائی اور اُسکے مقلدین سے سخت نفرت کرتا اور انہین کافر کہتا تھا چنانچہ اُسنے قزوین مین اُسی مشہور شیخ سے کئی بار مباحثے کئے اور لوگون کو اوسکی طرف سے اسقدر بدگمان کر دیا کہ آخر اوس بیچارے کو شہر چھوڑنا پڑا۔ لیکن جب باب کی تعلیم ایران مین پھیلنی شروع ہوئی جسکے دعوے اسقدر بڑے اور حیرت انگیز تھے تو اُس شخص کی نفرت اور حقارت اور بھی بڑھ گئی۔ مگر بڑا غضب تو یہ ہوا کہ خود اُسکی بہو اور بھتیجی نے باب کی تعلیم کو سچے دل سے قبول ہی نہین کیا بلکہ اس مذہب کی اشاعت کے لئے کھلم کھلا چہرہ سے نقاب اتار کر بڑے دھڑلے سے وعظ کہنے شروع کی اور اُس مذہب کی رکن اعظم سمجھی جانے لگی۔ یہ دیکھکر ملا محمد تقی آپ سے باہر ہوگیا اور اوسکے غیظ و غضب کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اور چلکر باب کی تعلیم کی مخالفت مین وعظ کہنے شروع کئے اور عام طور پر شیخ احمد احسائی باب پر لعنت بھیجنے لگا۔ آخر اس بدزبانی کا یہ نتیجہ ملا کہ قزوین ہی کی ایک مسجد مین مرزا صالح اور دو تین اور بابیون نے خنجر سے اوسکا کام تمام کر دیا یہ واقعہ سنہ ۱۸۴۷ء مطابق سنہ ۱۲۶۳ھ مین واقع ہوا۔ اس جرم مین کئی بابی گرفتار کیے گئے اور اونہین

سخت سخت تکلیفین دی گیئن اُن مین سے مرزا صالح شیرازی نے اپنے جرم کا
اقبال کیا کہ صرف مین نے بغیر کسی کی مدد کے مجتہد قزوین کو قتل کیا ہے اور تمام
حالات قتل کے تفصیل کے ساتھ بیان کئے اور اُس خون بھرے خنجر کا نشان بتایا
جس سے یہ خوفناک جرم وقوع مین آیا تھا۔ چنانچہ مرزا صالح اور چند اور مشتبہ بابی
طہران بھیجدیئے گئے۔ مگر صالح باوجودیکہ وہ بیڑیون مین جکڑا ہوا تھا۔ مازندران
بھاگ گیا اور باقی بابی شیخ صالح عرب اور ابراہیم محلاتی بُری طرح قتل کئے گئے
اور یہ پہلے بابی تھے جو ایران مین قتل ہوئے۔ قرۃ العین کے خاوند ملا محمد نے
اپنے باپ کے قتل کا الزام قرۃ العین پر لگایا اور اُسے گورنر قزوین کے سامنے
پیش کیا لیکن بعد تحقیقات کے یہ الزام بالکل غلط اور بے اصل ثابت ہوا اور وہ
رہا کردی گئی۔ اب تک بعض متعصب ایرانی مورخ قرۃ العین پر ملا محمد تقی کے
قتل کا الزام لگاتے ہین۔ اگرچہ اُنکے پاس کوئی ثبوت اسکا نہین ہے۔

اگرچہ قرۃ العین اپنے چچا کے قتل کے الزام سے بالکل بری ہوگئی لیکن اب اسکا
قزوین رہنا بالکل ناممکن ہوگیا اور اس لئے وہ اپنے وطن مالوفہ کو خیرباد کہکر
طہران سے ہوتی ہوئی خراسان گئی اور وہان سے بدشت پہونچی جہان وہ بابیون
کی ایک مشہور مجلس مین موجود تھی اور اپنی خوش تقریری اور فصاحت سے تمام
اہل مجلس کو محظوظ کیا۔ بدشت سے وہ مازندران بھاگ کر گئی جہان کچھ دنون کے
بعد بابی مذہب کے پرجوش لیڈر ملا حسین اور محمد علی بالفروشی بھی آکر آملے
یہان اکثر لوگ اُنکے پاس آتے اور اونکے مذہب کی نسبت گفتگو کرتے۔ قرۃ العین
نے عام طور پر ایک نہایت عمدہ تقریر کی اور مارے جوش کے اسکا نقاب زمین
پر گر پڑا۔ لوگون پر اوسکے خداداد حسن۔ فصاحت اور حیرت انگیز ہمت کا بڑا اثر
پڑا۔ بہت سے لوگون کی آنکھون سے آنسو جاری تھے اور اُسی کا کلمہ پڑھتے تھے۔

مگر یہان بہی وہ چین سے نہ رہ سکی اور اُسے مجبوراً بہاگنا پڑا۔ راستہ مین وہ بابیون کے ایک گروہ سے ملی جو شخص طبرسی کو جارہے تہے اونکے ساتہہ وہ ویران جنگلون اور گانون مین جہپتی پہری اور اس سے چند روز پہلے کہ وہان بابیون اور شاہی فوج مین لڑائی شروع ہوئی وہ اُن سے جدا ہوکر نور پہونچی جہان وہ جنگ مازندران کے ختم ہونے تک اطمینان سے رہی۔

لیکن کچہہ عرصہ کے بعد نور کے باشندون نے اُسے گورنمنٹ کے حکام کے حوالہ کردیا اور وہان سے وہ طہران بہیجدی گئی۔ تہوڑی مدت پہلے قرۃ العین نے طہران کا قصد کیا تہا لیکن وہ ایک عظیم الشان قصد تہا یعنے محمد شاہ کو بابی بنانیکا اور اب وہ یہان کشان کشان آئی اسوقت اپنی مرضی سے اور آزادانہ طور پر آنا چاہتی تہی اور اب وہ آئی اسی شاہ مغفور کے بیٹے شاہ ناصر الدین قاچار کے سامنے نگر پابزنجیر جسوقت وہ سامنے حاضر کی گئی تو شاہ نے اوسکی طرف دیکہکر کہا "از ہئیتش خوشم می آید بگذارید کہ باشد" مجہے اس کی صورت بہلی معلوم ہوتی ہے۔ اسے چہوڑ دو" مگر احتیاطاً محمد خان کلانتر کوتوال شہر کی حفاظت مین رکہی گئی کیونکہ بابیون اور شاہی فوج سے ابہی ابہی لڑائیان ہوچکی تہین اس لئے اندیشہ تہا کہ یہ کوئی نیا فساد پیدا نہ کرے غرض قرۃ العین ایک عرصہ تک محمد خان کلانتر کے ہان رہی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک بڑے تیوہار کے روز شہر کی اکثر عورتین محمد خان کے گہر مدعو تہین اور خوشی خوشی اپنے جشن مین مشغول تہین کہ اتنے مین قرۃ العین نے ایک نہایت پرزور اور فصیح تقریر شروع کی۔ سب کی سب عورتین جشن وشن تو بہول گئین اور ہمہ تن گوش ہوکر اوسکی طرف متوجہ ہوگئین۔ قرۃ العین آخری دم تک یعنے اگست ۱۸۵۲ع تک اسی گہر مین رہی یہ قید اسکی بہت سخت نہ تہی اور کبہی کبہی بابی اس سے

مختلف حیلون اور بہانون سے ملتے رہتے تھے۔ اسکی زندگی یہان سحر کہ خطرہ مین نہ تھی۔ مگر اس عرصہ مین ایک نہایت افسوس ناک حادثہ واقع ہوا جسکا اثر نہ صرف قرۃ العین پر پڑا۔ بلکہ تمام فرقۂ بابی پر ایک مصیبت اور بلا نازل ہوئی اور تمام ملک ایران مین ایک ہلچل پڑ گئی۔

اتوار کے روز ۱۵۔ اگست ۱۸۵۲ء کو صبح کے وقت شاہ ناصر الدین اپنے محل واقع نیاوران جو کوہ البرز کے دامن مین ایک خوبصورت گانون ہے سوار ہو کر نکلے اتنے مین تین شخص شاہ کے پاس پہنچے۔ شاہ سمجھے کہ یہ عرضی دینا چاہتے ہین اسلیئے پاس آنے کی اجازت دی جب قریب پہونچ گئے تو ایک نے پستول نکالکر بادشاہ کی طرف چلایا مگر نشانہ خطا ہوا اور دوسرے شخص فتح اللہ نے شاہ کو گھوڑے پر سے گھسیٹ کر زمین پر دے مارا اور چاہتا تھا کہ گلا کاٹ ڈالے کہ ایک فراش نے پہنچکر قاتل کا سر اڑا دیا۔ اوسی وقت مستوفی آیا اور اوسنے بادشاہ کو بچانے کے لئے اپنے آپکو شاہ پر ڈالدیا۔ شاہ سمجھے کہ کوئی قاتل ہے اور گھبرا کر کہا کہ تم مجھے کیون قتل کرتے ہو مین نے تمہارا کیا لیا ہے مگر جب اسنے کہا کہ مین ہون ڈرو مت تو شاہ سنبھل گئے۔ ناسخ التواریخ مین اس واقعہ کو کسیقدر اختلاف سے لکھا ہے کہ شاہ کے اوسان بالکل بجا اور درست رہے اور اپنے آپکو نہایت استقلال اور جوانمردی سے بچایا۔ اس خوشی مین قاآنی نے دو قصیدے لکھے ہین پہلے قصیدے مین وہ لکھتا ہے۔

آخر شوال خسرو شد سوار از بہر صید ÷ آسمانش در عنان و آفتابش در رکاب
سہ ز کمین ناگاہ جستند و افگندند زود ÷ تیرہائے آتشین زی خسرو مالک رقاب

دوسرے قصیدے مین وہ واقعہ کا ذکر اس طرح کرتا ہے۔

آخر شوال را ہر سال زین پس عید کن ÷ تا کران شاہ را دعوت بنما از ہر کران

ہے بگو شاہد بیا ناہد بر دغاز تن بخش ÷ ہے بگو ساقی بدہ چنگ بزن مطربان بخوان
عید قربان شہش کن نام ہیچو (?) گوسفند ÷ دشمنان را سر بہ در راہ شاہ کامران

الغرض اس واقعہ نے بابیوں کی حالت کو بالکل مبتذل کر دیا۔ اور اس
وقت سے بابی ہونا ایک جرم سمجھا جانے لگا۔ اور جن لوگوں پر بابی ہونے کا
شبہ تھا سب گرفتار کئے گئے اس میں مرد عورت بچے سب شامل تھے۔ اتنی
عنایت یا رحمدلی اُنپر ضرور کی گئی کہ جو کوئی ان میں سے باب پر لعنت بھیجے گا
یا اوسکے مذہب سے انکار کر دیگا وہ بالکل آزاد کر دیا جائیگا حقیقت میں بڑی
حیرت انگیز بات ہے کہ بیسیوں تو قتل ہوئے۔ سیکڑوں گرفتار ہوئے طرح طرح
کی تکلیفیں دی گئیں۔ قید کیا شکنجہ میں دیا۔ لوہے گرم کر کر انکے جسموں پر
لگائے مگر آفرین ہے اونکی ہمت پر اور نہ معلوم کہاں کا جوش اُن کی رگ و پے
میں سرایت کر گیا تھا کہ ایک بچے کے منہ سے بھی لعنت تو درکنار انکار کا لفظ تک
بھی نہ نکلا۔ بلکہ اپنی جان دینے کو وہ موجب فخر و عزت سمجھتے تھے اور خوشی خوشی
آگے قدم بڑھاتے تھے ان قیدیوں میں آقا محمد علی تبریزی۔ آقا سید حسین
یزدی۔ آقا سید حسن یزدی۔ آقا سید احمد تبریزی خود باب اور اوسکے دوسرے
ہمراہی بابیوں کے بڑے نامور لیڈر اور علماء موجود تھے جو تھوڑی دیر کے اور
مہمان ہیں یا اور کوئی وقت جاتا ہے کہ دنیا سے اور دنیا اُنکے لئے رخصت ہونے
کو ہے۔ لیکن اس نامراد گروہ میں ایک حسین عورت بھی ہے جو ان سب میں
الگ دکھائی دے رہی ہے۔ اور مجھے یہ کہنے کی کچھ ضرورت نہیں کہ وہ قرۃ العین ہے
ایک روز صبح کو محمود خان خوش خوش اپنے گھر آیا۔ اور قرۃ العین سے کہنے
لگا کہ میں تمہارے لئے ایک خوشخبری لایا ہوں۔ اُسنے پوچھا "وہ کیا" کہا
کہ تم یہاں بلائی جاؤ گی۔ اور وہاں تم سے صرف ایک سوال پوچھا جائیگا اور

وہ یہ کہ "قرۃ العین کیا تم بابی ہو۔ بس اس سے زیادہ تم سے اور کچھ نہیں
پوچھا جائیگا اور یہ سوال بھی ایک معمولی اور رسمی ہوگا۔ تم اسکے جواب مین
صرف ایک "نہیں" کا لفظ کہہ دینا اور پھر تم ہمیشہ کیلئے آزاد ہو جاؤگی اور اتنا کہنے
مین تمہارا حرج کیا ہے یہ تو سب جانتے ہین کہ تم بابی ہو پر اسمین سراسر فائدہ
ہی فائدہ ہے" قرۃ العین نے اس کا جواب دیا "تمہین اب اصل خبر معلوم
نہین کل جو ہونے والا ہے وہ میرے لئے اس سے زیادہ خوش اور بہتر ہے
جو تم کہتے ہو۔ کل دوپہر کو تم جو میرے جلانے پر مقرر کئے جاؤگے۔ اور سب مجھے
خدا تعالی اور اعلی حضرت باب کی عام طور پر شہادت دینے کی عزت حاصل
ہوگی اور اے محمد خان تم دیکھو اور غور کرو جو مین کہتی ہون۔ کل میری موت
تمہین میری صداقت کا ثبوت دیگی۔ وہ آقا جسکی تم دل وجان سے خدمت گذاری
کر رہے ہو تمہارے اس جوش کی کچھ داد نہ دیگا۔ کچھ زیادہ مدت نہ گذریگی
کہ تم اسی کے حکم سے نہایت بیرحمی کے ساتھہ قتل کئے جاؤگے اس سے پہلے
کہ وہ بری گھڑی تمپر آئے جو اٹل ہے مین تم سے التجا کرتی ہون کہ تم اپنے
دلکو ٹٹولو اور اس صداقت کے حاصل کرنے کی کوشش کرو جو ہمیشہ قائم رہنے
والی ہے"

صبح ہوئی اور کل کا دن آیا۔ اور اسکے ساتھہ وہ گھڑی بھی آئی جو آتی ہے تو
پھر ٹلتی نہین قرۃ العین معہ اپنے دوسرے ہمراہیون کے سلطنت کے وزراء
عقلاء، عہدہ داران۔ علماء کی مجلس مین پیش کی گئی۔ اس مین بادشاہ اور
اوسکے مشیر بھی تشریف رکھتے تھے۔ قرۃ العین سے وہی سوال نہایت متانت
کے ساتھہ کیا گیا جسکا اسنے وہی جواب دیا جو اس سے توقع کیجاتی تھی اور اپنے
بابی ہونے کو نہایت عزت و فخر کے ساتھہ بیان کیا۔ اس جواب سے سب ساکت

ہوگئے اور نہایت افسوس کے ساتھہ اسکے قتل کا فتویٰ دیا گیا۔ اس مین کسی قدر اختلاف ہے کہ وہ کیونکر قتل کی گئی۔ بعض کہتے ہین کہ اُسے جلا دیا گیا۔ لیکن اکثر کا اتفاق اسپر کہ اسکا گلا گھونٹ کر نگارستان یا باغ ایلخانی کے اندہے کنوسے مین ڈالدیا اور اوپر سے پتھر بھر دئے۔ اسکی موت نہایت ہولناک تھی۔ مگر اُس نے نہایت جوانمردی اور استقلال سے اُسے برداشت کیا۔ مرنا ایک روز سبکو ہے اور اگر قرۃ العین طبعی موت سے نہین مری بلکہ وقت سے پہلے ظالمون نے اُسے قتل کر ڈالا تو کوئی تعجب کی بات نہین دنیا مین ایسے ہزارون اور لاکھون خون ہوئے ہین۔ لیکن یہ یاد رہے کہ اس جوانمرد عورت کا نام ہمیشہ عزت کے ساتھہ لیا جائیگا۔ اور لوگ اوسکی ہمت واستقلال اور قابلیت کی داد دینگے مگر اوسکے قاتل ہمیشہ ذلیل رہین گے اور دنیا مین نفرت اور حقارت کے ساتھہ یاد کئے جائین گے۔

افسوس ہے کہ قرۃ العین کا کلام بالکل تلف ہوگیا ہے اور چند نظمون اور خطوط کے سوا کسی اور چیز کا پتہ نہین لگتا۔ لیکن زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ چند نظمین اور خط بھی آسانی سے دستیاب نہین ہوسکتے اور خصوصًا اس ملک مین مخالفون نے اوسکے کلام کے تلف کرنے اور بدلنے مین بہت کچھہ کوشش کی ہے مثلاً اسکے اشعار کو بعض اوقات دوسرے شاعرون کی طرف کردیا ہے اور اوسکا تخلص نکالکر کسی دوسرے کا تخلص رکھدیا ہے یا جہان کہین باب کی طرف کچھہ اشارہ تھا ان اشعار کو بالکل نکال دیا ہے اور اپنی طرف سے کچھہ اشعار زیادہ کردئے ہین تاکہ یہ معلوم ہی نہو۔ کہ یہ نظم کس کی ہے۔ اسلئے بڑی دقت اس مین یہ پیدا ہوگئی ہے کہ اگر کوئی نظم اس قسم کی مل بھی جائے تو یہ تحقیق کرنا کہ فی الحقیقت یہ قرۃ العین کی نظم ہے نہایت مشکل ہے جیسے بہت

تحقیق اور چہان بین کے بعد اوسکی دو نظمین ملی ہین۔ مین نے اوسکی نسبت چند بابی علماء سے بہی خط و کتابت کی چنانچہ وہ بہی اُسے تسلیم کرتے ہین۔
مین اُن دو غزلون کو یہان لکہتا ہون۔ گو یہ غزلین شاعرانہ لحاظ سے اعلیٰ درجہ کی نہون لیکن اُنکے پڑہتے وقت اس بات کا خیال رکہنا چاہئیے کہ ان کی مصنف ایک عورت ہے اور عورت بہی کون ایک ستم رسیدہ فرقہ کی۔ صرف یہی ایک خیال اُسکے لُطف اور اثر کو دو بالا کردیگا۔

من کلام طاہرہ

جذبات شوقك الجمت بسلاسل الغم والبلا
ہمہ عاشقانِ شکستہ دل کہ دہند جان بسرِ ولا
اگر آن صنم زرہِ ستم پئے کشتنِ منِ بے گنہ
لقد استقام بسیفہ فلقد رضیت بما رضا
سحر آن نگار ستمگرم قدمے نہادہ بہ بسترم
واذ رأیت جمالہ طلع الصباح کانما
نہ چو زلف غالیہ بار او نہ چشم فتنہ شعار او
شدہ نافہ ہمہ ختن شدہ کافرے ہمہ خطا
تو کہ غافل از مے و شاہدے پئے مرد عابد و زاہدے
چہ کنم کہ کافر جاہدے ز خلوص نیت اصفیا
بمراد زلف معلقے پئے اسپ و زین معددے
ہمہ عمر منکر مطلقے ز فقیر فارغ بے نوا
تو و ملک و جاہ سکندری من و رسم و راہ قلندری

اگر آن خوش است تو در خور می و گر این بدست مرا نشرا
بگذر ز منزل ما و من بگزین بملک فنا وطن
فاذا فعلت بمثل ذا فلقد بلغت بما تشا

دیگر

لمعات وجهك اشرقت وشعاع طلعتك اعتلا
ز چه رو الست بربکم نزنی بزن که بلی بلی
بجواب طبل الست تو ز ولا چه کوس بلی زنند
همه خیمه زد بدر دلم سپه غم و حشم بلا۔
من و عشق آن مه خوبرو که چو زد صدای بلا برو
بنشاط و قهقهه شد فرو که انا الشهید و کربلا
چو شنید نالهٔ مرگ من پی ساز من شد و مرگ من
فمشی الی مهرولا و بکی علی مهللا
چه شد ار که آتش حیرتے زنیم بتلهٔ طور دل
فسککته و دککته متدکدکا متزلزلا
پی خوان دعوت عشق او همه شب ز خیل کروبیان
رسد این صفیر مهیمنے که گروه غمزده الصلا
تو چه قلس ماهی حیرتی چه زنی ز بحر وجود دم
بنشین چو طاهره دم بدم بشنو خروش نهنگ لا

علاوہ اسکے قرۃ العین کی تصنیف سے ایک مثنوی بھی ہے۔ جو مثنوی مولوی جلال الدین رومی کے وزن پہ ہے۔ اور جیسکے کئے سو شعر ہیں۔

اسکے شروع کے دو شعر یہ ہین ۔ اشعار

در نعت نبی آسے ای طبع عما	در شعر انداز او راق ثنا
آدمی را سوے جنت باز آر	در مقام سر وحدت باز آر

اس سوانح عمری کو ہمنے معلم نسوان سے نقل کیا ہے جسکو مولوی محب حسین صاحب مالک رسالہ مذکور نے مولوی محمد عبد الحق صاحب بی اے کی کتاب تاریخ بابیان مین سے نقل کیا ہے اگرچہ اس لایق خاتون کے حالات میرے ہاتھ بھی لگے تھے مگر وہ ایسے مختصر اور مجمل تھے کہ مولوی صاحب موصوف کے کامل مضمون کو دیکھکر بس یہ جی چاہا کہ اپنے مضمون کو کاٹ ڈالون اور اوسکی جگہہ اس واضح اور صاف صاف مضمون کو اپنی کتاب مین درج کردون ۔ آخر کار یہی ہوا اور نذر ناظرین کیا گیا ۔

حرف الکاف

کوکب ۔ اس خاتون کا اصلی نام ستارہ بانو تھا اور کوکب تخلص ۔ شیخ الشعرا مصلح الدین سعدی شیرازی کی دختر نیک اختر تھی ۔ اسکا یہ مطلع مشہور ہے ۔

عشقبازان رو بسوے قبلہ آن کو کنید	ہر کجا محراب ابروئیش نمایید و کنید

کاملہ ۔ عہد اکبر شاہ مین یہ خاتون موجود تھی ۔ فیضی کے مرثیے مین جو اسنے رباعی لکھی ہے وہ یہ ہے ۔

فیضی مخور این غم کہ دلت تنگی کرد	با پائے امید عمر تو لنگی کرد
می خواست کہ مرغ روح بنیند دوست	زین وا سطہ از قفس شتابانگی کرد

کنیز فاطمہ ۔ شاہ سلیمان کابلی کی والدہ کا نام ہے ۔ یہ مطلع اس کا مشہور ہے ۔

سزد که فخر برد آسمان بدو را نم — کنیز فاطمه و مادر سلیما نم

حرف المیم

مہری :- یہ خاتون حکیم عبد العزیز ہراتی کی بی بی تھی۔ شاہرخ میرزا جو گوہر شاد بیگم کا مصاحب تھا اوسکے زمانہ مین یہ دونون موجود تھے۔ مہری کی موزون طبیعت اور شیرینیٔ کلام نے اسکو بہت مشہور کر دیا تھا۔ اوسکی ایک غزل اور چند شعر یہان لکھے جاتے ہین ملاحظہ ہون :-

بیخ ہر خارے کہ آن از خاک من حاصل شود — زاہدا رسواک ساز دست ولا یعقل شود

کردم براوج برج مہ خویشتن طلوع — ہان اے حکیم طالع مسعود من نگر

یارب چہ سرشتم زچہ آب و چہ گل است — میلم ہمہ سوے دلبران چگل است

گر میل مرا بسوے پیران بودے — از پیر ضعیف نا توانم چہ کل است

غزل

حل ہر نکتہ کہ از پیر خرد مشکل بود — از مودیم بیک جرعۂ مے حاصل بود

گفتم از مدرسہ پرسم سبب حرمت مے — در ہر کس کہ زدم بے خرد و لا یعقل بود

خواستم سوز دل خویش بگویم با شمع — داشت خود او بزبان انچہ مرا در دل بود

در چمن صبحدم از گریہ و زاری دلم — لالہ سوختہ خون در دل و پا در گل بود

انچہ از بابل و ہاروت روایت کردند — سحر چشم تو بدیدیم ہمہ را شامل بود

دوستے بود تماشائے رخت مہری را — حیف صد حیف کہ این دولت مستعجل بود

مہستی :- یہ خاتون سلطان سنجر سلجوقی کے یہان نہایت عزت و حرمت سے اپنی زندگی بسر کرتی تھی موزونی طبیعت اور رعنائی قامت اسکی مشہور ہے

اسکے چند اشعار درج ذیل ہین - اشعار

قصاب چنانکہ عادت اوست مرا	افگند و بکشت و گفت این جنس مرا
سر باز بقدرے نہد بر پایم	دم مید ہدم تا بکشد پوست مرا
افسوس کہ از طرف گلت خار گرفت	زاغ آمد و لالہ را بہ منقار گرفت
سیماب زنخدان تو آورد سیاہ	شنجرف لب لعل تو زنگار گرفت
شبہا کہ بناز با تو خفتم ہمہ رفت	درہا کہ بنوک غمزہ سفتم ہمہ رفت
من عہد تو سخت سست می دانستم	شکستن آن درست می دانستم
ہر دشمنے اسے دوست کہ با من کردی	آخر کردی نخست مے دانستم
جام را بر کف دست انگشت گرا	پر بیضا دگر دوست تو دست دگر است

اس کی ایک نقل مشہور ہے - سلطان سنجر کے ساتھ ایک جلسے مین شب کے وقت بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے - مہستی نے ہوا خوری کے لئے سنجر سے اجازت چاہی - مہستی اجازت لیکر باہر جاکر کیا دیکھتی ہے کہ برف پڑ رہی ہے - وہان سے واپس جاکے شاہ کے جلسے مین شامل ہو گئے شاہ نے مہستی سے دریافت کیا کہ ہوا کیسی ہے - اس کے جواب مین اُسنے یہ رباعی پڑھی - رباعی

شاہا فلکت اسپ سعادت زین کرد	در جملۂ خسروان ترا تحسین کرد
ہر گل ننہد پائے زمین سیمین کرد	تا در حرکت سمند زرّین نعلت

محمدی جان :- اس نیکبخت خاتون کا اصلی نام عباسی بیگم ہے اس نے اپنی درد آمیز سوانح عمری اپنے خاص قلم سے لکھکر ہمارے پاس بھیجی ہے اس کی صاحبزادی کا نام سید النساء بیگم ہے - یہ وہی خاتون ہے جنکی خاطر سے ہمنے یہ کتاب لکھی ہے - ابتدا مین اس کی ایک نظم بھی ہے جو نہایت خوش اسلوبی سے لکھی گئی ہے - ناظرین اس کی درد آمیز سوانح عمری

ذیل کی نظم سے شروع ہے ملاحظہ فرمادین۔

نظم محمدی جان صاحبہ

ابتدا ہے بنام ایزدِ پاک ۔۔۔ کی عطا جس نے فہم اور ادراک

سب جہان مین عیان ہے اُسکی شان ۔۔۔ جانتے ہین سب اوس کو جانِ جہان

بعد ابلاغ تحفہ ہاے سلام ۔۔۔ کہ یہی ہے طریقۂ اسلام

عاجز و کمترین و بے توقیر ۔۔۔ کرتی ہے اسطرح سے اب تحریر

اُس کی تالیف کیون نہ اکرم ہو ۔۔۔ جو کہ خود افتخارِ عالم ہو

شاخ طوبےٰ کا ہو قلم تیرہ نور ۔۔۔ اور مرکب ہو نور سے معمور

حوض کوثر کا اوس مین ڈالون آب ۔۔۔ جس کی خوشبو سے آب ہووے گلاب

حق تعالیٰ رکھے ہمیشہ شاد ۔۔۔ اور یوم الحساب سے آزاد

مدح یہ آپکی نہین ہے فضول ۔۔۔ آپ سید ہین آل پاک رسول

تھے سقفل زنون کے بخت پلید ۔۔۔ آپ نے بھیجدی ہے اُنکی کلید

خفتہ بختون کو ہوشیار کیا ۔۔۔ اُن پر احسان بے شمار کیا

ان کی فریاد کون سنتا تھا ۔۔۔ تھین گرفتار پیچ دامِ بلا

کیون خبر ہوتی اُنکی حالت کی ۔۔۔ جنکی اب تک خراب ہے مٹی

جب یہ تدبیر آپ نے سوچی ۔۔۔ لکھی جاے سوانح عمری

برسون سے ہوگیا ہے یہ دستور ۔۔۔ کہ یہ نسوان ہین جہل مین مشہور

نہین کر سکتین کوئی ایسا کام ۔۔۔ کہ زمانے مین جس سے ہو کچھ نام

علم دانش ہنر ہین سب مستور ۔۔۔ قید مین جسطرح کوئی مجبور

لکھنے پڑھنے کو جانتے ہین برا ۔۔۔ انکی حالت سے مرد بے پروا

گھر میں رہتی ہیں یون ذلیل و خوار ۔ جیسے ادنےٰ ہو کوئی خدمتگار

مرد ہین یا کہ ہین رجال الغیب ۔ پڑھنا عورت کا جانتے ہین عیب

اور نکالا ہے ہم مین عیب بڑا ۔ مدرسہ مین ہے تم نے پاس کیا

دیکھتے ہین ہمین حقارت سے ۔ نام لیتے ہین تو کراہت سے

لکھنے پڑھنے کے طعنہ کا نوشے ۔ سُنتے ہین اُنکے ہم زبانو ںسے

اپنی عادت سے کب گذرتے ہین ۔ سینکڑون نام ہمکو دہرتے ہین

شکر کرتی ہون مین ہزار ہزار ۔ بخت عورات کا ہوا بیدار

جب چھپے گی سوانح عمری ۔ پھر تو کھلجائیگی یہ سب قلعی

جب یہ خورشید ہوگا تابندہ ۔ مرد جہال ہون گے شرمندہ

اب نہ دے طول نظم کو مستور ۔ لکھ سوانح مین حال رنج و سرور

ما بے دلان بباغ جہان ہم چو برگ گل
پہلوے یکدگر ہمہ در خون نشستہ ایم

بندی خاکسار مصیبت آثار ادبار نشان عباسی بیگم عرف محمدی جان ناظرین باتمکین کی خدمت بابرکت مین مودب دست بستہ عرض کرتی ہے کہ یہ کندۂ ناتراش آلودہ فکر معاش اچھا لکھنا پڑھنا نہین جانتی صرف کارروائی کرلیتی ہے لہذا عرض ہے کہ میری داستان دردآمیز مصیبت خیز جس صاحب وقار کی نظر اشرف سے گذرے میری بے استعدادی اور کم لیاقتی کی عیب پوشی فرمائین ۔ ع

برکریمان کارہا دشوار نیست

میری زبان مادری حسب محاورہ زمانۂ سابق ہے لائق تقریر اور قابل تحریر نہین سوانح عمری کا لکھنا ایک امر اہم ہے چونکہ فرزند آنکا [illegible]

۱۰ دسمبر ۱۸۹۶ء بطالب سوانح عمری اس عاجزہ کے آیا اور میری پیاری دختر لخت جگر نور نظر سیدالنساء بیگم نے مجھے اس بات پر مجبور کیا کہ سوانح عمری اپنی لکھوں - چار نا چار قلم ہاتھ مین لیا اور لکھنا شروع کیا - اب ذرا متوجہ ہو کر میرے رنج و راحت کا حال بگوش دل سنین -

عباسی بیگم عرف محمدی جان کا حسب نسب

میرے دادا شیخ محمد روشن صاحب پانی پتی قوم قریش مخدوم شاہ بہاء الدین بہاء الحق قدس سرہ کی اولاد سے ہین - اونکے جد امجد شیخ احمد صاحب بعہد عالمگیر شاہ دہلی ملتان سے جہت حصول علم دہلی مین تشریف لائے بعد حصول علم دین وغیرہ دستار فضیلت معہ فرمان معافی اراضی واقع قصبہ پانی پت حضور بادشاہ سے لیکر قصبہ مذکور مین قیام پذیر ہوئے - جنکا مزار مبارک محلہ قریشیان مین ابتک موجود ہے اور ہر سال ماہ ربیع الثانی مین عرس ہوتا ہے اور مشائخین کا اجتماع ہوتا ہے - میرے دادا صاحب محمد روشن کی شادی مسماۃ مقبول النساء جو خاندان پیر کالے صاحب سے تہین دہلی مین ہوئی تھی - زمانہ بہاؤ گردی مین معہ اپنی بی بی کے فرخ آباد مین جاکر سکونت پذیر ہوئے - اور اسی شہر مین انکے تین بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئین - دو بیٹون اور تینون بیٹیون کی شادی وہان کر دی - مگر میرے باپ خورد سال تہے یعنی ۲ سال کی عمر تھی انکے والد محمد روشن نے انتقال کیا بعد چھ سال اپنی والدہ کے پاس رہے میرے والد کے بہنوئی شیخ محمد ہاشم تجارت پیشہ تہے اونکو اپنے ہمراہ کلکتہ مین لیگئے ۱۲ سال تک انکے ہمراہ رہکر کاروبار تجارت اور نوشت خواند مین ملکہ حاصل کیا - جب فرخ آباد

ہین واپس آئے تو اپنی والدہ کو زندہ نہ پایا یعنی انکا بہی انتقال ہوگیا تہا
میرے باپ فرخ آباد مین اپنی بہن کے پاس رہنے لگے۔

عباسی بیگم عرف محمدیجان کے نانا کا حال معہ واقعات

میرے نانا کا نام محمد نور علی تہا فاروقی فرقہ کے شیخ باشندہ گرد و نواح
شاہجہانپور کے تہے انکے باپ شیخ سخاوت علی کسی انگریزی فوج کے صوبہ دار
بہادر تہے جس کے پلٹن کا نام و نمبر مجھے یاد نہین۔ جب بہرتپور ۱۸۰۵ء مین
نامک ڈیک پر لڑائی ہوئی صوبہ دار بہادر کے گولی لگی اور جان بحق ہوئے
میرے نانا کی عمر ۲۲ سال کی تہی اور یہ اپنے باپ کے اکلوتے بیٹے تہے کل
اثاث البیت معہ بیس ہزار روپیہ نقد اور پانچسو اشرفی اور چند انگشتری طلائی جسمین
جواہرات بیش بہا نصب تہے معہ چند کس لونڈی و غلام و اسپ وغیرہ ترکہ پدری
سے انکو ملا۔ انکی والدہ کا انتقال انکے باپ کے سامنے ہوچکا تہا اور کوئی رشتہ
نہ تہا اثاث البیت اسپ سواری فروخت کردیا لونڈیون اور غلامون کو کچھہ
کچھہ زر نقد دے کر آزاد کیا۔ لیکن دو غلام مسمیان شاد یجان و وزیر خان نے
جو انکے ہم سن اور رفیق تہے انکی مفارقت گوارا نکی اسلیئے انکو اپنے پاس رکہا
اور بہرتپور سے جانب کلکتہ روانہ ہوئے دریاے ہوگلی مین کشتی پر سوار تہے
کہ طوفان آیا اور کشتی نے چکر کہایا ملاحون نے ہرچند کوشش کی لیکن کشتی
غرق ہوگئی۔

ناظرین میرے نانا کو علم شناوری مین دستگاہ کامل تہی بمجرد غرق ہونے
کشتی کے اونہون نے ہر دو غلامون کو تہ آب سے بازو پکڑ کر نکالا۔ اور سطح آب پر
چار زانو بیٹھہ کر زانوے راست پر ایک غلام اور زانوے چپ پر دوسرے غلام

کہہ کر شناوری کرنا شروع کی تہوڑی دور پہنچے تہے کہ ناگہان سامنے سے ایک
صاحب کونڈ میر نامی جو کسی فوج کے کرنل تہے ایک بجرے پر شکار کہیلتے ہوئے
آرہے تہے میرے نانا کو چار زانو سطح آب پر بیٹھے ہوئے دیکھکر حیران ہوئے
اور انکے نکلوانے کی کوشش کی اور بجرے کو قریب لاکر انکو بجرے پر سوار
کر لیا اور استفسار حال کیا۔ ہر دو غلامان نے کیفیت گذشتہ مع حالات غرقی
بیان کی صاحب ممدوح نے انکی خستہ حالی اور تباہی پر رحم کہا کر ملاحون
کو حکم دیا کہ غوطہ زنی کرین جو مال مغروقہ برآمد ہو سکے نکالین۔ یہ حکم سنتے ہی
فوراً غواصون نے غوطہ لگا کر تہ آب تلاش کیا تو کل اسباب مغروقہ سے ایک
خریطہ چرمی جسمین پانچسو اشرفی مذکورہ بالا مع انگشتری ہاے وہر صوبہ دار
صاحب بہادر دستیاب ہوا۔ وہ خریطہ پُر از زر و جواہر صاحب بہادر کے پیشکش
کیا صاحب موصوف نے دو انگشتری طلائی جسمین ہیرا و زمرد نصب تہے
پسند کرکے قبول فرماوین اور باقی انگشتری مع پانصد اشرفی میرے نانا صاحب
کو واپس دین اور ۵۰ روپیہ ماہوار مقرر کرکے اپنی مصاحبت مین رکہا۔ اور
چند روز کلکتہ مین مقیم رہے اور یہین ایک شریف خاندان کی بی بی مسماۃ
ضیاء النساء سے اپنی شادی کی۔ اس بی بی بنگالن سے انکی اولاد نہ ہوئی تب
توانکو وطن جانے کی بی بی ضیاء النساء نے ترغیب دی اور کہا ہماری عمر
انحطاط کو پہنچی مگر نخل مراد بارور نہ ہوا۔ میری خواہش ہے کہ آپکے وطن جاؤ
اور تمہاری والدہ کی قبر کی زیارت کرون اور دعا مانگون شاید خداوند کریم آنکی
روح کی برکت سے ہمارا دامن امید گوہر مراد سے پر کرے۔ چونکہ ایک مدت
سے میرے نانا صاحب اپنے وطن سے علیحدہ تہے وطن جانے پر راضی
ہو گئے۔ سساباجی

حب وطن از ملک سلیمان خوشتر، خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر۔ یوسف
کہ بمصر بادشاہی میکرد، ہمی گفت گدا بودن کنعان خوشتر۔ الغرض غرضکہ
ناناصاحب مع اپنی بی بی بنگالن کے وطن مین پہونچے۔ وہان محمد عبداللہ
نامی انکے قریبی رشتہ دار بڑے معزز و ممتاز آدمی تھے وہ بھی فوت ہوچکے
تھے۔ انکی ایک بیٹی مسماۃ نصیبا ؔ نسا بعمر دہ سالہ اپنے ماموں محمد یوسف کے زیر دامن
پرورش پاتی تھی۔ بی بی بنگالن نے جوہین دیکھا اس لڑکی کے حسن جمال
خداداد پر فریفتہ ہوئین۔ اور انکے ماموں محمد یوسف سے درخواست کی۔ کہ
اس لڑکی کی شادی میرے شوہر سے کردیں دیرینہ سال اور لاولد ہون
شاید خداوند کریم اپنا کرم کرے اور کوئی اولاد اس لڑکی کے بطن سے
پیدا ہو جائے۔ اور ہمارے مال و اسباب کا وارث ہو۔ غرضکہ انکو آسودہ
حال اور اپنا ہمقوم دیکھکر باوجود اس لڑکی کی کمسنی کی شادی کردی اس
یہی خاتون اس عاجزہ کی نانی ہین۔ اس شادی کو تھوڑا عرصہ گذرا تھا کہ
کرنل صاحب مذکور کی تبدیلی دہلی کی ہوئی یہان پہنچکر صاحب موصوف
نے میرے ناناصاحب کو پھر یاد کیا اور اونکے وطن سے دہلی مین بلایا۔ دونو
بیبیان اور پھر دو غلام انکے ہمراہ آئے۔ صاحب ممدوح نے انکے آنے
سے پیشتر ایک احاطہ دہلی مین متصل باغ ملکہ معظمہ جس جگہہ اب موری سرائے
ہے مع چند مکانات پختہ تعمیر کرایا تھا جو میرے ناناصاحب کو عطا فرمایا۔ اور اس
مکان مین بآرام تمام رہنے لگے اور بہت سی جائداد خرید کی تھوڑے
عرصہ کے بعد ان کی ایک دختر نیک اختر پیدا ہوئی جسکا نام جواہر بیگم
رکھا گیا۔ بعد اسکے بی بی بنگالن نے وفات پائی اور وِلنڈ میر صاحب
پنشن لیکر ولایت کو تشریف لے گئے اس زمانے مین دہلی سے میرٹھ

تک میرے نانا صاحب کی ڈاک گاڑی چلتی تھی اور تجارت بھی کرتے تھے بہت انتظام ڈاک میرٹھ جانے کا اکثر انکو اتفاق ہوتا تھا۔ انہین دنون مین کمپ میرٹھ کی بنا ہوئی جسکا سنہ مجھے یاد نہین۔ صاحب مجسٹریٹ کمپ نے ایک قطعہ زمین واسطے آبادی انکو عطا فرمایا۔ جسکے تین حصہ کرکے نانا صاحب نے حسب ذیل تقسیم کئے۔ ایک حافظ نصیرالدین صاحب رئیس بداؤن کو کہ میرے نانا صاحب کے دلی دوست تھے دیا اور دوسرا قطعہ بھو لال بقال کو کہ انکے کار تجارت مین گماشتہ تھا اور ایک اپنے پاس رکھا یہ تینون احاطے برابر برابر تعمیر ہوئے جو صدر بازار کمپ میرٹھ مین اب تک موجود ہین۔ بعدہٗ میرے نانا صاحب نے اپنی بی بی نصیبا النسا بیگم اور اپنی دختر جواہرا بیگم کو ہمراہ ہر دو غلامان مذکورۂ بالا معہ اسباب خانگی میرٹھ مین بلا لیا اور احاطہ مین رکھا انکی دختر جواہرا بیگم کی عمر قابل شادی کے ہوگئی تھی اسی درمیان مین میرے والد کے بہنوئی معہ اپنے قبائل اور میرے باپ کے اسباب تجارت لیکر فرخ آباد سے چھاؤنی میرٹھ مین تشریف لائے اور میرے نانا صاحب کے احاطہ مین مکان کرایہ لیکر رہے جب میرے والد شیخ امان اللہ کو لایق و فایق دیکھا بعد گفت و شنید اپنی دختر جواہرا بیگم کی شادی انکے ساتھ کر دے اور کل کارخانہ تجارت ڈاک اپنی داماد کے سپرد کر دیا اور فرمایا۔

شعر

سپردم بہ تو مایۂ خویش را + تو دانی حساب کم و بیش را

میرے والدین کے حسب ذیل اولاد ہوئی ـــ

محمد احسان اللہ صاحب متخلص بہ تخیر جو بمقام رڑکی پلٹن سفرمینا

کے پیر منشی ہین۔
منشی محمد ضیاء اللہ صاحب مرحوم۔(۳) مولوی فخر الدین صاحب مرحوم
(۴) بابو آفتاب الدین صاحب جو بارگ ماسٹری کے دفتر میرٹھ مین ملازم ہین
(۵) منشی عبد العزیز صاحب مرحوم (۶) علاء الدین مرحوم۔(۷) علی الدین مرحوم
(۸) ہمشیرہ کلان شاہ بیگم جو کمپ میرٹھ احاطہ مذکورہ بالا اپنے حصہ کی مکان مین
معہ اپنی اولاد رہتی ہین۔(۹) مہرجہان بیگم مرحومہ۔(۱۰) نورجہان بیگم
مرحومہ (۱۱) عباسی بیگم عرف محمدی جان۔(۱۲) بی بیگم مرحومہ (۱۳)
لاڈلی بیگم مرحومہ

عباسی بیگم عرف محمدیجان کی پیدایش

ناظرین یہ خاکسار اپنی والدین کی گیارہوین اولاد ہے مین تاریخ ۱۴۔
رجب المرجب ۱۲۶۶ہجری روز یکشنبہ ۱ بجے صبح کے پیدا ہوئی آغاز
مصیبت میری یہ ہے۔کہ جب مین پیدا ہو چکی تو میرے والد شیخ امان اللہ
صاحب بیمار شدید قریب المرگ ہوئے چار روز تک انکی حالت ردی رہی
اور تمام گھر ماتم سرا بنا رہا جو شخص انکی بیماری کی خبر سنکر آتا تھا میرے
پیدا ہونے کا حال معلوم کرتا نہایت کراہت اور بیقدری سے مجھپر نظر ڈالتا
تھا اور کہتا تھا کہ یہ لڑکی نہایت منحوس ہے کہ اسکے پیدا ہوتے ہی گھر کے
مالک کا ایسا حال ہوا اس چار یوم کے عرصہ مین مجھے گھٹی شہد و شیر وغیرہ
کچھہ نہین ملا صرف غسل ولادت دیکر اور ایک پارچہ سفید مین لپیٹ کر چارپائی
پر ڈالدیا گیا۔خالق مطلق کے حکم سے اور حافظ حقیقی کی عنایت سے مین
زندہ و سلامت رہی پانچوین روز جب میرے والد کو ہوش آیا اور مرض

مین افاقہ ہوا تو اول میرے پیدا ہونے کا حال دریافت فرمایا۔ باستماع
میری حالت کے نہایت افسوس ظاہر کیا اور کہا کہ یہ لڑکی نہایت خوش
نصیب اور مبارک پیدا ہوئی ہے کہ مین پنجۂ اجل سے بچ گیا۔ پھر حکم دیا
کہ میرے سامنے اٹھا لاؤ۔ جب میری پھوپھی اوٹھا کر لائین تو والد مرحوم
نے مجھے اپنی آغوش مین لیا اور میری پیشانی اور سر پر بوسے دئے اور نہایت
درجہ خوشی و خرمی ظاہر کی اور مسماۃ بخشی خانم زوجہ محمد عمر خان کو بلا کر مجھے
دیا اور کہا کہ تم اس لڑکی کی پرورش کرو جیسا کہ تمنے میرے اور بیٹون
کی پرورش کی ہے اور میری والدہ سے فرمایا کہ تم کما حقہ اس کی نگہداشت
رکھو۔ الغرض مین بد نصیب پرورش ہونے لگی۔ جب میری عمر ڈیڑھ سال
کی ہوئی تو بہ تقریب شادی اپنے بھتیجے حاجی شیخ رحیم بخش صاحب کے
میرٹھ سے فرخ آباد کو میرے والد صاحب معہ عیال و اطفال روانہ ہوگئے
ناظرین میرٹھ سے فرخ آباد اس زمانہ مین بہلی کا راستہ دس یوم کا تھا۔
جب ہاپوڑ پہنچے تو ایک سرائے خام شکستہ مین جسکا پھاٹک وغیرہ درست
نہ تھا اترے۔ بعد خورد و نوش بوجہ ماندگی راہ سب لوگ غافل ہو کر سو گئے
بوقت دو بجے شب کے ایک گرگ سرائے مین آیا اور مجھے میری والدہ
کے پہلو سے اوٹھا کر لیگیا۔ قضائے کار ایک بھٹیارا امامی نامی جاگتا تھا۔
پس اسنے بھیڑیا بھیڑیا پکار کے غل مچایا۔ اسکی آواز سنکر تمام مسافران سرائے
جاگ اوٹھے جب مجھے میری والدہ صاحبہ نے اپنے پہلو مین نہ پایا تو میرے
والد کو پکارا کہ عباسی بیگم کو بھیڑیا لیگیا یہ سنکر میرے والد مرحوم اور منجھلے
بھائی منشی محمد ضیاء اللہ صاحب مرحوم اور چند مسافران معہ بھٹیارہ دون
کے اوس کے تعاقب مین جانب صحرا روانہ ہوئے۔ دوان دوان اس کے

پیچھے تین کوس تک میری تلاش مین چلے گئے۔یہانتک کہ صبح صادق نمود ہوئی اور آفتاب پرآب وتاب نے اپنا چہرۂ نورانی پردۂ مشرق سے باہر نکالا تو اوسکی روشنی مین اوس بھیڑیے کے پانون کے نشان ملے اور وہ نشان ایک بھٹ تک پہونچے۔جب میرے رونے کی آواز مردان جوئندہ نے سنی تو معلوم کیا کہ ابھی بھٹ سے رونے کی آواز آتی ہے۔جبا میرے باپ نے بغور دیکھا تو مجھے اُس جگہہ صحیح وسلامت پایا باہر نکالا صرف میرے بائین بازو پر خفیف سے چار زخم دندان گرگ لگے تھے۔جنکا نشان ابتک موجود ہے۔میرے پیارے ناظرین بھیڑیے نے لیجا کر مجھے اپنے بھٹ مین رکھا اور کسیطرح کی گزند نہ پہنچائے اور خود مفرور ہوگیا۔یہ بھی ایک نمونہ قدرت حافظ حقیقی ہے۔ع

	عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد	

جب میرے باپ مجھے اپنی آغوش جان مین اٹھاکر مع ہمراہیان سرلے مین واپس آئے تو میری والدہ کا حال گریہ وزاری وبیقراری سے نہایت ردی تھا۔مجھے دیکھکر سجدہ شکریہ ادا کیا اور حتی الوسع خیرات کی اور وہان سے مع الخیر فرخ آباد مین پہونچکر شریک شادی ہوئے۔بعد الفراغ شادی مذکور میرٹھ مین واپس آکر بدستور سابق رہنے لگے۔ناظرین پر واضح ہو کہ قبل از اجراے ریل جو مصائبات اور تکلیفات مسافرون کو برداشت کرنی پڑتی تھین وہ محتاج بیان نہین ہماری گورنمنٹ نے اپنی رعایا کو اجراے ریل سے وہ آرام دیا کہ جسکا شکریہ ادا نہین ہوسکتا۔

شعر

سفر مین نام نہ باقی رہا صعوبت کا	ہوا وہ ریل کے اجرا سے خلق کو آرام

میرے عمر زمانے غدر ۱۸۵۷ء مین ہشت سالہ تہی جب میری والدہ کا انتقال ہوا صرف دو بیٹے ایک بڑی بیٹی کی شادی انکے سامنے ہوئی تہی باقی ہم سب بہن بہائی ناکتخدا احد صغر سن باپ کے زیر سایہ پرورش پاتے رہے انکی شفقت کا حال خارج از تحریر ہے۔

میرے ماموں صاحب حاجی نجف علی مرحوم جو میرے بہائی مولوی فخرالدین صاحب کے ہمسن تہے۔ اپنے حصہ کا احاطہ مذکورہ میری والدہ کے ہاتہہ فروخت کرکے ۱۸۵۵ء مین مع میری نانی صاحبہ وغلام مذکور وزیرخان بیت اللہ شریف کو تشریف لیگئے تہے بعد وفات میری والدہ کے ۱۸۵۸ء مین کعبہ شریف سے واپس آئے مجکو نانی صاحبہ سے کمال درجہ انس تہا۔ انکو اپنے دختر کے فوت ہونے کا رنج وملال اور مجہہ انکے واپس آنے کی خوشی حاصل ہوئی۔ چونکہ مین خوگر کہانی سُننے کی تہی بغرض کہانی اپنی نانی کے پاس سونے لگی والدہ کا رنج وفات جاتا رہا۔ یہ میری خوشنودی خاطر کیواسطے بطور کہانی میرے نانا صاحب کا تذکرہ بیان کرتین اور مین بشوق تمام دل لگاکر سُنتی تہی جو اسوقت درج سوانح عمری کیا گیا۔

عباسی بیگم عرف محمدی جان کی تعلیم

میری تعلیم کا یہ حال ہے کہ اس زمانہ مین مدارس زنانہ جاری نہ تہے شرفاء کی لڑکیان صرف قرآن شریف اور مسائل دینی پڑہتی تہین میرے والد نے اسی کی تعلیم دی اور گلستان سعدی وپندنامہ سعدی وغیرہ اور چہوٹی چہوٹی کتابین فارسی اور اردو مین اپنے چہوٹے بہائی عبدالعزیز مرحوم کے ساتہہ پڑہتی رہی اور مجہے اپنے بہتیجے محمد محمود مرحوم وبہانجے محمد اسمعیل مرحوم

کو لکھتے ہوئے دیکھکر لکھنے کا شوق ہوا اور بغیر اصلاح اوستاد کے پوشیدہ لکھتی رہی اسیوجہ سے کسیقدر لکھنا پڑھنا آگیا جو اب بکار آمد ہے۔ چونکہ میرے بڑے بھائی صاحب منشی محمد احسان اللہ متخلص بہ مجیر مشاعرہ مین اپنی تصنیفات سے غزلیات مدحیہ پڑھتے تھے اور اون کے سودات کو مین اور یہ تینون لڑکے مذکورہ بالا جو میرے ہمجولی اور ہم مکتب تھے دیکھا کرتی تھی اسی وجہ سے اس عاجزہ کو بھی شوق نظم ہو گیا تھا۔ اور کبھی کبھی تک بندی بھی کر لیتی تھی چنانچہ یہ غزل نعتیہ اس ہیچدان کی تصنیف اسی زمانہ کی ہے ۔

غزل نعت

مطلع

رسولون سے برتر ہے شان محمدؐ ۔ کہ خالق ہے خود قدردان محمدؐ

کلام خدا ہے بیان محمدؐ ۔ زبان خدا ہے زبان محمدؐ

محمدؐ محمدؐ زبان پہ ہو ہردم ۔ وظیفہ یہ ہو عاشقان محمدؐ

خدا عاشق انکا یہ عاشق خدا کے ۔ پسند آ لی خالق کو آن محمدؐ

ملایک جھکاتے ہین سر آستا پر ۔ ہے روح الامین پاسبان محمدؐ

شفاعت کا امت کو ہو کیا تردد ۔ خدا جبکہ ہو مہربان محمدؐ

ہے مستور کیا زندگی کا بھروسہ ۔ چلو دیکھ لین آستان محمدؐ

جبکہ میرے والد نے مجھے بجانب کلام نظم مائل پایا تو مستور تخلص فرمایا اور اسی عرصہ مین پارچہ جات کی قطع برید اور دوخت و دیگر کامون مین بھی مہارت حاصل کی

عباسی بیگم عرف محمدیجان کی شادی بلکہ بربادی

میرے خسر قاضی شرف الدین احمد باشندۂ قصبہ کوتانہ ضلع میرٹھ جو کنارۂ دریائے جمن پر واقع ہے تھے انکی کج خلقی اور بخل جبر تعدی کا حال باشندگا قصبہ مذکور پر آفتاب کی طرح روشن تہا۔ اسوجہ سے ان کی قوم اور برادری نے قصبۂ مذکور مین ان کے بیٹے قاضی بدرالدین احمد کو بیٹی نہ دی۔ چونکہ مجھہ بدنصیب کو ان کے دام بلامین گرفتار ہونا تہا یہ صورت ہوئی کہ قاضی صاحب مذکور بہ تلاش نسبت اپنے بیٹے کے شہر میرٹھہ مین آئے شہر میرٹھ کمپ سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے وہان ٹہیرے رفتہ رفتہ میرے باپ سے ملاقات ہوئی اور میرے باپ کا احاطہ جسکا ذکر پہلے کر چکی ہون اُس کے مکانات دوکانات اور میرے بہائیونکا اسباب اور سامان اجلا دیکھکر قاضی صاحب مخدوم کے مُنہ مین پانی بہر آیا۔ اور دام تدبیر یون بچہایا۔ ایک مشاطہ مسماۃ فہما نامی کو بلاکر میرے باپ کے گہر بہیجا۔ تاکہ دریافت کرے کوئی لڑکی ناکدخدا ہے یا نہین۔ مشاطہ مذکور کسی حیلہ سے گہر مین آکر میری ناکدخدائی کا حال دریافت کر گئی۔ جاکر کہا کہ ایک لڑکی بن بیاہی اونکے گہر مین ہے ابتو ان کی مراد دلی برآئی اور روزمرّہ باپ سے ربط اتحاد بڑہانے لگے۔ آخرالامر میری درخواست کی میرے والد نے صرف انکا حسب نسب دریافت فرمایا اور چال چلن سے بے خبر رہے۔ میرے والد پہلی وضع کے سادے آدمی تھے انکی درخواست قبول کر لی اور میری نسبت کر دی اسوقت میری عمر ۱۲ سال کی تہی بعد ازآن

نسبت قاضی جی صاحب اپنے وطن کو واپس چلے گئے اور چار برس تک
خبر نہ لی کہ ہم کسی شریف کی بیٹی کو نامزد کر آئے ہین - اور اس چار سال کے عرصہ
مین کسی تہوار کو حسب رسم زمانہ ان کے گہر سے کوئی شئے نہین آئی - الغرض
بعد مرور چار سال میرے باپ نے انکو طلب کیا اور پیدرپے خطوط بہیجے -
تو صدائے برنخواست - آخر اپنے ملازم حسین بخش نامی کو قصبہ مذکور مین
بہیجا کہ انکو اپنے ہمراہ لائے - جبکہ یہ لوگ میرٹہہ آئے تو عورات نے مجھے
مانجھے یعنی مائیون بہٹایا اس عرصہ مین انکی بدمزاجی اور کج خلقی کا حال
معلوم ہوگیا - میرے بڑے بہائی محمد احسان اللہ صاحب مرحوم نے ناخوش
ہوکر مائیون کے مکان سے مجھے باہر نکال لیا اور کہا ہم ایسے بدمزاجون مین
اپنی بہن کی شادی نہین کرتے کہ تمام عمر یہ لڑکی مبتلائے بلا رہے گی جب
یہ خبر قاضی شرف الدین کو پہنچی تو اپنے ساتہہ چند مرد آدمی لیکر میرے باپ
کے پاس آئے اور منت کش ہوئے - چونکہ میری تقدیر برگشتہ تہی وہ پہر
رضامند ہوگئے - لیکن میرے بہائی ناراض رہے تب میرے باپ نے
اپنے بیٹون سے یون کہا کہ یہ چار سال کی نسبت کی ہوئی ہے اور اس
کی خبر سب لوگونکو ہوچکی ہے غیرت نہین چاہتی کہ مین اپنا دوسرا داماد
بناؤن جو کچھہ اس لڑکی کی تقدیر مین ہوگا بہگت لیگی

مصرعہ

اسکو رضا پہ چھوڑ دو بہر خدا جو ہو سو ہو

سنہ ۱۲۸۳ھ بتاریخ ۱۹ جمادی الثانی یوم چہارشنبہ دس بجے شب کے میرا
عقد ہوا -

ناظرین ایسا نکاح کسی محتاج کی بیٹی اور بیوہ عورت کا بھی نہ ہوتا ہوگا جیسا میرا ہوا۔
اب سنئے کہ قاضی جی خود سمد ہیانے کا جوڑا پہنکر اور اپنے بیٹے کو خلعت دامادی پہنا کر بلا روشنی مشعل وغیرہ مردانے مکان مین آبیٹھے اور گھر مین میری خوشدامن جانی بیگم سیدانی صاحبہ معہ اپنی احمدی بیگم کے آبیٹھین۔ اسوقت میرے سب بھائی بہن عزیز یگانے تے اور سب مہمان اس بے سروسامانی کی برات آنے پر ایسا روتے تھے کہ جیسے کسی عزیز کی میت پر روتے ہین اور سب مجھے کہتے تھے کہ بڑی بدنصیب لڑکی ہے جو ایسے گھر اسکی شادی ہوئی القصہ اسی حالت مین وہ رات گذری صبح کو حسب معمول جہیز مجھے اور میرے شوہر کو نقد روپیئے سلامی وغیرہ دیکر میرے باپ نے رخصت کیا۔ چند روز میرٹھہ مین رہے اور پھر یہ لوگ مجھے قصبہ کوتانہ مین لیگئے۔

شعر

عجب دردیست جانم را اگر گویم زبان سوزد
وگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخوان سوزد

ناظرین میرے غم کی کہانی بڑی ہے اور مجھے اختصار کرنا منظور ہے اس لئے تھوڑا سا حال عرض کرتی ہون۔ میرے پہنچنے پر کوئی شخص یگانہ بیگانہ باشندہ قصبہ کوتانہ حسب رواج زمانہ مجھے دیکھنے نہ آیا خارجاً معلوم ہوا کہ بوجہ بدمزاجی و کج خلقی میرے خسر کے کوئی آدمی انسے نہین ملتا۔ ہمین ایک مکان مین بطور قیدیون کے رہنے کی اب میرے خسر بزرگوار نے مجھے ترغیب دینے شروع کی کہ اپنے حصہ کی جائداد اپنے باپ سے تقسیم

کرا کر اپنے شوہر کے نام ہبہ کر دے مین نے اس امر سے صاف انکار کیا اور
کہا کہ خدا میرے باپ کو سلامت رکھے یہ نہو گا یہ سنکر ان کی امید قطع ہوئی
ہوئے بدرا بہانہ بسیار قسم قسم کی تکالیف مجھے پہونچانی شروع کین
اور میرے شوہر کو بہکانا شروع کیا جس کے بیان سے سینہ قلم کا چاک ہے
اگر وہ مصیبتین پہاڑ پر پڑتین تو پہٹ کر ریزہ ریزہ ہوجاتا خداوند کریم کسی کی
جانی پر یہہ مصیبت نہ ڈالے تفصیل اس جبر و تعدی کی خارج از تحریر ہے اللہ تعالیٰ
انکی روحکو نہ شرمائے اور جنت الفردوس مین عالی مقام عطا فرمائے علاوہ
زیور و اسباب کے کتابین قلمدان کاغذ سامان نوشت خواند سب چھین لیا
اسلیئے کہ پہر اپنے باپ کو اپنے حال سے بذریعہ خط اطلاع نہ دیسکے چھ مہینے اسی
مصیبت مین گذرے جب کوئی صورت رہائی کی نظر نہ آئی تو مہندی کے
رنگ اور جہاڑو کی تیلی سے بخوف لکھے پاخانہ مین جاکر اپنے حالات مصیبت
ایک پڑیا کے کاغذ پر تحریر ایک ہفتہ مین کئے اور خاکروبہ کو ایک چہلہ نقرہ
جو میرے پاؤنکے انگوٹھے مین باقی رہگیا تہا دیکر یہ خط پڑوت کے ڈاک خانہ
کی معرفت اپنے باپ کو بہیجا۔ ملاحظہ اس خط کے میرے باپ نے میرے
چھوٹے بہائی عبد العزیز مرحوم اور میرے بہانجے محمد صدیق کو معہ سواری
بہلی اور ایک خط قاضی جی کی نام ہمراہ ان دونوں لڑکون کے قصبہ مذکور
مین بایں حیلہ روانہ کیا۔

مضمون خط شیخ امان اللہ صاحب مرحوم

مین شدید بیمار ہون بچنے کی امید نہین ہے۔ محمد یحیان کی والدہ نے
بوقت انتقال مجھسے کچھ وصیت کی تہی اگر براہ نوازش محمد یحیان کو

اس وقت مین روانہ کردو تو مین اُس وصیت کے بارے سبکدوش ہو جاؤ
اور تم سب معہ بدرالدین احمد کے مجھسے ملجاؤ۔ چونکہ یہ بات قاضی جی کے
مطلب کی تھی میرے روکنے سے باز رہے اور ہم روانہ ہوئے دوسرے
روز گھر یعنے میرٹھ پہنچے سب عزیزون نے میرے تباہ حالت دیکھکر رنج و افسوس
کیا۔ مین ڈیڑھ سال تک آرام سے میرٹھ مین اپنے باپ کے گھر رہی اس عرصہ
مین قاضی صاحب معہ میرے شوہر قاضی بدرالدین احمد میرٹھ مین آئے اور
بڑی خاطر سے مجھے اپنے ہمراہ قصبہ کوتانہ مین لیگئے۔ حالانکہ اسوقت بھی میرے
بڑے بھائی محمد احسان اللہ صاحب میرے کوتانہ جانے پر بالکل رضی نہ
تھے مگر سنگ آمد سخت آمد۔ لاچار ہو گئے۔

علاوہ پارچہ جات کے مبلغ عـ۱۰ کی ریز گاری مجھے میرے بڑے بھائی نے
دی اور کہا کہ اسکا تعویذ بنا کر پوشیدہ اپنے گلے مین رکھ لی کہ بڑے وقت
پر کام آئے گا۔

ناظرین پھر وہی مین اور وہی میری مصیبت جب سید النساء بیگم میری دختر
پیدا ہو چکی تھی تو میرے باپ شیخ امان اللہ مرحوم معہ میری منجھلی بھاوج اور
میرے پالنے والی بخشی خانم سامان چھٹی لیکر کوتانہ مین آئے جوڑہائے پارچہ جات
برائے قاضی صاحب و ہر سہ فرزندان و دختر۔ و اہل خانہ قاضی مذکور اپنے
ہمراہ لائے۔ اور سب اشیاء قاضی شرف الدین کے حوالہ کی اور چاہا کہ مجھے
اپنے ہمراہ لیجائیں لیکن میرا بھیجنا میرے خسر نے منظور نہ کیا اور عذر کیا کہ دودھ
چھٹ جائیگا تو ضرور بھیجدینگے میرے والد یہان دو روز رہکر کف حسرت و افسوس
ملتے ہوئے اور مجھے روتا چھوڑ میرٹھ کو واپس چلے گئے۔ القصہ جب سید النساء
کی عمر تخمیناً ۳ سال کی ہو چکی اور مین بیمار شدید بعارضہ یرقان اسود قریب المرگ

ہوگئی۔ جیسا کہ سید النساء نے اپنی سوانح عمری مین لکھا ہے تب خود قاضی صاحب نے ایک بہلی مین بہمراہی ایک خادمہ کے سوار کرا کر روانہ میرٹھ کیا۔ مین دوسرے دن میرٹھ پہونچی رستہ کا حال درج سوانح عمری سید النساء بیگم ہو چکا ہی وہان جا کر حالات مصائب گذشتہ اپنے والد بزرگوار سے بیان کئے اور میرے والد مرحوم ہر شب میرا قصہ دردآمیز سنتے تھے اور اپنی چشم سے اشک حسرت برساتے تھے میرے باپ نے قسم کھائی کہ اب مین تجھے کو تا نہ کبھی نہ بھیجون گا بعد انتقال میرے باپ کی میرے شوہر ایک عورت نیچ قوم کو اپنی گھر مین لائے اور اپنا عقد کر کے اپنی والدین کے پاس رکھا اس عورت نے قاضی جی کے قرار واقعی خبر لی۔ پھر تو قاضی جی کو میرے قدر ہوئی اور مجھے طلب فرمایا مینے جواب دیا کہ وہی مین ہون اور وہی آپ ہین۔ آپ کے ظلم پہلے بھی کچھ کم نہ تھے طرہ اسپر یہ کہ سوکن بھی آئی آپ مجھے معاف فرما دین۔

آزمودہ را آزمودن جہل است

ناظرین اسوقت سے ابتک ۲۵ سال گذرے کہ مین اپنے شوہر سے علیحدہ ہون جب میرے باپ کا انتقال ہو چکا تو میرے برادران منشی احسان اللہ و منشی آفتاب الدین صاحبان نے عنہ روپیہ ماہوار میری تنخواہ مقرر کر دی اور ہر ایک قسم کی امداد کی اور سرپرستی کرتے رہے تھوڑے عرصہ مین اپنی ہمشیرہ مہر جہان بیگم کے ساتھ جو منشی کرم احمد اورسیر کے ساتھ منسوب ہوئی تھین دہلی آئی چند روز بعد علیحدہ مکان کرایہ لیکر رہی بڑے بہائی نے تنخواہ روک لی مگر اپنے بیٹے محمد محمود مرحوم کو جو دہلی مین ڈاکٹر فالن صاحب کا منشی تھا لکھا کہ تم اپنی چھوٹی پھوپی کے خبرگیران رہنا اور سلوک سے پیش آنا۔ اس لڑکے کی اللہ تعالی مغفرت کرے ھہ روپیہ ماہوار مقرر کر دیا باقی اور اپنی

دستکاری سے گذر اوقات کرتی رہی اور سیدالنسا بیگم کو نورمل اسکول نانہ دہلی مین داخل کر دیا۔ اور اپنی دختر کے ہمراہ چھ مہینے تک خود بھی گئی اور استانی فاطمہ سلطان بیگم صاحبہ سے تھوڑا حساب اور نقشہ وغیرہ کشیدہ زبین وانیٹنا سیکھا۔

عباسی بیگم عرف محمدی جان کا مدرسہ ہو کر پانی پت جانا

ناظرین جب فاطمہ سلطان بیگم نے میری عادات اور نوشت خواند و دستکاری وغیرہ کو دیکھا تو مجھے ترغیب دی کہ تم پانی پت جاؤ اور مدرسہ زنانہ مین شرفازادیون کو تعلیم دو۔ اس کام مین عزت دارین ہے مریم زمانی بیگم جو وہان کی معلمہ تھین فوت ہو چکی ہین مدرسہ خالی ہے مین نے اپنی ہمشیرہ کلان سے مشورہ کیا۔ فرمایا تمہین اختیار ہے کب تک بیگانی دست نگر رہو گی مین ۱۸۸۸ء مین معلمہ مقرر ہو کر پانی پت آئی محلہ انصار مین یہ مدرسہ واقع تھا دختران انصار وغیرہ کو پڑھاتی لکھاتی رہی دو برس تک یہ مدرسہ جاری رہا۔ حاسدان تعلیم نسوان نے مس ٹانکی صاحبہ سے جو اس مدرسہ کی مہتمم تھین شکایات گوناگون کرنی شروع کین۔ اتفاقاً ایسا موقع ہوا کہ میرے بھانجے محمد اسمٰعیل کی وفات کا خط آیا مین نے درخواست عطائے رخصت لکھکر ملفوف کر کے ایک عورت کو دی کہ ڈاکخانہ لیٹر بکس مین ڈالدے اس عورت سے وہ لفافہ کسی دشمن تعلیم نسوان نے لیلیا اور مین روانہ میرٹھ ہو گئی۔ اس موقع کو غنیمت سمجھکر ایک عرضی میری غیر حاضری کی مس ٹانکی صاحبہ کی خدمت مین بھیجدی وہ عرضی پڑھکر مس ٹانکی صاحبہ ضلع کرنال سے پانی پت پہنچیں اور دیکھا کہ واقعی معلمہ موجود نہین ہے مدرسہ بند ہے میری عدم موجودگی

مین دشمنان تعلیم نسوان نے اور زیادہ شکایتین کین میں صاحبہ ممدوحہ سنکر برہم
ہوئین اور مدرسہ بند کردیا۔ اس محلہ کی عورات کو مجھسے ایک طرح کا انس
ہوگیا اس لئے میرا دہلی جانا گوارا نہ کیا اور کئی شرفاء کی لڑکیون کو برائے
تعلیم میرے سپرد کردیا بطور نج انکو پڑھاتی رہی۔ اس عرصہ مین اوستانی فاطمہ
سلطان بیگم کا خط بدین مضمون آیا ہمکو معلوم ہوا ہے کہ مدرسہ زنانہ پانی پت
مین تانکی نے باغواے بعض اشخاص برخاست کردیا اور تم بیکار ہو لہذا
تحریر ہے کہ تم میرے پاس دہلی چلی آؤ۔ قصبہ رہتک ضلع خاص مین معلمہ
کی ضرورت ہے مین حسب تحریر انکے دہلی چلی گئی اور سیدالنساء بیگم سے
ملی کیونکہ مین برائے تعلیم اسکو دہلی اپنے ہمشیرہ کے پاس چھوڑ آئی تھی سیدالنساء
کے ہمراہ پھر مدرسہ گئی اور اوستانی صاحبہ ممدوحہ سے ملاقات کی اور حسب تجویز
انکے رہتک گئی اور مدرسہ پڑھانا شروع کیا بعد گذرنے چند ماہ کے بوجہ
ناموافقت آب وہوا بیمار ہوگئی۔ ہرچند معالجہ کیا مگر مرض مین کچھ تخفیف
نہ ہوئی مجبوراً مجکو وہ مدرسہ چھوڑنا پڑا۔ اور پھر وہان سے دہلی آئی جب
مستورات پانی پت کو رہتک سے میرے چلے آنے کی خبر ملی تو خطوط الطلب
میرے روانہ دہلی کئے۔ اور حسب الطلب ان بیبیون کے مین پانی پت
آئی اور بدستور سابق رہنے لگی۔ جب کہ مین پہلے مرتبہ پانی پت معلمہ
ہوکر آئی تھی تو ایک خاتون مسماۃ بی بی کنیز حسین کے چھوٹے لڑکے
حکیم جعفر حسین سے میری دختر نیک اختر سیدالنساء بیگم کی نسبت قرار پاچکی
تھی اور مسماۃ موصوفہ کا انتقال ہوچکا تھا۔ مین بتقریب عزاپرسی ان کے
گھر گئی تو ہمشیرہ حکیم جعفر حسین نے تخلیہ مین مجھسے درخواست کی کہ اب تم
اپنی لڑکی کی شادی بموجب اپنے اقرار کے جلدی کردو۔ چنانچہ مین نے

پانی پت سے دہلی آکر سامان شادی کیا۔ اور بساعت سعید عقد کر دیا اور حتے الوسع دان دہیز دیکر اپنی پیاری بیٹی کو رخصت کیا اور مین دہلی مین رہی ۱۸۹۵ء مین پھر ایک مدرسہ خواجہ سجاد حسین صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع کرنال خلف خواجہ مولوی الطاف حسین صاحب حالی نے درخواست دیکر گورنمنٹ سے جاری کرایا اور مجھے مدرسہ مقرر کرکے پروانہ تقرری مورخہ ۱۸ مئی ۱۸۹۵ء عطا فرمایا۔ ۱۸ جولائی ۱۸۹۶ء تک یہ مدرسہ جاری رہا اور امتحان سالانہ پیش گاہ جناب صاحب انسپکٹر بہادر مدارس حلقہ دہلی سے بصلہ حسن کارگذاری مبلغ عہ/ انعام عطا ہوا اور پروانہ سند آمورخہ ۳ فروری ۱۸۹۶ء مجھے ملا جو میرے پاس ابتک موجود ہے جب میری ترقی کی رپورٹ ہوئی تو صاحب کمشنر بہادر قسمت دہلی نے تجویز فرمایا کہ ضلع سے تنخواہ معلمہ پانی پت کو نہ ملے۔ بلکہ کمیٹی پانی پت سے ملا کرے جب یہ حکم کمیٹی پانی پت مین پہونچا تو دشمنان تعلیم نسوان کو پھر موقع برائی کرنے کا ہاتھ آیا ممبران کمیٹی کو اپنا متفق کر لیا۔ اور رپورٹ کروادی کہ اس قصبہ مین شریف زادیان سوائے قرآن مجید اور کچھہ پڑھنا نہین چاہتین اس مدرسہ زنانہ سے فائدہ سرکار کا منصور نہین کیا جاتا سراسر نقصان ہے اس رپورٹ پر یہ مدرسہ ۱۸ جولائی ۱۸۹۶ء کو تخفیف مین آگیا۔ اور مین بدستور سابق ابتک پانی پت مین قیام پذیر ہون اور اپنی بیٹی و داماد سے علیحدہ ایک مکان مین رہتی ہون۔ ہرچند میری بیٹی اور داماد نے چاہا اور اصرار کیا کہ مین انکے شریک رہون لیکن میری غیرت اس امر کی مقتضی نہ ہوئی۔

ناظرین یہ سب خوبیان میرے شوہر کی ہین آپ تباہ ہوئے اور مجھے

برباد کیا اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْ کُلِّ بَلَاءِ الدُّنْیَاءِ وَالْعَذَابِ الْاٰخِرَۃِ

یقلم

عباسی بیگم عرف محمدی جان مورخہ ۲۹ دسمبر ۱۹۲۶ء

مہر کا نشان دستخطی
مسماۃ محمدی جان

حرف النون

نہانی :۔ یہ خاتون شاہ سلیمان کی والدہ ماجدہ کی مصاحبہ اور ہمنشین تھی۔ اسکا باپ شاہ سلیمان کے زمانے مین بہت بڑا امیر تھا یہ نیکبخت خاتون اپنے دلکش جمال اور بلندی فطرت کیوجہ سے شہرۂ آفاق رکھتی تھی اعلےٰ درجہ کی تعلیم یافتہ تھی۔ ہر قبیلے کے لوگ اوس کے ساتھ شادی کرنے کی خواہش کرتے تھے۔ مگر نہ معلوم وہ ایسی درخواستون کو کیون نامنظور کیا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ ان درخواستون سے بہت دق ہوئی اور یہ رباعی تمامی شہرمین تصنیف کرکے چھپوا کرادی) کہ اگر اس رباعی کا کوئی شخص جواب لکھے گا اوسی کے ساتھ نکاح کرونگی۔

رباعی

ازمرد برہنہ روے زرمی طلبم
من از دہن مارشکر می طلبم
ازخانۂ عنکبوت پر مے طلبم
وز پشۂ مادہ شیر نرمی طلبم

لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اس نیک بخت خاتون کا انتقال ہوگیا

اور سعد اللہ خان وزیر شاہجہان بادشاہ نے مذکورہ رباعی کے جواب مین ذیل کی رباعی تصنیف کی۔ مگر اس خاتون کے انتقال کے بعد۔

رباعی

علمے ست برہنہ روکہ تحصیلش ہست
زہرست جفائے علم و معنی شکرست

تن خانۂ عنکبوت و دل بال پرست
ہر شیشہ از و چشیدہ و آن شیر نرست

نورجہان:- اس مشہور و معروف بیگم کے باپ کا نام میرزا غیاث تھا میرزا غیاث ایران کا رہنے والا تھا جسکا باپ محمد خان تکلو خراسان کے حاکم کا مدبر وزیر تھا۔ نورجہان کی مان یا میرزا غیاث کی بی بی میرزا علاء الدولہ کی لڑکی تھی۔ نورجہان کے دادا خواجہ محمد شریف کا اوسوقت مین انتقال ہوا کہ جب نورجہان اپنی مان کے پیٹ مین موجود تھی۔ اسکے انتقال کے بعد ہی اس خاندان پر تباہی سی آگئی۔ جھوٹے اور لغو الزامات محمد شریف کے اوپر رکھکر اوسکے پسماندون کو دق کرنا چاہا اون سازشون کے جالون نے خوب دور دور پھیلے ہوئے تھے خوب وسعت پاکر مخالفت کرنے لگے۔ آخرکار جسکا نتیجہ یہہ ہوا کہ میرزا غیاث نے مخالفون کے سرگروہون سے استدعا کی کہ تم کیا چاہتے ہو۔ بڑے بحث مباحثے کے بعد نتیجہ یہ ہوا کہ مخالفین نے میرزا کو لکھ بھیجا کہ اگر تمہین اپنی جان بچانی منظور ہو تو اپنی حاملہ بی بی اور اپنے تینون بچون کو لیکے جدھر تمہارا موںہہ اوٹھے چلے جاؤ۔ یہ بیچارے ہندوستان کیطرف روانہ ہوئے۔ قندہار پہنچتے پہنچتے جو تکلیفین ناقابل برداشت ان لوگون کو جھیلنی پڑین وہ قابل ذکر نہین۔ اب اسی مقام پر نورجہان کی مان کو درد لگے۔ بیچاری نورجہان کی مان دو تین دن سے بھوکی پیاسی

تہی- اب وہ مصیبت زدہ خاتون دردمین لوٹنے لگی- اور اوس کی بہت ابتر
حالت ہوگئی خدا خدا کرکے چند گہنٹون کے بعد نورجہان بیگم صاحبہ پیدا
ہوئین- اور ایک درخت کے نیچے چہوڑ دی گئین- اگرچہ مان باپ کو اسکا
چہوڑنا بہت ناگوار تہا مگر کرتے کیا- اس خاص بارہ مین مختلف روایتین
ہین- بعض مورخ کہتے ہین کہ نورجہان کو اوسکا باپ اوٹہا لایا- بعض یہ
کہتے ہین کہ ایک قافلہ جو دوسرے دن صبحکو وہان سے گذرا تہا- اپنے ساتہہ
لے آیا- ہندوستان مین پہونچتے پہونچتے میرزا کی رسائی اکبری دربار
تک اوسکی قابلیت اور لیاقت کیوجہ سے بہت جلد ہوگئی- معتمد خان توزک
جہانگیری مین میرزا کی نسبت اپنے قلم سے یون لکہتا ہے- کہ میرزا غیاث
پڑہنے لکہنے اور معاملہ فہمی مین نہایت ہوشیار تہا قدما کے اشعار کا تتبع
بہت کیا کرتا تہا- خود بہی نہایت سخن سنج تہا- شکستہ خط نہایت آبدار سی لکہتا
تہا- اپنے فرائض منصبی کے انجام دینے کے بعد جب اوسکو کبہی فرصت ہوتی
تو اپنا وقت اشعار کی موزونی مین صرف کیا کرتا تہا- بڑا مخیر تہا لیکن اسکے
ساتہہ راشی بہی- اکبری زمانے مین چونکہ شعر شاعری کا بڑا چرچا تہا- میرزا
کو شاہی دربار مین اسیوجہ سے قصائد پڑہنے کا اکثر موقع ملتا رہتا تہا- وہ
نہایت طلاقت لسانی سے اپنے قصیدون کو پڑہا کرتا تہا- بڑی واہ واہ
ہوا کرتی تہی- چند ہی روز مین اسنے بڑے بڑے عہدے حاصل کئے- نورجہان
کی مان بہی چونکہ اپنے شوہر سے لیاقت مین اور ہنر مین کسیطرح کم نہ تہی
اکبر نے جب میرزا کی مان کی لیاقت کا حال سنا تو اوسنے محل مین جانیکی
اوسکو اجازت دی تاکہ بیگمات کو تعلیم دے- جب نورجہان قلعہ کے اندر
داخل ہوئی تو نورجہان کی عمر بہت تہوڑی سی تہی- سلیم بہی کبہی کبہی اپنی والدہ

کی خدمت مین حاضر ہوا کرتا تھا۔ مگر یہ جو مشہور ہے کہ سلیم نے اور نورجہان
نے ایک ہی جگہہ پرورش پائی بالکل غلط ہے۔
نورجہان اور سلیم کی نسبت جو بہت سی بے سر و پا نقلین مشہور ہین اور
جنمین عشق کے کرشمے دکھائے گئے ہین بالکل بے بنیاد ہین۔ ایک کا بھی
پتہ کسی معتبر تاریخ سے نہین پایا جاتا۔ اسکی تعلیم کا ذکر اسطرح سے بیان کیا گیا ہے
"اول ہی اول اسنے کلام مجید پڑھا۔ جیساکہ شہزادیان پڑھا کرتی تھین۔
حسن اور اسپر خوش آوازی نورجہان کو ہزار ہزار بناؤ دیتی تھی۔ ابتدا ہی سے اسکی
نہ صرف موسیقی تیز تھی بلکہ اسمین درد اور لوچ غضب کا تھا طبیعت فطرۃً موزون
پیدا ہوئی تھی۔ قاعدہ ہے کہ شعر و سخن کے چرچے نے از خود اور بھی اس کی طبیعت
مین صلاحیت کا مادہ بڑھا دیا تھا اسے اور شہزادیون کی طرح شعر گوئی کی
تعلیم دی گئی تھی۔ مگر طبیعت کی موزونی جو فطرت نے اوسے عطا کی تھی
ہر وقت اسے شعر گوئی کیطرف رہنمائی کرتی تھی۔ جب اسنے کلام مجید ختم
کرلیا تو فارسی کی معمولی کتابین پڑھائی گئین اسکے بعد نقاشی اور مصوری کے
فن سکھائے گئے۔ گھوڑے پر چڑھنا اور تیر لگانا بھی شہزادیون کے ساتھہ
سکھایا گیا تھا۔ نورجہان کو مذہبی تعلیم بھی دیگئی تھی۔ لیکن اسی مذہب مین جسکو
اسکی والدین ایران سے لیکے نکلے تھے۔ اب نورجہان کی جوانی کا وقت
آیا تو اکبر کو اوسکی شادی کی فکر ہوئی کیونکہ اوسی کے قلعہ مین نورجہان نے
پرورش پائی تھی۔ میرزا غیاث نے اوسکے دربار مین وہ رسوخ پیدا کرلیا تھا
اور اپنی لائق تدبیری کیوجہ سے ایسا گرویدہ بنالیا تھا کہ میرزا کی ہر بھلائی مین
وہ دل و جان سے کوشش کرتا رہتا تھا۔ شہنشاہ اکبر ہی کو اسکی شادی
کی فکر ہوئی وہ چاہتا تھا کہ جیسے نورجہان قابل ہے ایسا ہی کوئی لایق

شریف شاہی خاندان کا شخص ملے تو اس سے نکاح کرا دیا جائے۔ اتفاق
سے علی قلی بیگ عجم سے ہندوستان مین آیا۔ اور اکبری دربار تک رسائی پیدا
کر کے اعلی عہدہ پر ممتاز ہوا۔ یہ شخص نہایت لایق اور شایستہ مزاج تھا۔ بادشاہ
نے نورجہان کے باپ سے کہا کہ نورجہان کی شادی اگر علی قلی بیگ سے
ہو جائے تو بہتر ہے۔ میرزا فوراً اسکا کچھ جواب نہ دیسکا لیکن میرزا غیاث نے
مختلف جلسون اور دعوتون مین اوسکا چال چلن اور رنگ ڈھنگ دیکھا اور
چند مہینون کے بعد اکبر سے اپنی رضامندی ظاہر کر دی اس امر کی اطلاع
نورجہان کی مان کو بھی دی گئی۔ اسنے بھی اسکو بخوشی منظور کر لیا۔ اور دونو
کی شادی بڑی دھوم دھام سے ہوئی۔ اکبر کی وفات کے بعد شہزادہ سلیم
نے علی قلی بیگ کو بنگالہ مین ایک جاگیر دیکر بردوان کا گورنر مقرر کر دیا۔
جب شیر افگن (یہ خطاب علی قلی کو جہانگیر یا سلیم نے دیا تھا) وہان پہونچا تو
کچھ عرصہ کے بعد وہ خود مختار ہو گیا۔ اور شرارتین اور فتنہ و فساد برپا کرنے
شروع کئے۔ وہان کے لوگون نے ان مظالم کی عرضیان جہانگیر کی خدمت
مین روانہ کین۔ جہانگیر نے عرضیون کو دیکھکر قطب الدین خان کو بھیجا کہ وہ
تحقیقات کرے اگر واقعی علی قلی ظلم کرتا ہو تو اوسکو وہین سزا دے۔ جسوقت
قطب الدین یہ شاہی فرمان لیکے وہان پہونچا تو علی قلی کو اسکی خبر ملی اسنے
زہر آلود خنجر اپنی آستین مین چھپایا۔ اور قطب الدین کی استقبال کے
لئے آگے بڑھا۔ قطب الدین نے جسوقت حکمنامہ کا ذکر کیا تو علی قلی نے
یہ کہا کہ دس قدم اپنی فوج سے آگے بڑھ چلئے اور وہان بادشاہی حکم
مجھے سنائیے۔ قطب الدین نے اسکو منظور کر لیا۔ جب یہ دونون آگے
بڑھ گئے تو بیرحم علی قلی نے قطب الدین کے کلیجے مین خنجر بھونک دیا۔ قطب الدین

کی بوڈی گارڈ کو جسوقت اس واقعہ کی خبر ملی تو وہ شیر افگن پر حملہ آور ہوئے اور اوسکے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔ اس سعرکہ مین قطب الدین اور شیر افگن دونون کا قطعی فیصلہ ہوگیا۔ اور دونون جان سے مارے گئے۔ اب نور جہان سلطنت مین قید ہوکر آگئی اور تقریبًا چار برس تک وہ قید بھگتنا کی جب پورے چار برس اوسکو قید خانے مین گذرے اور ایک دن بھی جہانگیر اوسکو دیکھنے نہ آیا تو ایک عرضی جہانگیر کو اس مضمون کی لکھی ” کہ مجکو وہ زمانہ یاد آتا ہے جبکہ مین اور بہت سی شہزادیان کھیلا کرتی تھین تو اکثر آپ بھی تشریف لایا کرتے تھے۔ اور مجکو کبھی کبھی گیند اوٹھانے کی عزت حاصل ہوا کرتی تھی۔ شیر افگن نے جو جو سختیان سرکار والا کے ساتھہ کین وہ اوسکے نتیجے کو پہنچ گیا۔ مگر مین بے قصور کیون قید مین چار سال تک رکھی گئی۔ مینے بغاوت مین شرکت نہین کی۔ اس ہونے والے واقعہ مین صلاح کار نہ تھی لیکن یہ سب عرضیان بادشاہ کی خدمت مین جو روانہ کی گئی تہین وہ سب ریشمی رومالون پر کڑہی ہوئی تہین نور جہان نے ایک نظم بھی ایک بڑے رومال پر جسمین بادشاہ سے شادی کی خواہش کی تہی سچے موتیون سے کاڑہ کر بادشاہ کی خدمت مین بہیجی۔ جسکی وجہ سے بادشاہ کا دل نرم ہوگیا۔ اور کہنے لگا کہ بیشک نور جہان بالکل بے قصور ہے اسکے بعد جہانگیر خود اسکی قید کی کوٹھری مین گیا اور بہت دیر تک باتین ہوتی رہین۔ اور آخر کار نور جہان کی درخواست کو قبول کرلیا۔ دو چار روز کے بعد شاہی فرمان جاری ہوا کہ شادی کا سامان مہیا کیا جاوے۔ سامان مہیا ہونے کے بعد نکاح ہوگیا۔

نور جہان کی حسن تدبیری اور حکمرانہ جوہر دن نے اسے صرف شہنشاہ بیگم

ہی مین محدود نہ رکہا - بلکہ تہوڑے ہی عرصہ مین وہ حکومت مین بھی حصہ لینے لگی - آخرکار جہانگیر نے نورجہان کا نام اپنے نام کے ساتھہ کندہ کرا دیا تہا اوس سکّے کا شعر یہ ہے -

شعر

بحکم شاہ جہانگیر یافت صد زیور		بنام نورجہان بادشاہ بیگم زر

اور فرامین کے طغرے مین یہ لکہا جاتا تہا -

حکم علیۃ العالیہ نورجہان بیگم بادشاہ

رفتہ رفتہ یہ نوبت پہونچی کہ جہانگیر براے نام بادشاہ رہگیا - دیکہو جہانگیر کی خاص تحریر سے ثابت ہوتا ہے - وہ لکہتا ہے کہ من سلطنت را بنورجہان بیگم ارزانی داشتم و بجز یک سیر شراب و نیم سیر گوشت مرا ہیچ در نمی باید -
معتمد خان توزک جہانگیری مین اس لایق خاتون کی نسبت لکہتا ہے "
از خوبی و نیکنامی بیگم چہ نویسم - خیر او غالب بر شر بود بلکہ شر نبود - و ہر جا کہ کار افتادہ را عقدہ پیش می آمد - و بخدمت بیگم ملتجی گشت اگر از کارش بہ کشود کامیاب مراد ساخت و ہر کسے بدرگاہ او پناہ برد - از آسیب ظلم و ستم محفوظ ماند - ہر جا دخترے یتیم ایکس بقصد ثواب عروس کردہ در خور حالت او جہیز لطف فرمودند - و از سلسلہ علیہ او نفع بسیار بخلق اللہ رسید " جہانگیر اپنے کشمیر کے سفر مین بیمار پڑ گیا - نورجہان بہی اوسکے ساتھہ تہی - تمام اطبا نے جہانگیر کا علاج کیا مگر وہ صحت نہوا - جہانگیر کے پاس حکیم روح اللہ - حکیم ابوالقاسم اور حکیم رکنا موجود تہے - کسی نے اوسکے علاج سے جواب دیدیا - کسی نے اوسکے مرض کو اچہی طرح تشخیص نہین کیا - کسی نے پہلوتہی کی - نورجہان نے ان سب حکیمون سے دق ہوکر جہانگیر کا علاج خود کرنا شروع کیا - اوسکے

اکثر تجربات اطباسے بھی بڑھے ہوئے تھے۔ جہانگیر کا اوسنے اس عمدگی سے علاج کیا کہ آخر خود جہانگیر کو یہ فقرے لکھنے کی ضرورت ہوئی۔

"نورجہان بیگم کہ تدبیر و تجربہ او ازین اطبا بیشتر است خصوص کہ از روے مہربانی و دلسوزی باشد۔ در مقام کم کردن پیالہ و تدابیر اتے کہ مناسب وقت و ملایم حال باشد شد اگرچہ پیش ازین ہم علاجے کہ اطبا میکردند بصلاح و صوابدید او بود لیکن درین وقت مدار بر مہربانی او نہادم و شراب را بتدریج کم کردو چیز ہاے نامناسب و غذاہائے ناموافق محافظت نمود۔ امید کہ حکیم حقیقی از شفاخانہ غیب صحت کامل نصیب کناد"۔

تھوڑے ہی عرصے کے بعد صرف نورجہان کی تیمارداری سے جہانگیر اچھا ہوگیا۔ اور خوب جشن کی ٹھیری۔ اور خوب خوب انعام دئے گئے۔ نورجہان کا شیر کو گولی سے مارنا بھی اوسکی ایک جوانمردانہ دلیری تھی۔ جہانگیر اور نورجہان متھرا گئے ہوئے تھے اور اپنے خیمہ مین بیٹھے ہوئے باتین کر رہی تھی کہ اسی اثنا مین ایک چوبدار نے آکے کہا کہ حضور یہین تھوڑی دور پر جنگل مین ایک شیر ہے۔ چونکہ جہانگیر اس بات کا عہد کر چکا تھا کہ مین شیر کا شکار نہین کھیلون گا۔ اسوجہ سے وہ تو باز رہا۔ مگر نورجہان کو جو شیر کے شکار کی ہمیشہ مشتاق رہا کرتی تھی جہانگیر سے اپنے واسطے اجازت چاہی۔ جہانگیر نے اوسکو اجازت دیدی۔ اب شیر کے شکار کا سامان ہونے لگا۔ دو ہاتی تیار کئے گئے۔ ایک پر نورجہان تھی اور دوسرے پر جہانگیر۔ جہانگیر کے ساتھ میرزا رستم بیٹھا ہوا تھا جھاڑی پر پہونچتے ہی شیر اپنی جھاڑی سے دھاڑتا ہوا نکلا۔ میرزا رستم نے جہانگیر کے حکم سے شیر پر گولی چلائی۔ اوسکا پہلا فیر خالی گیا۔ دوسرے مین بھی فیل ہوا۔ اور تیسرے فیر نے بھی خطا کی

رستم نہایت شرمندہ ہوا- اور فیر کرنا بند کردیا- نورجہان نے مہاوت کو حکم دیا کہ میرا ہاتھی آگے بڑہا- اوسکے ہاتھی کا آگے بڑھنا تہا کہ شیر نورجہان کے ہاتھی پر جہپٹا- شیر کا جہپٹنا تہا کہ نورجہان نے فیر کیئے- اور شیر اولٹ کے سات آٹھ قدم پر اولٹا جا پڑا- گولی ایسی زبردست پڑی کہ شیر سے پہر اوٹہا نہین گیا اور تڑپ کر وہین جان دیدی-

نورجہان کچہ عرصے تک بوجوہ چند در چند شہزادہ خرم کے ہاتھون سے بہت پریشان رہی اس پریشانی سے اوسکو کچہ نجات ملی تہی کہ مہابت خان کے قصے نے جہانگیر اور نورجہان کو اور بہی زیادہ صدمہ پہونچایا- نورجہان کی ہوشیاری اور عقلمندی سے جہانگیر کو مہابت خان کے جہگڑے سے کچہ اطمینان ہوا تہا کہ وہ لاہور آیا- اور لاہور سے سیدہا کشمیر پہونچا-

جہانگیر نے کشمیر سے واپسی کے وقت ہمیشہ کے لئے اس دار فانی کو چہوڑ دیا اور اسی کے ساتہ اپنی بی بی نورجہان کو بہی- یہ واقعہ اوسوقت درپیش آیا تہا- کہ جہانگیر جسوقت کشمیر سے لاہور واپس آرہا تہا- راستے مین بیمار ہوگیا ۸- صفر ۱۰۳۷ھ مطابق ۲۸- اکتوبر ۱۶۲۷ع بمقام بہمبر [illegible] مین انتقال ہوگیا- اسکی عمر اسکے مرنے کے وقت تک پوری ساٹھہ برس کی تہی- اب شاہجہان جہانگیر کی جگہہ تخت سلطنت پر بیٹہا جب شاہجہان مستقل طور سے ہندوستان پر حکمران ہوگیا- تو اوسنے نہایت عزت و آبرو سے نورجہان کی عزت قایم رکہی ۱۰۵۵ھ مطابق ۱۶۴۶ع نورجہان جیسی شہزادی کا بہی انتقال ہوگیا نورجہان کی علمی مذاق کا نمونہ ہمنے ابہی تک ناظرین نہین کیا- بہت سی غزلین قصیدے اور حکایتین اس کی طرف منسوب کی جاتی ہین- لیکن ہم مشتے نمونہ اوسکی کلام چند شعر ذیل مین لکہتے ہین-

اشعار

نام تو بردم وزدم آتش بجان خویش | درآتشم چو شمع ز دست زبان خویش

دیگر

سلک مروارید بر فرق سرش دانی کہ چیست | تشنگان شوق را جوئیست از آب حیات

دیگر

هنوز آن طفل خندیدن نداند | نگہ وزدیدن و دیدن نداند

دیگر

دقیقہ ہائے معانیش در سواد حروف | چو در سیاہی شب روشنی پروین است

حرف الہاء

ہمدمی :- یہ خاتون سادات جرجان کی اولاد میں سے ہے - اس کی طبیعت نہایت سلیم تھی - تعلیم یافتہ ہونے نے اوربھی درجہ کمال کو پہونچا دیا تھا - اسکا ایک مطلع لکھکر اوسکی پوری غزل ہدیہ ناظرین کیجاتی ہے -

مطلع

مرادردیست از دل بیقرار از ہجر یار خود
چہ گریم پیش بیدردان ز درد بیقرار خود

غزل

من سوختۂ لالہ رخانم چہ توان کرد
والہ شدۂ سبز خطانم چہ توان کرد

صد تیر بلا و ستم و جور رسیدہ
زان ناوک دلدوز بجانم چہ توان کرد

مجنون صفت از عشق بتان از دفترانم
دیوانہ لیلی صفتانم چہ توان کرد

جز نام تو ام ہر نفسے ذکر دگر نیست
تا مست شدہ چون ورد زبانم چہ توان کرد

ای ہمدمی از جور رقیبان ستم کار
بر عرش برین رفت فغانم چہ توان کرد

ذیل کی بیت بھی اسی ہمدمی کیطرف منسوب ہے۔

بیت

جامۂ گلگونی در آمدست در کاشانۂ ما
خیر اسے ہمدم کہ افتاد آتشے در خانۂ ما

حرف الیاء

یاسمن بو :- یہ خاتون میرزا عسکری داسغانی کی پیاری بیوی تھی میرزا کے انتقال کے بعد یہ خاتون خاندان تیموریہ کے کسی امیر کی بیوی بنی میرزا کا انتقال گلبرگہ میں ہوا تھا۔ اس عورت کی باقیماندہ عمر نہایت عزت و حرمت سے بسر ہوئی۔ خط ثلث۔ نسخ۔ شفیعا۔ اور نستعلیق خوب لکھا کرتی تھی۔ شعر گوئی کا بھی چسکا تھا۔ کہتی ہے۔

اشعار

باہ و نالہ کردم صید خود وحشی نگارانرا
بزور جذب کردم رام باخود ہیچ کلاہانرا

دیگر

بنوشیدم سحر کہ چون شراب بیریائی را / گرو کردم بجام مے لباس پارسائی را

شدم ہمدم بہیخوداران بخلوتخانۂ حیرت / شکستم ساغر و پیمانۂ زہد و ریائی را

گرفتم دامن صحرا شدم ہم پیشۂ مجنون
سبق آموز گشتم درس عشق بینوائی را

تمت بالخیر